فتاویٰ علمائے حدیث

مولانا ابوالحسنات علی محمد صاحب سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الایمان

دہم

ترتیب

ابو الحسنات علی محمد سعیدی

مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان

بحسن اہتمام

عبداللطیف ربانی

مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث

حافظ پلازہ مچھلی منڈی

بالمقابل جلال دین ہسپتال نیو اردو بازار لاہور

ماخذ فتاوی علمائے حدیث کتاب الایمان — جلد دہم

فتاوی نذیریہ دہلی ——— فتاوی اخبار الاعتصام لاہور

اخبار اہل حدیث امرتسر ——— فتاوی اخبار اہل حدیث سوہدرہ

اخبار اہل حدیث دہلی ——— نور العین شیخ حسین محسن انصاری بھوپال

فتاوی اہل حدیث روپڑی لاہور ——— صحیفہ اہل حدیث کراچی

فتاوی غزنویہ امرتسر ——— فتاوی اخبار اہل حدیث لاہور

فتاوی ستاریہ ——— رسالہ محدث دہلی

فتاوی رد شرک و بدعت ——— رسالہ فی مسئلہ عدل اللہ تعالی

نام کتاب ——— جلد دہم ——— فتاوی علمائے حدیث کتاب الایمان

نام مرتب ——— ابو الحسنات علی محمد سعیدی خانیوال

کتابت ——— مولوی نذیر احمد خوشنویس چک EB بوریوالہ

طباعت ——— المطبعۃ العربیہ پورانی انارکلی لاہور

خطاطی ٹائٹل ——— ۲۰۱۱ء ——— سعید احمد ناز

طباعت اول ——— رجب المرجب ۱۴۰۰ھ بمطابق مئی ۱۹۸۰ء

طباعت دوم ——— جنوری 2011ء

قیمت کامل سیٹ ——— 6400 روپے

تعداد ——— 300

ناشر مکتبہ اصحاب الحدیث — حافظ پلازہ مچھلی منڈی بالمقابل جلال دین ہسپتال نیو اردو بازار لاہور

042-37321823
0301-4227379

مفتیانِ فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۱

۱۔ حسین بن محسن انصاری نزیل بھوپال رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۷ھ
۲۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۰ھ
۳۔ سید شریف حسین محدث دہلوی 〃 〃 〃 〃
۴۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری 〃 〃 〃 〃
۵۔ سید احمد حسن محدث دہلوی 〃 〃 〃 〃
۶۔ خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین 〃 〃 〃 〃
۷۔ مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی 〃 〃 〃 〃
۸۔ مولانا ابوالسمٰعیل یوسف حسین خانپوری 〃 〃 〃 〃
۹۔ مولانا ابو عبدالمجید عبدالحمید جولنوی جھنگوی 〃 〃 〃 〃
۱۰۔ مولانا عبدالمجید سوہدری 〃 〃 〃 〃
۱۱۔ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری 〃 〃 〃 〃
۱۲۔ ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلوی 〃 〃 〃 〃
۱۳۔ سید ابوالحسن نبیرہ سید نذیر حسین 〃 〃 〃 〃
۱۴۔ مولانا عبدالجبار عمر پوری 〃 〃 〃 〃
۱۵۔ مولانا احمد المعروف باحمد اللہ محدث دہلوی 〃 〃 〃 〃
۱۶۔ مولانا مولوی محمد بن ابراہیم جوناگڑھی 〃 〃 〃 〃
۱۷۔ ابومحمد عبدالوہاب ملتانی دہلوی 〃 〃 〃 〃
۱۸۔ ابومحمد عبدالستار مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی 〃 〃 〃 〃
۱۹۔ ابوسعید محمد عبداللہ گورداسپوری 〃 〃 〃 〃
۲۰۔ ابوالحسن محمد صدیق انصاری اکبرآبادی 〃 〃 〃 〃
۲۱۔ ابومحمد عبیداللہ دارالہدیٰ دہلی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۔ مولانا ابوتراب عبدالغنی جوہرپوری 〃 〃 〃
۲۳۔ ابوعبید میر احمد امرتسری 〃 〃 〃
۲۴۔ عبدالغفور عفا اللہ عنہ 〃 〃 〃
۲۵۔ حافظ محمد حسین لاہوری 〃 〃 〃
۲۶۔ ابوعبدالرحمٰن نورالحسن مدرس مدرسہ اسلامیہ ہورہ 〃 〃
۲۷۔ مولانا عبیداللہ محدث رحمانی مبارکپوری مدظلہ العالی
۲۸۔ مولانا عبدالحمید بدھوآنوی جھنگ رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔ مولوی محمد شفیع صاحب 〃 〃 〃
مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔
۳۰۔ مولوی عبداللطیف عفا عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی 〃 〃 〃
۳۱۔ مولانا عبدالقادر رحمہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی 〃 〃 〃
۳۲۔ مولانا احمد الدہلوی 〃 〃 〃 〃
۳۳۔ مولوی محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ دہلی 〃 〃 〃
۳۴۔ مولانا ضیاءالحق مدرسہ 〃 〃 〃
۳۵۔ مولوی کفایت اللہ مدرس 〃 〃 〃
۳۶۔ مفتی محمد ابراہیم دہلی۔ 〃 〃 〃
۳۷۔ مولانا احمد اللہ محدث دہلی۔ 〃 〃 〃
۳۸۔ مولانا عبدالستار کلانوری دہلی۔ 〃 〃 〃
۳۹۔ مولانا ابوالحسن محمد شام الدین دہلی۔

۴۰۔ مولانا عبدالعزیز دہلی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۔ ابواسحاق عبدالرزاق 〃 〃 〃 〃
۴۲۔ مولانا ابوعبدالشکور عبدالغفور 〃 〃 〃 〃
۴۳۔ مولانا ابو عبیداللہ 〃 〃 〃 〃
۴۴۔ مولانا ابوعبدالرحمٰن خیرالدین مدرسہ حمیدیہ 〃 〃 〃 〃
۴۵۔ مولانا کفایت اللہ سلہٹی 〃 〃 〃 〃
۴۶۔ ابوسعید محمد عبداللہ ساہیوال دہلی 〃 〃 〃
۴۷۔ مولانا عبدالعزیز خان واعظ کانفرنس اہلحدیث 〃 〃
۴۸۔ مولانا ابو محمد عبدالتواب عفی عنہ
۴۹۔ مولانا ابوالمحبوب محمد تمیز الدین رحمۃ اللہ علیہ
۵۰۔ مولانا ابوجعفر محمد عبدالستار 〃 〃 〃
۵۱۔ مولانا مبارک علی ندوی 〃 〃 〃
۵۲۔ ابوالمنصور عبدالباری زنگیوری 〃 〃 〃
۵۳۔ مولانا ابوثناءاللہ محمد کلیم الدین رحمۃ اللہ علیہ
۵۴۔ مولانا احمد بن محمد ملتانی دہلی 〃 〃 〃
۵۵۔ ابو محمد عبداللہ مدرس مدرسہ دارالہدیٰ کشن گنج دہلی 〃 〃 〃
۵۶۔ ابوعمران عنایت اللہ نذیرآبادی 〃 〃 〃
۵۷۔ مولانا مولوی عبدالرشید مدرس دارالاسلام دہلی 〃 〃 〃
۵۸۔ مولانا ابوعبدالکریم محمد عبدالجلیل سامرودی 〃 〃 〃
۵۹۔ مولانا عبدالاحد خانپوری 〃 〃 〃
۶۰۔ مولانا عبدالواحد مرحوم غزنوی لاہور 〃 〃
۶۱۔ مولانا ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم جوناگڑھی دہلی 〃 〃 〃
۶۲۔ مولانا ابوعبدالرزاق محمد اسحاق دہلی 〃 〃 〃
۶۳۔ مولانا ابو محمد عبدالجبار رکھین 〃 〃 〃
۶۴۔ مولانا ابو محمد عبدالوہاب دہلی 〃 〃 〃

÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

ضمیمہ فہرست مضامین (صفحہ ۲ کا)

فہرست مضامین فتاویٰ علمائے حدیث جلد دہم

(باقی بر صفحہ آئندہ پر)

علم غیب آنحضرت ﷺ کو علم غیب ذاتی ہے یا وہبی علم غیب کی تعریف

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ذاتی تھا یا وہبی! اور علم غیب کی جامع مانع تعریف کیا ہے

جواب: غیب بمعنیٰ مغیب ہے۔ جیسے خلق بمعنیٰ مخلوق اس کے معنیٰ پوشیدہ شے کے ہیں۔ اس کے علم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا علم اسباب عادیہ سے ہو۔ دوم یہ کہ اسباب غیر عادیہ سے ہو۔ ان دونوں کا ہم الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ اس سے علم غیب کی تعریف بھی واضح ہو جائے گی۔ اور اس کے ضمن میں ذاتی وہبی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اوّل الذکر کا بیان

اوّل الذکر علم غیب نہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۰ ع۱) کہہ دے آسمان و زمین میں غیب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ پوشیدہ شے کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ حالانکہ بہت سی پوشیدہ اشیاء ہیں۔ کہ ان کو خدا کے سوا دوسرے بھی جانتے ہیں۔ مثلاً کسی کے پیٹھ کے پیچھے کوئی شے پڑی ہو۔ تو وہ اس سے پوشیدہ ہے۔ اگر وہ اس کو مڑ کر دیکھے۔ تو اس کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اس طرح کان میں سونا چاندی وغیرہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ جب انسان کان کھودتا ہے۔ تو اس کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ تو اگر پوشیدہ شے کا علم مطلقاً علم غیب ہو تو پھر یہ بھی علم غیب ہونا چاہیے۔ حالانکہ مندرجہ بالا آیت صاف ہے کہ پوشیدہ کا علم صرف خدا کو ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر پوشیدہ کا علم ایسے اسباب سے ہو۔ جو عام عادت کے موافق ہیں۔ تو اس کو شرعاً علم غیب نہیں کہتے۔

ثانی الذکر کا بیان

قرآن مجید میں ہے:۔

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (پارہ ۲۹ رکوع ۱۲) کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ قریب ہے یا خدا اس کے لئے کوئی مدت کر دے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں

کرتا مگر جس کو پسند کرے رسول سے پس بے شک خداتعالیٰ اس کے آگے پیچھے پہرے دار چلاتا ہے تاکہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اور خدا نے جو کچھ ان کے پاس ہے گھیر لیا ہے اور گنتی کی رو سے ہر شئے پر قابو پالیا ہے۔

یہ آیت بظاہر پہلی آیت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ علم غیب سوا خدا کے کسی کو نہیں اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ السلام کو بذریعہ وحی غیب پر مطلع کر دیتا ہے (دونوں آیتوں میں موافقت) بریلوی فرقہ کہتا ہے کہ پہلی آیت میں علم غیب سے مراد ذاتی ہے۔ یعنی بغیر کسی کے دینے کے ہے۔ اور دوسری آیت میں وہبی ہے یعنی خدا کے دینے سے ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ وہبی سے کیا مراد ہے! اگر یہ مراد ہے۔ کہ جیسے ظاہری آنکھیں ہیں۔ اس طرح رسول کے لئے خداتعالیٰ باطنی آنکھیں کر دیتا ہے جن سے ہمیشہ کے لئے رسول پر کل غیب ظاہر ہو جاتا ہے جیسے خداتعالیٰ کے لئے سب کچھ ظاہر ہے۔ تو یہ اس پہلی آیت کے خلاف ہے کیونکہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس آیت کے تحت لکھا ہے

نزلت فی المشرکین حین سالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت الساعۃ (خازن جلد ۳ ص۲۱۷)

یہ آیت مشرکوں کے بارہ میں اتری ہے جب کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت سے سوال کیا۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو قیامت کے وقت کا علم نہ تھا۔ وہبی اور نہ غیر وہبی۔ کیونکہ سوال وہبی ذاتی نہ تھا۔ بلکہ ان کا سوال مطلقاً تھا۔ جس کے جواب میں کہا گیا، کہ خدا کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں۔ اور اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ النَّاسَ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ قُلْ لَّا يَعْلَمُ الآية (تفسیر فتح البیان ج ۷ ص۱۸ بحوالہ بخاری مسلم وغیرہ)

جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات کی خبر دیتے ہیں۔ اس نے خدا پر بڑا افترا کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔
یعنی آسمان و زمین میں خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا

ظاہر ہے کہ کل کی بات جاننے یا خبر دینے کے لئے وہبی علم کافی ہے۔ جس سے سب کچھ منکشف ہو جائے ذاتی کی ضرورت نہیں۔ پس اس پہلی آیت سے معلوم ہُوا۔ کہ اس قسم کا وہبی علم مراد لینا صحیح نہیں۔ بلکہ یہ دوسری آیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ دوسری آیت میں عذاب قریب یا دور ہونے سے بے خبری کا ذکر ہے نیز وحی کا ذکر ہے جس کے ساتھ پھر بیدار ہوتے ہیں۔ گویا ویسے آپ بے خبر ہیں۔ جب کسی بات کی بابت وحی ہو جاتی ہے تو علم ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی آیات و واقعات کے خلاف ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

اوّل، وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پ ۲۶)

کئی لوگ اہل مدینہ سے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں

دوم، وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ (پ ۲۶)

اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔

سوم، عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (پ ۱۳۶)

خدا نے تجھے معاف کر دیا۔ تو نے اذن کیوں دیا؟ یہاں تک کہ تیرے لئے سچے ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو تو جان لیتا۔

اس قسم کی آیت و واقعات بہت ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے کا واقعہ جو سورۃ نور میں مذکور ہے۔ اور شہد وغیرہ کا واقعہ جو سورۃ تحریم میں مذکور ہے یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کا وہبی علم نہیں۔ کہ خدا نے اس کے باطن کو اس طرح بنا دیا ہو۔ کہ جیسے خدا پر کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ اس پر بھی پوشیدہ نہ ہو۔

اور اگر وہبی سے یہ مراد ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بذریعہ وحی رسول کو مطلع کر دیتا ہے۔ تو یہ بے شک دوسری آیت کا مطلب ہے۔ لیکن اس صورت میں رسول پر دوسرے انسانوں کی طرح غیب پوشیدہ ہوگا۔ ہاں جس بات کے متعلق وحی ہو جائے اس کا علم ہوگا۔ اگر وحی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کا وہبی سب مانتے ہیں مثلاً اہل حدیث کو اس سے انکار ہے نہ کسی اور کو پس اس میں نزاع ہی فضول ہے۔ ہاں نام کا جھگڑا ہو۔ کہ کوئی اس کا نام علم غیب رکھتا ہے اور کوئی نہیں رکھتا۔ تو یہ الگ بات ہے۔ یہ کسی گنتی میں نہیں۔ کیونکہ یہ محض لفظی اختلاف ہے۔ مطلب میں سب متفق ہیں پس اس کو اہمیت نہ دینی چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا علم ذاتی ہے

اور انبیاء کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ خواہ اس کا نام کوئی علم غیب وہبی رکھے یا علم غیب سے خارج کر کے صرف وحی سے موسوم کرے اگر اس کو علم غیب وہبی کہا جائے تو اس صورت میں علم غیب کی تعریف ہوگی۔ پوشیدہ شئے کا علم بذریعہ اسباب عادیہ نہ ہو اور اگر اس کو علم غیب وہبی نہ کہا جائے۔ تو پھر علم غیب کی تعریف مذکورہ میں اتنا اضافہ کرنا پڑے گا کہ کسی کے بتلانے سے بھی نہ ہو خواہ بتلانے والا وحی ہو یا غیر وحی۔ بعض لوگ علم غیب کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ پوشیدہ شئے کا علم جو بذریعہ حس و عقل نہ ہو۔ یہ تعریف اگرچہ صحیح ہو سکتی ہے مگر جو لوگ بذریعہ وحی حاصل ہونے والے کو بھی علم غیب کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ کیونکہ وحی کے ذریعہ جو کچھ آتا ہے اس کا طریق اکثر حس (سماع) وغیرہ ہے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی، فتاویٰ اہلحدیث روپڑی جلد اول ص ۲۰

علم مطلق یا مطلق علم

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مطلق تھا۔ یا مطلق علم، نیز آپ کا علم حضوری تھا یا حصولی؟

جواب: سوال اوّل میں گزر چکا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سے علم نہیں۔ کہ خدا نے آپ کی طبیعت ہر شے کے لئے شیشہ بنا دی۔ اور جیسے خدا پر ہر شئے روشن ہے۔ اسی طرح آپ پر بھی روشن ہو بلکہ آپ کا علم بذریعہ وحی ہے۔ جب وحی ہوتی ہے۔ تو آپ کو علم ہوتا ہے۔ اگر وحی نہ ہو تو علم نہیں ہوتا۔ مثلاً قیامت کا آپ کو علم نہیں کہ کب ہوگی۔ اس طرح اور کئی باتوں کا علم نہیں۔ چنانچہ نمبر اوّل میں بیان ہو چکا ہے پس آپ کو مطلق علم ہے۔ یعنی اشیاء کا علم ہے۔ نہ علم مطلق یعنی علم کلی۔

منطقی طریق اگر منطقی طریق سے سمجھنا چاہیں۔ تو یوں سمجھے کہ کلی کے تین مرتبے ہیں (۱) بشرط شئی (۲) بشرط لاشئی، (۳) لابشرط شئی۔ پہلا مرتبہ خصوص کا ہے۔ دوسرا عموم کا تیسرا جامع بین الخصوص والعموم ہے۔ پہلے کی مثال حیوان بشرط ناطق دوسرے کی مثال حیوان بشرط لاناطق تیسرے کی مثال مطلق حیوان جس کے ساتھ ان دونوں شرطوں سے کوئی نہیں۔ اس تیسرے پر خصوص کے احکام بھی جاری ہوتے ہیں۔ اور عموم کے بھی مثلاً زید مر جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ حیوان مر گیا اگر حیوان کے تمام افراد انسان وغیرہ مر جائیں تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ حیوان مر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ

مرتبہ موہم اجتماع نقیضین کو ہے۔ مثلاً کہہ سکتے ہیں کہ حیوان زندہ بھی ہے اور نہیں بھی زندہ اس لئے کہ زید زندہ ہے
اور نہیں اس لئے کہ عمرو مرگیا ہے۔ کیونکہ جب خصوص عموم دونوں کے احکام اس میں جاری ہوتے ہیں۔ تو ایک
فرد کا ایک حکم اور دوسرے کا دوسرا حکم دونوں اس پر جاری ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں محض عموم کا
محل ہوتا ہے۔ بہت علماء وہاں اس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ بشرط لا شئی کو لیتے ہیں۔ مثلاً جب کسی شئے کی تعریف
یا تقسیم کرنی ہو۔ تو معروف کو یا مقسم کو کس مرتبہ میں اعتبار کریں گے؟ میرزاہد وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ بشرط لا دوسرا مرتبہ
معتبر ہوگا۔ اور قاضی مبارک وغیرہ کہتے ہیں۔ بشرط لا تجرد کا مرتبہ ہے۔ جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور قضیہ طبعیہ میں
حکم افراد کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ اس لئے تقسیم وغیرہ کے موقع پر بشرط لا معتبر نہیں۔ بلکہ یہی تیسرا مرتبہ لابشرط
شئی معتبر ہوگا۔ اور موضوع علم جس کے عوارض ذاتیہ سے علم میں بحث ہوتی ہے۔ اس میں بھی یہی نزاع ہے
بلکہ ہر عموم کے محل میں یہی جھگڑا ہے۔ میری تحقیق اس میں کچھ اور ہے۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں خلاصہ
اس کا یہ ہے۔ کہ فریقین کی نزاع لفظی ہے۔ جیسے کلی کے مقابلے فرد۔ شخص میں فرق کرتے ہیں۔ کہ فرد میں قید
تقیید دونوں داخل ہوتی ہیں۔ جیسے مطلق مقید اور حصہ میں صرف تقیید داخل ہوتی ہے۔ جیسے ضرب زید اور
شخص میں دونوں خارج ہوتی ہیں۔ جیسے زید اس طرح بشرط لا میں اگر قید عنوان میں داخل ہو۔ اور معنون سے
خارج ہو تو اس صورت میں عموم کے موقع پر بشرط لا معتبر ہونا چاہیے۔ کیونکہ عموم کے موقعہ پر خصوصی
احکام سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ لابشرط شئے کی ضرورت ہو۔ بلکہ صرف عمومی احکام کے افراد کی طرف منتقل
ہونے کی ضرورت ہے۔ سو یہ اس صورت میں حاصل ہے اگر لابشرط شئے کا اعتبار کریں۔ تو اس میں دلالت
تضمنی کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ لابشرط شئی خصوصی احکام کا بھی محتمل ہے۔ جو عموم کے موقعہ پر معتبر نہیں
اور اگر بشرط لا میں قید عنوان معنون دونوں میں داخل ہو۔ تو یہ تجرد کا مرتبہ ہے تو اس صورت میں
عموم کے موقعہ پر لابشرط شئی معتبر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس وقت بشرط لا کے احکام افراد کی طرف
منتقل نہیں ہوں گے۔ جیسے الحیوان جنس والانسان نوع وغیرہ۔ خیر فریقین کی نزاع کا ذکر تو
یہاں بالتبع تھا۔ ہمارا اصل مقصد کلی کے تین مراتب کی توضیح ہے۔ سو اس تفصیل سے کافی ہو چکی
ہے۔ اب علم کو لیجئے۔ یہ بھی ایک کلی ہے اس کے لئے بھی یہی تین مرتبے ہیں۔ بشرط شئی تو ایک معین
شئے کا علم ہے۔ جیسے قیامت کا علم یا کسی کی موت کا علم وغیرہ اور لابشرط شئی نفس علم جس

میں احتمال ہے۔ کہ بعض کا علم ہو یا کل کا ہو گویا قضیہ مہملہ کا موضوع ہے جو جزئیہ کی قوت میں ہے کیونکہ بعض ہر صورت میں ضروری ہیں۔ اگر بعض ہوئے تو ظاہر ہے اگر کل ہوئے۔ تو اس کے ضمن میں بعض آگئے یہی مطلق الشیٔ ہے اور بشرط لاشیٔ کل اشیاء کا علم ہے۔ جو قضیہ کلیہ کا موضوع ہے اوپر کی تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اشیاء کا علم ہے۔ نہ کل کا پس آپ کا علم مطلق العلم تھا۔ نہ العلم المطلق ہاں یہاں یہ شبہ ہوتا ہے۔ کہ ہمارا علم بھی مطلق العلم ہے تو پھر آپ میں اور ہم میں کیا فرق ہوا اس کا جواب یہ ہے۔ چونکہ مطلق العلم میں چونکہ علم بالوحی بھی داخل ہے۔ اس لئے آپ اور ہم میں فرق ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (پ ۱۶ ع ۳) ترجمہ۔ کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ صرف میری طرف وحی ہوتی ہے۔

اس آیت سے حضوری اور حصولی کا سوال بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ جب آپ ہماری طرح بشر ہیں۔ اور ہمارا علم اپنے نفس اور اس کے صفات سے حضوری ہے اور دیگر اشیاء سے حصولی ہے۔ تو آپ کا بھی اس طرح ہو گا۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ باطن کی زیادہ صفائی ہونے کی وجہ سے آپ کو بذریعہ وحی بھی علم ہوتا تھا ہمیں نہیں ہوتا۔ مگر زیادہ صفائی انسان کو بشریت سے خارج نہیں کرتی۔ چنانچہ آیت مذکورہ اس کی شاہد عدل ہے۔ اور عقلاً بھی یہی بات صحیح ہے کیونکہ زیادہ صفائی کے صرف یہ معنی ہیں۔ کہ قوائے نفسانیہ پر قوت عقلیہ کا پورا تسلط ہو۔ اگر کسی وقت خواہش نفسانیہ سر اٹھائے۔ تو اس کو دبا سکے۔ پھر اس کے مختلف مراتب ہیں۔ اور انبیاء علیہ السلام اس کے اعلیٰ مرتبہ پر ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء علیہم السلام میں بھی تفاوت ہے۔ آنحضورؐ سب سے فوق ہیں۔ ہاں اگر زیادتی صفائی کا یہ معنی ہوتا۔ کہ خواہشات نفسانیہ کا وجود ہی نہ ہو نہ دیگر لوازم بشریہ ہوں جیسے فرشتوں کا حال ہے تو پھر بشریت کی نفی ممکن تھی۔ مگر یہ آیت مذکورہ کے خلاف ہے اور واقعات کے بھی خلاف ہے مثلاً آپ میں بھول چوک تھی۔ آپ کھاتے پیتے بھی تھے۔ آپ نے شادیاں بھی کیں آدم کی اولاد تھے۔ آپ کے ماں باپ بھی تھے اور بدستور بشریت پیدا ہوئے۔ اولاد بھی جو نسلاً بعد نسل بدستور بشریت بڑھی۔ جو اس وقت ہمارے سامنے پوری بشریت کے موجود ہے اور

ہمارے ان کے آپس میں پوری بشریت کے تعلقات ہیں۔ بایں ہمہ اگر کوئی بھی کہتا جائے کہ وہ بشر نہیں تو اس کی مثال اس کوے کی ہے کہ جو کہتا جائے کہ میں کالا نہیں۔ سچ ہے ؎

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

نوٹ۔ علم حضوری اسے کہتے ہیں کہ جس شئے کا علم ہو وہ خود قوت مدرکہ کے سامنے ہو اور حصولی اسے کہتے ہیں کہ جس کا علم ہے وہ خود سامنے نہیں۔ بلکہ اس کی صورت یا اس کا عکس قوت مدرکہ میں حاصل ہو جیسے شیشہ میں زید کا عکس ہوتا ہے۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۲۰۹

آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کا مطلب

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات نہیں تھا تو آیت کریمہ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ أَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الآیۃ (جن) کا کیا مطلب ہے اور آیت میں استثناء اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ متصل ہے یا منقطع، اور آیت میں اضافت عَلٰی غَیْبِہٖ کونسی اضافت ہے۔ عہدی یا استغراقی یا جنسی اور یہاں غیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم بذریعہ وحی تھا نہ کہ کل کا۔ ہاں یہ بات باقی رہی کہ بذریعہ وحی جو علم حاصل ہو اس کا نام علم غیب رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ سو اس کے متعلق پہلے سوال کے جواب میں تفصیل ہو چکی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا نام علم غیب ہو یا نہ آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ أَحَدًا میں مستثنیٰ منہ میں من ارتضیٰ من رسول مستثنیٰ۔ داخل ہے۔ پس استثناء متصل ہو گی۔ شاید کہا جائے کہ استثناء متصل کے یہ معنی ہیں کہ مستثنیٰ منہ کا حکم یہاں اظہار علی الغیب (غیب پر مطلع کرنا) کی نفی ہے۔ اس سے مستثنیٰ کو خارج کیا ہے۔ تو اظہار علی الغیب اس کے لئے ثابت ہو گیا۔ اور اظہار علی الغیب کو غیر پر مطلع ہونا لازم ہے اور غیب پر مطلع ہونا ہی علم غیب ہے۔ پس استثناء متصل ہونے کی صورت میں ضروری ہے کہ اس کا نام علم غیب ہو۔ اس

کا جواب یہ ہے کہ جو اس کا نام علم غیب نہیں رکھتے ان کے نزدیک صرف علم غیب پر مطلع ہونا علم غیب نہیں بلکہ ان کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ کسی کے بتلانے سے نہ ہو۔ دلیل ان کی یہ آیت کریمہ ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ جو پہلے سوال کے جواب میں گزر چکی ہے۔ اس میں مطلقاً علم غیب کی نفی غیر سے کردی ہے خواہ رسول ہو یا اور اور خواہ علم کلی ہو یا جزئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ بذریعہ وحی علم ہوتا ہے اس کا نام علم غیب نہیں۔ اس کے علاوہ نور الانوار اصولِ فقہ حنفیہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ مستثنیٰ میں کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے مستثنیٰ منہ کے حکم کا اس لئے نہ اثبات ہوتا ہے نہ نفی ملاحظہ ہو نور الانوار بحث اقسام کا بیان ص۲۴ پس یہ کہنا کہ اظہار علی الغیب کی نفی سے مستثنیٰ کو خارج کیا۔ تو اظہار علی الغیب ان کے لئے ثابت ہو گیا۔ اصول فقہ حنفیہ کی رو سے غلط ہے اور اپنے اصول سے ناواقفی پر مبنی ہے ہاں شافعیہ کے اصول سے مستثنیٰ میں حکم ثابت ہوتا ہے۔ مگر حنفیہ کو یہ مفید نہیں۔ پس ان کو کسی اور دلیل سے ثابت کرنا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی جو کچھ علم ہوتا ہے۔ اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ تفصیل استثناء متصل کی بنا پر ہے۔ اور اگر منقطع بنائی جائے تو پھر معاملہ اور صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ استثناء منقطع میں مستثنیٰ منہ میں مستثنیٰ داخل نہیں ہوتا۔ تو بذریعہ وحی حاصل شدہ علم کا نام علم غیب کس طرح ثابت ہو گا۔

اگر کہا جائے استثناء میں اصل متصل ہے نہ منقطع پس اس کو استثناء منقطع بنانا ٹھیک نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک استثناء متصل اصل ہے مگر یہاں استثناء منقطع کا قرینہ موجود ہے وہ یہ کہ اس کے بعد کی عبارت فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا میں ف کو بعض سببیہ بتاتے ہیں۔ لیکن سببیت کے معنی واضح نہیں۔ ہاں من ارتضیٰ کا من شرطیہ یا موصولہ متضمن معنی شرط بنا لیا جائے اور ف جزائیہ تو یہ بالکل ٹھیک ہے اور اس کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ۔ اے پیغمبر تو ان پر داروغہ نہیں۔ لیکن جو شخص پھر جائے اور کافر ہو جائے۔ پس خدا اس کو بہت بڑا عذاب دے گا اس آیت میں الا استثناء منقطع ہے اور آیت اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى بھی اس قسم کی ہے۔ پس اس کو استثناء منقطع بنانا ہی ٹھیک ہے رہا عَلٰى غَيْبِهٖ کی اضافت کے متعلق سوال کہ یہ کیسی ہے سو اس کا جواب

بھی نمبر اول میں نکل سکتا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم بذریعہ وحی تھا تو معلوم ہوا کہ یہ اضافت جنس ہے کیونکہ جنس ایک فرد میں بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ میں بھی اور عہد ذہنی بھی ہو سکتی ہے عہد خارجی اور استغراقی نہیں ہو سکتی استغراقی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مغیبات کا علم نہیں۔ اور عہد خارجی اس لئے کہ رسول کو کسی معین شے کی وحی نہیں ہوتی۔ بلکہ حسب ضرورت کبھی شئے کی وحی ہوتی ہے کبھی کسی شئے کی۔ ہاں بایں معنیٰ عہد خارجی ہو سکتی ہے کہ غیب کی دو قسمیں کر دی جائیں ایک وہ جس کو مخلوق میں سے بھی کوئی جانتا ہو جیسے ہر ایک کا مافی الضمیر غیب ہے۔ مگر وہ خود جانتا ہے (دوم) مخلوق میں سے بغیر اطلاع خداوندی کوئی نہیں جانتا اور اضافت سے اس خاص کی طرف اشارہ ہو پس اس معنیٰ سے یہ اضافت عہد خارجی ہو سکتی ہے۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۱۲

پیشنگوئی خبر غیب ہے یا نہیں؟

سوال :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کے واقعات امت کو بتلائے ہیں۔ وہ مغیبات ہیں یا نہیں؟

جواب :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئندہ کے واقعات امت کو بتلائے ہیں۔ وہ مغیبات ہیں مگر اس سے تو بجائے علم غیب ثابت ہونے کے الٹا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر امت بھی عالم الغیب ہو گئی۔ اگر کہا جائے کہ امت عالم الغیب اس لئے نہیں۔ کہ ان کو نبی نے بتایا ہے تو اس پر کہنا والا کہہ سکتا ہے کہ نبی کو وحی نے بتایا ہے پس نبی بھی عالم الغیب نہ رہا۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۲۱۳

آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ الآیہ کا مطلب

سوال :۔ آیت کریمہ۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ الآیۃ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ الآیۃ کے قبل نازل ہوئی یا بعد؟ دوسرے علم بالشئی

لا یستلزم القدرۃ علیک مافی قصۃ احد فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عالما بانکسار المسلمین لو ریادھا کما فی کتب السیر مع انہ لم یقدر علی ردما قدرہ اللہ رجل جم ۲ ص ۲۱۷ ایضا فیحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب

تیسرے آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ - یہاں لو شرطیہ ہے۔ تو وقوع جزا شرط کو مستلزم ہے یا نہیں! اور یہ آیت قیاس اقترانی ہوسکتی ہے یا نہیں! اگر ہے تو آپ بصورت قیاس اقترانی اور منطق آپ اس کو بیان فرمائیں!

جواب پہلی آیت سورۃ اعراف کی ہے۔ اور دوسری سورۃ جنّ کی دونوں سورتیں مکی ہیں۔ تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ اعراف جنّ سے پہلے اتری ہے۔ اور ایک قول کی بنا پر آیت وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ مدینہ میں اتری ہے۔ اور ایک قول کی بنا پر وَاسْأَلْهُمْ سے لے کر وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ تک مدینہ میں اتری ہے ملاحظہ ہو اتقان ص ۱۳ اور تفسیر جامع البیان میں ایک قول وَاسْأَلْهُمْ سے وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ تک مدنی ہونے کا نقل کیا ہے۔ مگر اس کو قیل کے ساتھ نقل کیا ہے خیر اگر یہ قول صحیح ہو تو پھر آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ بھی مدنی ہوگی۔ کیونکہ یہ وَاسْأَلْهُمْ اور وَأَعْرِضْ کے درمیان ہے۔ اس صورت میں آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ پہلے ہوگی۔ مگر اس پہلے ہونے سے سائل کا اگر یہ مقصود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے غیب نہیں تھا۔ پیچھے ہوگیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آیت فَلَا يُظْهِرُ سے علم غیب کلی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی بعض باتوں کا اظہار نبی پر کردیتا ہے۔ سو اس سے کسی کو انکار نہیں۔ چنانچہ پہلے سوال میں ذکر ہوچکا ہے۔

اس کے علاوہ آیت کریمہ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ سورۃ نمل کی آیت ہے اور نمل سورۃ جن کے بعد اتری ہے۔ چنانچہ تفسیر اتقان کے ص ۱۵ میں اس کی تصریح ہے پس آیت قُلْ لَا يَعْلَمُ آیت فَلَا يُظْهِرُ کے بعد نازل ہوئی۔ اور اس کے علاوہ دیگر آیات و واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا صرف بذریعہ وحی جس بات کا آپ کو پتہ لگ گیا۔ اس کا علم ہے۔ باقی باتوں میں آپ دیگر انسانوں کی طرح بے خبر تھے

چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں بیان ہو چکا ہے۔ اور بخاری ص ۹۷۴ جلد ۲ میں حدیث ہے کہ کئی لوگ حوض کوثر پر آئیں گے۔ فرشتے ان کو ہٹا دیں گے۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے آدمی ہیں۔ ان کو کیوں ہٹایا جاتا ہے؟ میرے جواب میں کہا جائے گا۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ یعنی تجھے علم نہیں۔ کہ انہوں نے تیرے بعد دین میں کیا کچھ بدعات پیدا کیں۔ پھر میں کہوں گا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ یعنی لعنت ہو اس شخص کے لئے جس نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ آپ کو وفات کے بعد بھی علم غیب نہیں۔ چہ جائیکہ زندگی میں ہو۔ ان آیتوں کے پہلے پیچھے ہونے کا سوال یہاں لایعنی سا ہے۔ جس کا کچھ نتیجہ نہیں۔ اس طرح مسئلہ علم بالشئی قدرت کو مستلزم نہیں۔ اس کا تذکرہ بھی بے محل ہے۔ بلکہ سائل کو مضر ہے۔ ہم تفسیر جمل کی پوری عبارت نقل کئے دیتے ہیں۔ اس طرح ناظرین پر حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

قولہ۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ الخ لِقَائِلٍ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الشَّخْصُ عَالِمًا بِالْغَيْبِ لٰكِنْ لَا يَقْدِرُ عَلٰى دَفْعِ السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ اِذَا الْعِلْمُ بِالشَّيْءِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْقُدْرَةَ عَلَيْهِ كَمَا فِيْ قِصَّةِ اُحُدٍ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِانْكِسَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِرُؤْيَا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِيْ كُتُبِ السِّيَرِ مَعَ اَنَّهٗ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى رَدِّ مَا قَدَّرَهُ اللّٰهُ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ اسْتِلْزَامَ الشَّرْطِ لِلْجَزَاءِ لَا يَلْزَمُ اَنْ يَّكُوْنَ عقليا ولا كليا بَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ كَذَا اُوْرِيَ فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ وَقَدْ جَاءَتْ فِي الصَّحِيْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ الْجَمْعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْلِهٖ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ قُلْتُ يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ قَالَهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ وَالْاَدَبِ الْمَعْنٰى لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اَنْ يُّطْلِعَنِيَ اللّٰهُ وَيُقَدِّرَهٗ لِيْ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّطْلِعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْغَيْبِ فَلَمَّا اَطْلَعَهُ اللّٰهُ اَخْبَرَ بِهٖ كَمَا قَالَ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ اَوْ يَكُوْنُ خَرَجَ هٰذَا الْكَلَامُ مَخْرَجَ الْجَوَابِ عَنْ سُؤَالِهِمْ

ثُمَّ بَعْدَ ذَالِكَ اَظْهَرَهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى اَشْيَاءٍ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ فَاَخْبَرَ عَنْهَا لِيَكُوْنَ ذَالِكَ مُعْجِزَةً لَهٗ وَدِلَالَةً عَلٰى صِحَّةِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱ خازن تفسیر جمل جلد ۲ صفحہ ۲۵۸)

ترجمہ آیت کریمہ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ پر کوئی یوں اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ یہ کیوں جائز نہیں کہ ایک شخص کو غیب کی بات کا علم ہو۔ مگر خیر شر کے حاصل یا دفع کرنے کی اس کو قدرت نہ ہو کیونکہ علم قدرت کو نہیں۔ چنانچہ جنگ احد کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست کا علم[1] تھا۔ بوجہ خواب کے جو آپ نے دیکھی جیسے کتب سیر میں ہے۔ مگر باوجود اس کے تقدیر الٰہی کو رد نہیں کر سکے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جزاء کا شرط کو لزوم ضروری نہیں۔ کہ عقلی ہو یا کلی ہو۔ بلکہ جائز ہے۔ کہ لزوم فی بعض الاوقات ہو۔ اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی غیب کی باتوں کی خبر دی ہے۔ اور اس بارہ میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات سے ہے اور یہ آیت اس کی نفی کر رہی ہے۔ پس ان دونوں میں موافقت کس طرح ہوگی؟ میں کہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میں غیب جانتا ہوتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا۔ اور مجھے برائی نہ پہنچتی۔ یہ بطور تواضع اور ادب کے ہو مطلب یہ ہو کہ میں غیب نہیں جانتا۔ مگر یہ کہ خدا مجھے مطلع کر دے اور میرے لئے مقدر کر دے اور احتمال ہے کہ آپ کا یہ کہنا اطلاع علی الغیب سے پہلے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کی خبر کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا الاٰية یا یہ کلام وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ کفار کے سوال کے جواب میں واقع ہوئی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کئی غیب کی اشیاء پر مطلع کر دیا۔ پس ان کی خبر دی تاکہ یہ آپ کا معجزہ بن کر آپ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلیل ہو جائے۔

اس عبارت میں دو اعتراض کئے ہیں۔

---

[1] یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ آپ کو خواب میں جنگ احد کی تعیین نہیں بتلائی گئی نہ کسی روایت میں یہ آیا ہے بلکہ یہ خواب حدیبیہ والے خواب کی قسم کا ہے جس کا ذکر سورۃ فتح کے اخیر رکوع میں ہے ۱۲۰

ایک یہ کہ علم کو قدرت لازم نہیں۔ تو شرط و جزاء میں لزوم نہ ہوا۔ حالانکہ لزوم ضروری ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ یہ آیت آپ سے غیب کی نفی کرتی ہے حالانکہ آپ نے مغیبات سے خبر دی ہے چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔

پھر ہر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے کہ

لزوم فی بعض الاوقات کافی ہے۔ لزوم فی بعض الاوقات کی صورت یہ ہے کہ انسان کو خدا نے مکلف بنایا ہے نیکی بدی کی قدرت دی ہے۔ کسب معاش کرتا ہے۔ اپنی ضروریات کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اس قسم کی قدرت سب انسانوں کو حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے۔ پس قدرت کے ساتھ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر و شر کا علم ہوتا۔ تو بہت سی خیر آپ جمع کر لیتے اور برائی سے بچ جاتے یہی وجہ ہے لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ بہت سی خیر جمع کر لیتا۔ فرمایا لَاسْتَوْعَبْتُ الْخَيْرَ۔ (تمام خیر جمع کر لیتا) نہیں فرمایا۔ کیونکہ تمام خیر اس وقت جمع ہو سکتی ہے جب ہر شے پر قدرت ہوتی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کو ہر شے پر قدرت ہے۔ اور اس وقت لزوم کلی ہوتا ہے۔ نہ لزوم فی بعض الاوقات فتأمل فیہ[1] (فتاویٰ اہلحدیث جلد اول ص ۲۱۳)

لو وقوع جزاء و شرط کو مستلزم ہے یا نہیں؟

[1] اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں لزوم فی بعض الاوقات سے اگر مخصوص زمانہ مراد ہو۔ مثلاً نزول وحی سے لیکر اس آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کے اترنے تک یا کم و بیش جس میں اتنا استکثار خیر ہو کہ علم غیب نہ ہونے کی حالت میں اتنا نہ ہو سکے تو اس صورت میں اس کو لزوم کلی کا مقابل بنانا ٹھیک نہیں۔ اور اگر مطلق بعض زمانہ مراد ہو تو یہ لو کے معنی کے خلاف ہے۔ کیونکہ لو سے انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم پر استدلال ہوتا ہے اور مطلق بعض زمانہ مراد ہونے کی صورت میں لزوم جزئی ہوگا۔ اور لزوم جزئی کی صورت میں انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم ضروری نہیں مثلاً قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا میں لزوم جزئی ہے اس میں انتفاء لازم انسان سے انتفاء ملزوم (حیوان) ضروری نہیں اس لئے اس جگہ لو کان الشئ حیوانا کان انسانا کہنا غلط ہے پس اس طرح آیت زیر بحث کو بھی لینا چاہئے۔ پس صحیح جواب یہ ہے کہ یہاں لزوم کلی ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ جو قدرت عموماً ہر انسان کو حاصل ہے اس قدرت کے ساتھ اگر آپ کو خیر و شر کا پورا علم ہوتا تو آپ بہت سی خیر جمع کر لیتے اور شر سے بچ جاتے۔ اور یہ لزوم کلی ہے نہ فی بعض الاوقات۔ کیونکہ اس قسم کی قدرت کے ساتھ جب پورا علم بھی ہو تو پھر استکثار خیر اور احتراز شر سے کیا رکاوٹ ہے؟ اور اس جواب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس آیت میں پورے علم کی نفی ہے یعنی تمام اشیاء کا علم نہیں بعض کا ہو تو ہو پس آپ کا مغیبات سے خبر دینا چنانچہ احادیث میں آیا ہے اور آپ کا بذریعہ وحی غیب پر مطلع ہونا جیسا کہ آیت کریمہ فَلَا يُظْهِرُ سے ثابت ہوتا ہے یہ اس آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کے خلاف نہیں پس تفسیر جمل میں جو بحوالہ تفسیر خازن دوسرے اعتراض کے تین جواب دیئے ہیں۔ ان کی بھی ضرورت نہ رہی اور آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ اور آیت فَلَا يُظْهِرُ میں تقدم تاخر کی بحث بھی اس محل میں بیکار ہو گئی۔

سوال:۔ اس آیت میں لَوْ شرطیہ ہے کیا لَوْ وقوع جزا و شرط کو مستلزم ہے یا نہیں اور یہ آیت قیاس اقترانی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو آپ بصورت قیاس اقترانی در منطق اس آیت کو بیان فرمائیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے تین جواب دیئے ہیں۔

ایک یہ کہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت آپ کو بعض غیب کی باتوں کا علم تھا۔ مگر آپ نے بطور تواضع کے کلی طور پر علم غیب کی نفی کر دی۔

دوم یہ کہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت اگرچہ آپ کو کسی غیب کی بات کا علم نہ تھا۔ پھر خدا نے آپ کو بعض باتوں کی خبر دی۔ جیسے آیۃ فَلَا يُظْهِرُ سے ظاہر ہے

سوم یہ کہ آپ کا لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنا اپنے طور پر نہیں۔ بلکہ کفار کے سوال کے جواب میں ہے اس وقت آپ کو کسی بات کی اطلاع نہ تھی۔ جب اس کے بعد خدا نے آپ کو بذریعہ وحی بعض باتوں کی خبر دی۔ تو یہ آپ کی نبوت کی دلیل بن گئی۔

پہلے اعتراض کے جواب سے دو باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ آپ کو خدائی اختیارات نہ تھے۔ بلکہ جیسے اور انسانوں کی قدرت ہے۔ اس طرح کی قدرت آپ کی تھی۔ (دوم) یہ کہ آپ کو تمام باتوں کا علم نہ تھا۔ ورنہ اس قدرت کے ساتھ بہت سی بھلائی جمع کر لیتے اور برائی سے بچ جاتے۔

دوسرے اعتراض کے تینوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ آپ کو بذریعہ وحی بعض پوشیدہ باتوں کا علم حاصل ہے خواہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کہنے کے وقت ہو اور بطور تواضع کے کلی پر نفی کر دی۔ ہو اور خواہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ کہنے کے بعد ہوا ہو۔ اور بعد ہونے کی صورت میں خواہ کلام کفار کے سوال کا جواب ہو یا اپنے طور پر۔

خلاصہ یہ کہ دونوں اعتراضوں کے جوابوں سے توحید کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں وہ یہ کہ نہ آپ کو خدائی اختیارات حاصل ہیں۔ نہ آپ کو علم غیب ہے۔ بجز اس کے کہ کوئی بات آپ کو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی معلوم کرا دے۔

غرض تفسیر جمل کی عبارت فریق مخالف کو مفید نہیں۔ بلکہ نہی پر حجت ہے۔ مگر وہ بے سمجھے بن سوچے پیش کر رہے ہیں۔ اور عموماً ان کی یہی حالت ہے خدا ان کو سمجھ دے آمین۔

برہا شرط وجزا کے وقوع کا مسئلہ اور یہ مسئلہ کہ آیت قیاس اقترانی ہو سکتی ہے یا نہیں. سواب دونوں کی تفصیل سنیئے

تفصیل اول عموماً یہ مشہور ہے کہ شرط وجزا کا وقوع ضرور نہیں. حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے اور وہ یہ کہ کلمات شرط کئی ہیں کسی میں وقوع ضروری ہے. کسی میں وقوع ضروری نہیں مثلاً اِذَا میں وقوع ضروری ہے اِن میں ضروری نہیں اہل عربیت کے نزدیک اِن مشکوک کے لئے ہے اور چونکہ اِن شرط میں اصل ہے اور مشہور ہے. اس لئے یہ بات مشہور ہوگئی. کہ شرط جزا کا وقوع ضروری نہیں. حالانکہ ضروری بھی ہے اور نہیں بھی. لَو میں عدم وقوع ضروری ہے. نورالانوار میں ہے:۔

وهو بمعنی الماضی بمعنی ان انتفاء الجزاء فی الخارج فی الزمان الماضی بانتفاء الشرط کما هو عند اهل العربیة او ان انتفاء الشرط فی الماضی لاجل انتفاء الجزاء کما هو عند ارباب المعقول (نورالانوار مبحث حروف شرط ص۱۴۰)

ترجمہ:۔ لَو اہل عربیت کے نزدیک انتفاء جزا کے لئے ہے بوجہ انتفاء شرط کے اور ارباب معقول کے نزدیک انتفاء شرط کے لئے ہے. بوجہ انتفاء جزا کے قرآن مجید میں دونوں طرح استعمال ہوا ہے. آیت کریمہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ارباب معقول کے موافق ہے. اس طرح آیت کریمہ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (پ۴ رکوع ۷) اہل عربیت کے موافق آئی ہے. یعنی اگر تو سخت زبان سخت دل ہوتا ہے تو یہ لوگ تیرے ارد گرد سے منتشر ہو جاتے۔

اس طرح آیت کریمہ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ (پ۵ ع ۶) اہل عربیت کے موافق ہے یعنی اگر ہم ان پر لکھتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر دیا اپنے گھروں سے نکل جاؤ. تو وہ یہ کام نہ کرتے مگر ان سے تھوڑے۔

نوٹ:۔ لَو اہل عربیت کے موافق عربی محاورات میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے. اس لئے اہل عربیت نے اس معنی کو اختیار کیا ہے اور ارباب معقول کا مقصد چونکہ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم پر استدلال کرنا ہے. اس لئے ان کے نزدیک دوسرا معنی معتبر ہے۔

تفصیل دوم آیت کریمہ کی ظاہر صورت تو قیاس استثنائی کی ہے. اگر قیاس اقترانی بنانا چاہیں تو شکل ثانی کی صورت میں بن سکتا ہے. ہم قیاس استثنائی اور قیاس اقترانی دونوں کا ذکر کرتے

ہیں۔ مگر پہلے تھوڑی سی تمہید سن لیں۔

تمہید قیاس استثنائی میں اگر مقدمہ موضوعہ متصلہ ہو تو اس ملازمہ کلیہ شرط ہے اور قیاس اقترانی کی شکل ثانی میں اختلاف مقدمتین فی الکیف اور کلیہ کبریٰ شرط ہے پھر ملازمہ کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور عرفی عقلی جیسے طلوع شمس کو وجود النہار لازم ہے اور عرفی جیسے حاتم طائی کو سخاوت لازم ہے۔ علم الغیب اور استکثار من الخیر کے درمیان بھی عرفی لزوم ہے۔ کیونکہ عموماً دستور ہے کہ جب انسان کو خیر و شر کا علم ہوتا ہے تو وہ خیر کو حاصل کرتا اور شر سے بچتا ہے خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ذات سے خبر دے رہے ہیں۔ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں ایسا کرتا۔ تو علم غیب کی صورت میں اس کا وقوع ضروری ہو گیا۔ ورنہ آپ کی کلام میں کذب لازم آئے گا۔ اور کلمہ لو کا استعمال بے محل ہو جائے گا۔ جس سے خدا اور رسول دونوں پاک ہیں۔ شاید کہا جائے کہ لو، ان، اذا مہملہ کا سور ہیں۔ اور مہملہ جزیہ کی قوۃ میں ہوتا ہے تو پھر ملازمہ کلیہ کس طرح ہوا۔ اس کا جواب یہ کہ لو مجازاً ان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اصول فقہ میں مسائل طلاق وغیرہ میں لکھا ہے (ملاحظہ ہو نور الانوار مبحث حروف شرط ص۱۴۱) اس وقت وہ مہملہ کا سور ہوگا۔ ورنہ وہ اپنے معنی میں مہملہ کا سور نہیں بن سکتا۔ قرآن مجید میں ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اس میں ملازمہ کلیہ ہے اگر ملازمہ کلیہ نہ ہو تو یہ توحید کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اس طرح آیت زیر بحث کو سمجھنا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ لو کا اپنا معنی انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم جو ارباب معقول کے ہاں معتبر ہے ملازمہ کلیہ کو مستلزم ہے اس لئے اس حالت میں مہملہ کا سور نہیں ہوگا۔

قیاس استثنائی۔ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ وَلٰكِنِّي لَمْ أَسْتَكْثِرْ مِنَ الْخَيْرِ وَمَسَّنِيَ السُّوءُ فَلَمْ أَكُنْ أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔

قیاس اقترانی۔ اَنَا لَسْتُ مُسْتَكْثِرًا الْخَيْرِ وَمَسَّنِيَ السُّوءُ وَكُلُّ عَالِمِ الْغَيْبِ مُسْتَكْثِرًا لِّلْخَيْرِ وَلَمْ يَمَسَّهُ السُّوءُ فَاَنَا لَسْتُ عَالِمَ الْغَيْبِ۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۲۲۱

له ملازمہ کلیہ سے مراد لزوم کلی ہے ۱۲۰

آیت وما ھو علی الغیب بضنین کا مطلب

سوال: آیت وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ الایۃ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب اس کا یہ ہے کہ غیب پر آپ بخیل نہیں۔ یعنی آپ کو جو کچھ بذریعہ وحی معلوم ہوتا ہے آپ اس کے پہنچانے میں بخل نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو آگے پہنچا دیتے ہیں۔ جیسے شان نبوت سے ظاہر ہے اس آیت میں وہی غیب ہے جو آیت فَلَا یُظْھِرُ میں مذکور ہے۔

فتاوی روپڑی جلد اول صـ ۲۲۰

علم ما کان وما یکون

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون تھا یا نہیں؟ حالانکہ ایک روایت میں آتا ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا مَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(حدیث مشکوۃ جلد ۱ صـ ۶۹)

اس حدیث سے صریح ظاہر ہے۔ کہ آپ کو علم ما کان وما یکون تھا۔ اور آپ عالم غیب السمٰوٰت والارض تھے

جواب: آپ کو علم ما کان وما یکون نہیں۔ اور حدیث فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْاَعْلٰی سے صرف آسمان و زمین میں موجود اشیاء کا علم کلی معلوم ہوتا ہے۔ جو ہو چکی ہیں یا آئندہ ہونے والی ہے۔ ان کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کی موید بخاری کی حدیث کو شرح بھی ہے۔ جو جواب نمبرہ میں گزر چکی ہے اور آیات و دیگر احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو بعض اشیاء کا علم ہے نہ کہ خدا کی طرح کل اشیاء کا۔ چنانچہ چند اشلہ جواب نمبر ا میں گزر چکی ہیں۔

فتاوی روپڑی جلد اول صـ ۲۲۰، ۲۲۱

خدا تعالیٰ کا علم اور نبی کا علم

سوال: خدا تعالیٰ کے علم اور آنحضور کے علم میں کیا فرق ہے؟

جواب: فرق اوپر معلوم ہو چکا کہ خدا پر کوئی شے مخفی نہیں۔ نہ گذشتہ نہ آئندہ نہ موجودہ اس کے برخلاف رسول کو بہت سی باتوں کا پتہ نہیں۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۲۲۱

خدا تعالیٰ کو عالم الغیب کہنے کی وجہ؟

سوال: خدا کے نزدیک جب کوئی شے پوشیدہ وغائب نہیں ہے۔ تو خدا کو عالم الغیب کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: خدا پر بے شک کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ غیب صرف مخلوق کے لحاظ سے ہے جیسا آیت کریمہ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ میں کلمہ لعل استعمال مخلوق کے لحاظ سے ہے۔

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص۲۲۱

آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کا مطلب

سوال: آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ الآیۃ میں ان پانچ اشیاء کو کیوں خاص کیا گیا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو ان پانچ چیزوں کا علم خصوصی ہے؟ اور باقی اشیاء کا نہیں ہے؟

جواب: ان پانچ کے علاوہ دیگر غیب بھی خدا کا خصوصی علم ہے پانچ کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا ہے کہ ان پانچ کی علامات بہت ہیں۔ قیامت کی علامات احادیث میں بکثرت آتی ہیں۔ بارش کے لئے موسم مقرر ہونا خاص ہے۔ خاص قسم کی ہوا کا چلنا۔ بجلی کا چمکنا بادل کا گرجنا یہ سب علامات ہیں۔ اسی طرح انسان کی رہائش گاہ ایک جگہ ہونا اور ہمیشہ اس جگہ آمد و رفت یہ اس کی علامات ہیں۔ کہ موت اسی جگہ ہے

اور انسان کا مصمم ارادہ ہونا کہ میں کل فلاں کام کروں گا۔ اور اس کے لئے پوری دنیا اور اس کا سامان کرنا اس بات کی علامت ہے۔ کہ کل یہی کام ہوگا۔ اور جو رحم میں ہے اس کی گیارہ بارہ علامات اطبا اور ڈاکٹروں نے لکھی ہیں۔ کہ ایسا ہو تو لڑکا ہوگا۔ اور ایسا ہو تو لڑکی وغیرہ مگر باوجود ان سب علامات کے کسی کو ان پانچ چیزوں کے متعلق پورا علم نہیں ہو سکتا۔ بہت دفعہ خیال کچھ ہوتا ہے۔ اور ہو کچھ جاتا ہے۔ جب ان اشیا کا یہ حال ہے جن کی بکثرت علامات موجود ہیں۔ تو جن کی علامات سرے ہی سے نہیں یا بہت کم ہیں ان کا علم بطریق اولیٰ مخلوق کو نہیں ہو سکتا۔ جیسے خدا کی ذات کی حقیقت کا علم کہ آئندہ وہ کیا پیدا کرنے والا ہے۔ اور پہلے کیا پیدا کر چکا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۲۳ ع ۲)

فتاویٰ روپڑی اہلحدیث جلد اول ص ۲۲۵

معراج جسمانی کا منکر مسلمان ہے یا کافر؟

سوال ۔ ایک آدمی کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں ہوا۔ صرف بذریعہ خواب معراج ہوا ہے اور عذاب قبر کوئی نہیں۔ منکر نکیر سوال و جواب نہیں کریں گے نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ نہیں کرتے تھے۔ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ حضرت عزیرؑ دوبارہ زندہ نہیں ہوئے تھے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان ہے یا کافر ہے؟

جواب ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی حالت میں ہوا۔ جو شخص معراج جسمانی نہ مانے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ اس کی امامت درست نہیں۔ معراج جسمانی کے ثبوت میں میرا ایک رسالہ ہے جو اس وقت ختم ہے اس کا ملخص مولانا ابو السلام محمد صدیق صاحب سرگودھا نے رسالہ کی شکل میں چھاپ دیا ہے

فتاویٰ روپڑی

غیر اللہ کا نعرہ لگانا کیسا ہے؟

سوال۔ یارسول اللہ یا شیخ عبدالقادر، یا علی مولیٰ کے نعرے لگانا جائز ہیں یا نہیں۔

سائل شاد الحمید حسین۔ بوڑیا بازار کراچی

جواب۔ یارسول اللہ دیا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ دیا علی مولے مشکل کشا وغیرہ نعرے لگانا شرک ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الآیۃ اپنے رب کو پکارو فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکارو۔ یا حرف ندا کا ہے جو مخاطب کے لئے بولا جاتا ہے یعنی جو سامنے حاضر ہو۔ حضرت رسول اکرمؐ و شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت دنیا میں حاضر و موجود نہیں ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ غرض غیر اللہ کو مثل اللہ کے پکارنا شرک ہے اس سے انسان مشرک ہو جاتا ہے فقط

خادم شریعت رسول الابرار ابو محمد عبدالغفار نائب مفتی محکمہ۔ شرعیہ الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ رمضان ۱۳۶۹ھ جلد ۲۰ نمبر ۱۲

کیا غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ تعظیمی سجدہ پیر و مرشد کو جائز ہے کہ نہیں قائلین بالجواز کے یہ دلائل ہیں (۱) آدمؑ کو فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ (۲) یوسف علیہ السلام کو والدین اور اس کے بھائیوں کا سجدہ کرنا (۳) موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کا سجدہ کرنا۔ (۴) کتاب الرؤیا مشکوٰۃ شریف فصل ثانی میں حدیث ابن خزیمہ بن ثابت اپنے چچا ابو خزیمہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے خواب آیا کہ آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا صبح آپ کو خواب عرض کیا۔ حکم ہوا کہ صدق رؤیاک

لہ یا حرف ندا کی بہترین مثالیں کتاب ہدایت التبیٰ میں دیکھیں۔

اپنا خوب بجا کرے۔ آپ پیٹ کے پیشانی پر سجدہ کیا گیا۔ آپ مفصل جواب بدلائل صحیحہ باحوالہ کتب جلدی عنایت فرمایئے۔ ثواب عند اللہ حاصل فرمایئے۔

سائل (مولانا) محمد یوسف صاحب مقام سلینہ ضلع فیروزپور پنجاب۔

جواب:۔ صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ سجدہ تعبدی ہو یا تعظیمی بجز باری تعالیٰ کے کسی نبی ولی پیر مرشد وغیرہ کے لئے جائز نہیں بلکہ شریعت محمدیہ میں قطعاً حرام ولاجائز وناد رست ہے۔ قائلین یا مجوز کا استدلال دلائل مذکورہ سے کبیت العنکبوت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ نیز فرمایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ آیات مذکورہ بالا میں لام تملیک و تخصیص ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ سجدہ خاصہ خداوندی ہے اور خاصہ حقیقیہ اس کو کہتے ہیں جس کا وجدان دوسری چیز میں مفقود و معدوم ہو خَاصَّةُ الشَّيْءِ مَا يُوْجَدُ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ ملاحظہ ہو حاشیہ کافیہ۔ نیز شرح جامی ص۲۷ میں خاصہ کی تعریف بایں الفاظ مسطور ہے خَاصَّةُ الشَّيْءِ مَا يَخْتَصُّ بِهٖ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ علم معانی میں بھی یہ چیز مشہور و معروف ہے۔ بلغاء عرب وارباب ادب کے نزدیک بھی یہ امر مسلم ہے کہ کسی چیز میں خاصہ کا ہونا اس کے وجود کی نفی فی الغیر کو مستلزم ہے۔ اور کلام عرب میں لام تملیک و لام تخصیص بھی اسی کا مقتضی ہے چنانچہ حاشیہ شرح جامی میں مرقوم ہے خَاصَّةُ الشَّيْءِ ا ه فَسَّرَ الْاِخْتِصَاصَ بِنَفْيِ الْوُجُوْدِ فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اَنَّ النَّفْيَ رَاجِعٌ اِلَى الْقَيْدِ كَمَا هُوَ الْاَعْرَفُ عِنْدَ اَرْبَابِ الْاَدَبِ وَالْاَعْرَفُ فِيْ اِسْتِعْمَالِ بُلَغَاءِ الْعَرَبِ فَيَكُوْنُ وَمَا لَهٗ اَنَّهٗ يُوْجَدُ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ الخ۔ جب سجدہ کا خاصہ خداوندی ہونا قرآن مجید سے بالوضاحت وبالبداہت ثابت ہے اور قرآن مجید کا کتب سماویہ متقدمہ کے لئے ناسخ ہونا مسلم فریقین ہے۔ تو

۱؎ یعنی سجدہ کرنے کے لائق وہی ہے جس کو پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ اور جو خود پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہو اس کو سجدہ نہیں کرنا چاہیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی قبروں یا مزار خانقاہوں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اسی طرح ہم بھی بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں سو یہ غلط ہے اس لئے کہ پہلے دینوں میں سجدہ کرنا درست تھا ہمارے دین میں منع ہو گیا جیسے آدم کے وقت بہن سے نکاح درست تھا اور اب حرام ہے ۱۲۔ امام الہند

واقعات سابقہ وملل منسوخہ سے استدلال کرکے قرآن مجید کے ایک محکم و اٹل فیصلہ کو توڑنا اور منسوخ سے اس کے ناسخ کا مقابلہ کرنا یقینی طور پر اپنی تجہیل و تذلیل کراتا ہے۔

(۱) آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اور اولاد آدم میں بہن بھائی کا نکاح ہو جانا خدائی حکم تھا جس کو بذریعہ شریعت محمدیہ خدا نے منسوخ کر دیا قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ الآیۃ یعنی اے مسلمانو! تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں حرام ہیں پ ۴ سورۂ نساء۔

سجدہ تعظیمی کے قائلین بالجواز کیا واقعۂ آدم علیہ السلام سے بھائی بہن کا آپس میں نکاح کرنا بھی جائز قرار دیں گے؟ وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔ فرشتوں کو خداوند تعالیٰ نے صرف فرمایا تھا کہ آدم کے لئے سجدہ تکریمی و تشریفی بجا لاؤ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ الآیۃ نیز فرمایا فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ نیز فرمایا مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ حدیث میں ہے وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰئِكَتَهٗ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَالْاَحَادِيْثِ پس یہ امرالٰہی کی تعمیل تھی جس کو خاص وقتی حکم کی وقتی تعمیل کہنا چاہیئے اس کے بعد خداوند قدوس نے فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ سب کے سب ایک ذات واحد ہی کے لئے سجدہ بجالاتے ہیں کسی دوسری ہستی کے لئے جائز نہیں سمجھتے چنانچہ سورۂ اعراف پ ۹ میں ارشاد باری ہے اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ آیت ہذا کے آخری جملہ میں جار مجرور کو فعل پر مقدم کیا ہے حالانکہ حق اس کا تاخیر کا تھا جس میں قرآنی فصاحت و بلاغت کے علاوہ صرف ذات واحد ہی کے لئے سجدہ کی خصوصیت کا پورا ثبوت ہے۔ عربیت کا قاعدہ مسلمہ ہے تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ وَالْقَصْرَ۔ ملائکہ نے اطاعت خداوندی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے امتثالاً لامر اللہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ خدا کا حکم ماننا شرک نہیں بلکہ عین عبادت ہے اسی طرح اب ہم کو حکم ہے کہ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ۔ یعنی صرف ذات واحد ہی کے لئے سجدہ بجالاؤ عام اس کے کہ وہ حقیقی ہو یا مجازی، تعبدی ہو یا تعظیمی، تشریفی

مویا تکریمی۔ پس ہمیں بھی چاہیئے کہ خدائی احکام کو بجالاتے ہوئے اسی ذات واحد کے لئے سربسجود رہیں تعظیمی و تکریمی کا حیلہ بہانہ کرکے غیراللہ کے سامنے سرنگوں ہونا پیشانی رکھنا یقیناً شرک حرام ہے کیونکہ سجدہ تعبدی تو آدم علیہ السلام سے لیکر تا این دم ہر شریعت و ملت میں حرام رہا بدلیل قولہ تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ نیز فرمایا کہ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ نیز فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ تحت آیت اول تفسیر ابن کثیر جلد ۶ ص ۲۸۵ میں مرقوم ہے فَكُلُّ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْفِطْرَةُ شَاهِدَةٌ بِذٰلِكَ یعنی ہر نبی مبعوث من جانب اللہ ایک خدا کی عبادت کرانے کے لئے آیا انسانی فطرت بھی اسی کی متقضی و شاہد ہے۔ و بدلیل قولہ تعالیٰ اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ (متفق علیہ)

صرف سجدہ تکریمی جو بطور تحیت و سلام کے تھا ملل سابقہ و امم سابقہ میں جائز تھا جس کو قرآن نے آکر بالکل منسوخ کر دیا۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے یعنی اَنَّ الشَّرَائِعَ وَاِنْ كَانَتْ مُتَعَدِّدَةً مُّخْتَلِفَةً لٰكِنَّ اَصْلَ دِيْنِهِمْ هُوَ التَّوْحِيْدُ وَالطَّاعَةُ وَاحِدٌ۔ یعنی انبیاء سابقین کی شریعتیں گو مختلف و متعدد تھیں مگر عبادت الٰہی توحید و طاعت میں سب متفق تھے۔ حدیث ہذا سے صاف واضح ہے کہ غیراللہ کے لئے عبادۃً سجدہ کرنا کسی شریعت میں جائز نہ تھا۔ تکریماً و اداءً سجدہ سلامی بعض بعض شریعتوں میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ نے آکر اسے بھی منسوخ کر دیا جس سے شائبہ شرک کے جواز کی بھی گنجائش نہ رہی اور پورے طریق سے قائلین بالجواز کی بیخ کنی ہو گئی فللہ الحمد۔

دفع و حل مقدر۔ رہا یہ اعتراض کہ خدا نے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو کیوں سجدہ کروایا فرشتوں نے خدا کا حق آدم کو کیوں دیا یہ بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اس کی صفت ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ اس کی شان ہے يَحْكُمُ

مَا یُرِیْدُ۔ اس کی پہچان سے اُس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں کہ خدایا تو نے یہ کیوں کیا؟ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس کے آگے کسی کو دم زدن کی مجال نہیں۔ عرب کے شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے

وَلَہٗ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ خِلْقَۃٌ   وَکَذٰلِکَ اللّٰہُ مَا شَآءَ فَعَلَ

اگر کوئی کسی کا حق کسیکو بلا اجازت دے بیشک صریح ظلم و بے انصافی ہے مگر حق دار کا اپنی رضامندی سے کسی کو کچھ دینا بھی کیا بے انصافی و ظلم سے تعبیر کیا جائے گا؟ وَلَا یَقُوْلُ بِذٰلِکَ اَحَدٌ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ۔ مالک اپنی ملکیت میں سے جس نوکر کو جو چاہے دے سکتا ہے مگر ایک نوکر دوسرے نوکر اپنے آقا و مالک کی مملوکہ اشیاء میں سے کچھ نہیں دے سکتا چنانچہ آیت مذکورہ بالا کے تحت تفسیر فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۷۱ میں مرقوم ہے وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْمَامُوْرَ بِہٖ ھُوَ السُّجُوْدُ الْحَقِیْقِیُّ اَیْ وَضْعُ الْجَبْھَۃِ عَلَی الْاَرْضِ لَا مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ کَمَا قَالَ السُّیُوْطِیُّ وَھٰذَا السُّجُوْدُ ھُوَ سُجُوْدُ تَحِیَّۃٍ وَتَکْرِیْمٍ لَا سُجُوْدَ عِبَادَۃٍ وَلِلّٰہِ اَنْ یُّکْرِمَ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ مَخْلُوْقَاتِہٖ کَیْفَ یَشَآءُ بِمَا یَشَآءُ یعنی آیت فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ میں دلیل ہے اس امر پر کہ مامور بہ سجدہ حقیقی یعنی زمین پر ماتھا ٹیکنا تھا۔ اس میں بعض الناس کی تاویلات رکیکہ و اقاویل باطلہ کہ آدم علیہ السلام قبلہ رو تھے حقیقت میں سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا یا مراد اس سے مطلق انحناء (جھکنا) حقیقی سجدہ نہیں بالکل غلط اور مخالف قرآن مجید و تصریحات مفسرین و محدثین ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ سجدہ حقیقی و تکریمی تھا تعبدی نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس کا جس طرح چاہے جس چیز کے ساتھ چاہے اکرام کرے کرائے کیونکہ وہ رب العباد اور مالک الاعناق ہے۔ ملل سابقہ میں سجدہ دو معنے کے لئے مستعمل تھا (۱) تعبدی (۲) تکریمی و توقیری

لہ میرے محترم مولانا محمد حیات صاحب قصوری وغیرہ (جو پنجاب کے مشہور و بزرگ عالم ہیں) بھی عبارت ہذا پر غور کریں کیونکہ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ حقیقی نہ تھا حقیقت میں اللہ کے لئے سجدہ تھا آدم علیہ السلام بجانب قبلہ تھے ذالک جلسہ کہ جلسہ دیپ سنگھ والا پر مسئلہ ہذا میں عاجز کی مولانا موصوف سے زبانی گفتگو ہوئی تھی حالانکہ یہ خیال الفاظ قرآنی کے علاوہ تصریحات محدثین متقدمین کے خلاف ہے سلف صالحین نے ہرگز یہ تاویل نہیں کی، محترم مولانا کو چاہیئے کہ مسئلہ میں متقدمین کا صحیح مسلک اختیار کریں متاخرین کے قول اقوال کی طرف مائل نہ ہوں کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اور ولا تنظروا الی من قال وانظروا الی ما قال کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلف کی اتباع کریں۔ جو بمقولے حدیث نبوی الدین النصیحۃ کے یہ چند کلمات معروض خدمت ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ ورنہ من آنم کہ من دانم کہ من دانم من ہما خاکم کہ ہستم ۱۲

شریعت محمدیہ میں صرف مقصد اول یعنی عبادت الٰہی کے لئے اس کا استعمال مخصوص کر دیا گیا مقصد دوم کے لئے اس کا استعمال قطعاً ممنوع و داخل شرک قرار دیا گیا چنانچہ مسند احمد میں بروایت عائشہ صدیقہؓ منقول ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَسْجُدُ لَکَ الْبَھَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ وَلَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا الْحَدِیْثَ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ فِیْ بَابِ عِشْرَۃِ النِّسَاءِ یعنی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی علیہ السلام انصار و مہاجرین کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا اس پر صحابہ کرام بولے یا رسول اللہ جب کہ بہائم و اشجار آپ کا احترام و اکرام بذریعہ سجدہ بجا لاتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ ادباً و احتراماً آپ کو سجدہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہماری شریعت میں سجدہ کرنا عبادت ہے لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور چونکہ میں ربلحاظ بشریت تمہارا بھائی ہوں لہٰذا اپنے بھائی کا احترام کرو یعنی اپنے دل میں میری محبت و عزت رکھو ظاہراً و باطناً میرے مطیع و فرمانبردار ہو کر رہو۔ اگر شریعت محمدیہ میں کسی کے لئے تعظیمی و تکریمی سجدہ جائز ہوتا تو اپنی امت کی عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو ادباً و احتراماً سجدہ کیا کریں۔

حدیث ہٰذا کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر کی جلد ۳ صفحہ ۴۸۱ میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ اَیْ بِتَخْصِیْصِ السَّجْدَۃِ فَاِنَّہٗ غَایَۃُ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَنِھَایَۃُ الْعِبَادَۃِ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ اَیْ عَظِّمُوْہُ تَعْظِیْمًا یَلِیْقُ لَہٗ بِالْمَحَبَّۃِ الْقَلْبِیَّۃِ وَالْاِکْرَامِ الْمُشْتَمِلِ عَلَی الطَّاعَۃِ الظَّاھِرِیَّۃِ وَالْبَاطِنِیَّۃِ۔

اسی طرح سنن ابی داؤد میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ

اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ اَحَدٌ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ بِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ حَقٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

یعنی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ملک حیرہ میں جاکر دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے چودھریوں ونمبرداروں کا ادب واحترام بذریعہ سجدہ بجالاتے ہیں۔ پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو ادب واحترام کے طور پر سجدہ کیا جائے آپ نے فرمایا کہ میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اگر میری قبر پر تیرا گذر ہو تو کیا تو سجدہ کریگا؟ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب میری زندگی میں بھی میرا ادب واحترام بجالانے کے لئے سجدہ مت کرو اگر ہماری شریعت میں اس قسم کا سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ خاوندوں کا بڑا حق رکھا ہے۔

حدیث ہٰذا کے تحت مشکوٰۃ کی شرح مرقات ولمعات میں تحریر ہے کہ قَوْلُهٗ لَا تَفْعَلُوْا اَیْ فِی الْحَیٰوةِ کَذٰلِكَ لَا تَسْجُدُوْا قَالَ الطِّیْبِیُّ اَیْ اُسْجُدُوْا لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَلِمَنْ مُلْکُهٗ لَا یَزُوْلُ ۔ یعنی میرے مرنے کے بعد جیسے میری قبر پر سجدہ جائز نہیں ایسے ہی میری زندگی میں بھی مجھ کو سجدہ مت کرو۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ حدیث ہٰذا کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ صرف اسی حی القیوم کے لئے سزاوار ہے جس کو کبھی موت نہیں اور جس کے ملک کو کبھی زوال نہیں۔

خلاصۃ المرام۔ یہ کہ جب نبی علیہ السلام نے اپنی ذات مبارک کے لئے اپنی امت کو سجدہ تعظیمی کرنے سے منع کردیا تو پھر وہ کون سا پیر، فقیر، ولی، بزرگ، امام، مرشد، مزار، خانقاہ تھان نشان تعزیہ وغیرہ وغیرہ ہے جس کے لئے یہ سجدہ جائز ہوسکے۔ کیا قائلین بالجواز آجکل کے پیروں فقیروں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھکر سمجھتے ہیں اذا لیس قلیس۔

قائلین بالجواز کی دوسری دلیل اور اُسکا جواب

یہاں تو قائلین بالجواز کی پہلی دلیل کا مدلل جواب تھا۔ دوسری دلیل ان کی جانب سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ لہٰذا اب بھی جائز ہوا۔ سو واضح باد کہ

واقعہ لہذا سے بھی مستدلین کا استدلال تار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا اجمالی جواب تو دلیل اول کے جواب کا بیان کیا جاتا ہے۔ سنئے! جب یوسف علیہ السلام نے اپنے صغر سنی میں ہی دس بارہ برس کی عمر میں جمعہ کی رات شب قدر میں خواب دیکھا کہ آسمان سے سورج چاند اور گیارہ ستارے آئے اور میرے آگے سجدہ میں گر پڑے اِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۔ تو اس واقعہ کے تقریباً اسی برس بعد خواب مذکور کی تعبیر ظہور پذیر ہوئی۔ یوسف علیہ السلام مصائب و آلام کے مراحل اور مفارقت ابوین کے سلاسل طے کرنے کے بعد تخت سلطنت پر متمکن و جاگزیں ہو گئے تو ان کے والدین و گیارہ بھائیوں نے آکر سجدہ کیا چنانچہ ارشاد باری ہے وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۔ اور یہ سجدہ بھی حقیقی تھا۔ بعض الناس تاویل (کہ مراد اس سے مطلق ایماء و انحناء و تواضع یا یوسف علیہ السلام کے امر سلطنت میں داخل ہونا) بالکل غلط و صراحت قرآنی کے سراسر خلاف ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد ۵ ص [illegible] میں تحت آیت اول مرقوم ہے وَالْمُرَادُ حَقِيقَةُ السُّجُودِ لِأَنَّهُ كَانَ التَّحِيَّةَ فِيمَا بَيْنَهُمُ السُّجُودُ ۔ نیز جلد مذکور کے ص [illegible] میں تحت آیت ثانی مسطور :-

وَكَانَ ذَلِكَ جَائِزًا فِي شَرِيعَتِهِمْ مُنَزَّلًا مَنْزِلَ التَّحِيَّةِ وَقِيلَ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ سُجُودًا وَهُوَ مُجَرَّدُ إِيمَاءٍ وَانْحِنَاءٍ وَكَانَتْ تِلْكَ تَحِيَّتَهُمْ وَهُوَ يُخَالِفُ مَعْنَى خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا فَإِنَّ الْخُرُورَ فِي اللُّغَةِ الْمُقَيَّدَ بِالسُّجُودِ لَا يَكُونُ إِلَّا بِوَضْعِ الْوَجْهِ عَلَى الْأَرْضِ وَقِيلَ الضَّمِيرُ فِي لَهُ رَاجِعٌ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ أَيْ وَخَرُّوا لِلَّهِ سُجَّدًا وَهُوَ بَعِيدٌ جِدًّا وَقِيلَ إِنَّ الضَّمِيرَ لِيُوسُفَ وَاللَّامُ لِلتَّعْلِيلِ أَيْ وَخَرُّوا لِأَجْلِهِ وَفِيهِ أَيْضًا بُعْدٌ قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ فِي الْآيَةِ كَانَتِ السَّجْدَةُ تَحِيَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَأَعْطَاكُمُ اللَّهُ السَّلَامَ مَكَانَهَا وَعَنْ قَتَادَةَ نَحْوُهُ وَعَنِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ ذَلِكَ سُجُودُ تَشْرِفَةٍ كَمَا سَجَدَتِ الْمَلَائِكَةُ تَشْرِفَةً لِآدَمَ وَلَيْسَ سُجُودَ عِبَادَةٍ وَكَانَ ذَلِكَ بِأَمْرِ اللَّهِ لِتَحْقِيقِ رُؤْيَاهُ ۔ یعنی یہ سجدہ ان کی شریعت میں بطور سلام و احترام کے جائز تھا۔

جو کسی کی شرافت و عزت کے اظہار و دلدادگی کے لئے کیا جاتا تھا جیسے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو کیا تھا۔ اب تم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے قائم مقام لفظ سلام کا عطا فرمایا ہے یعنی اب سجدہ کرنا جائز نہیں ۔ صرف السلام علیکم کہدینا کافی ہے ۔

نیز شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں رقمطراز ہیں کہ اگلے زمانہ میں سجدہ کرنا تعظیم تھی آپس کی ۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو کیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے موقوف کیا وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ الایۃ اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہوا ہے (موضح القرآن و جامع البیان ص۲۱۱ مطبع فاروقی ۔

بجز ذات باری تعالیٰ ہر مخلوق کو سجدہ کرنا حرام ہے

اسی طرح علامہ ابن کثیر جلد ۵ ص۲۲ تحت آیت مذکورہ رقم طراز ہیں وَقَدْ کَانَ ھٰذَا سَائِغًا فِیْ شَرَائِعِھِمْ اِذَا سَلَّمُوْا عَلَی الْکَبِیْرِ یَسْجُدُوْنَ لَہٗ وَلَمْ یَزَلْ ھٰذَا جَائِزًا مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی شَرِیْعَۃِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَحُرِّمَ ھٰذَا فِیْ ھٰذِہِ الْمِلَّۃِ وَجُعِلَ السُّجُوْدُ مُخْتَصًّا لِجَنَابِ الرَّبِّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ھٰذَا مَضْمُوْنُ قَوْلِ قَتَادَۃَ وَغَیْرِہٖ وَفِی الْحَدِیْثِ اَنَّ مُعَاذًا قَدِمَ الشَّامَ فَوَجَدَ ھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِاَسَاقِفَتِھِمْ فَلَمَّا سَجَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا مُعَاذُ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِاَسَاقِفَتِھِمْ وَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا لِعَظِیْمِ حَقِّہٖ عَلَیْھَا وَفِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ اَنَّ سَلْمٰنَ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ سَلْمٰنُ حَدِیْثَ السِّنِّ بِالْاِسْلَامِ فَسَجَدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَسْجُدْ لِیْ یَا سَلْمٰنُ وَاسْجُدْ لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْغَرَضُ اَنَّ ھٰذَا کَانَ جَائِزًا فِیْ شَرِیْعَتِھِمْ وَلِھٰذَا خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا الایۃ یعنی ان کی شریعت میں یہ عام رواج تھا کہ جب کسی بڑے شخص کو سلام کرتے تو اس کو سجدہ بھی کرتے تھے اور آدم

علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک برابر یہ طریقہ جائز در مروج رہا۔ اب شریعت محمدیہ میں اسے حرام کر دیا گیا اور ہر قسم کا سجدہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اقدس کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضؓ نے ملک شام سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا اے معاذ! یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے ملک شام کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں کو ادباً سجدہ کرتے ہیں آپ چونکہ ہم مسلمانوں کے بڑے ہیں اور زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر ہماری شریعت میں یہ سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب نئے نئے مسلمان ہوئے تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے نبی علیہ السلام کے آگے سجدہ کر بیٹھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً ہی منع کیا اور فرمایا کہ اے سلمان مجھ کو سجدہ نہ کر، سجدہ تو اس حی القیوم کو لائق اور زیبا ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔

الغرض یہ سجدہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ امت محمدیہ کہلا کر سجدہ تعظیمی و تکریمی کو غیر اللہ کے لئے جائز سمجھنا درحقیقت شریعت محمدیہ کا انکار ہے قائلین بالجواز کو چاہئے کہ امت محمدیہ نہ کہلائیں بلکہ امت یوسفی یا موسوی یا عیسوی اپنا نام رکھیں نیز سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد جانور کو دعوت اسلامی کا خط دیکر ملکہ بلقیس کی طرف بھیجا تو اس نے ملکہ مذکورہ اور اس کی قوم کی بروقت مراجعت باین الفاظ مذمت بیان کی کہ وہ لوگ بڑے نالائق ہیں، خالق ارض و سماء کو چھوڑ کر سورج کے آگے سجدہ کرتے ہیں، شیطان نے ان کے گندے اعمال کو مزین کر کے خدا کے آگے سجدہ کرنے سے ان کو روک دیا ہے وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○

تفسیر ابن کثیر و جامع البیان و فتح الرحمان وغیرہ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے کہ

آیت لہٰذا میں سبیل سے مراد طریق حق ہے اور وہ خالص کرنا ہے سجدہ کا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔ جامع البیان میں ہے زَیَّنَ لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ لِئَلَّا يَسْجُدُوا یعنی شیطان نے ان کے اعمال کی تزیین کی اور ان کو رہ سے روکا اس لئے کہ اللہ کو سجدہ نہ کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے یہ معنیٰ کئے ہیں کہ پس وہ راہ نہیں پاتے سجدہ کرنیکو۔

اس ایت سے معلوم ہوا کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے چاہئے۔ اس کے سوا خواہ کوئی ہو سورج ہو یا چاند، نبی ہو یا ولی، درخت ہو یا ستارہ، قبر ہو یا مکان، اس کیلئے سجدہ وغیرہ تعظیم و تکریم نہ چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا شیطان کی تزیین و ابلیس کی تلبیس ہے اور سجدہ کرنے والے شیطان کے مرید و محکوم ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل کے مشرک، بدعتیوں قبر پرستوں، پیر پرستوں۔ تعزیہ پرستوں۔ غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے والوں سے جانور ہد ہد بدرجہا بہتر رہا۔ اس کو اتنی سمجھ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سجدہ کا مستحق نہیں اور ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں۔ سچ ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ یا اگر سمجھ ہے مگر ضد و تعصب کی بنا پر قبول حق سے متنفر اور اتباع ہوٰی کے عادی ہیں آہ سچ ہے وَالْمُتَعَصِّبُ وَإِنْ كَانَ بَصَرُهُ صَحِيحًا فَبَصِيرَتُهُ عَمْيَاءُ وَأُذُنُهُ عَنْ سَمَاعِ الْحَقِّ صَمَّاءُ۔

فتاویٰ ستاریہ جلد دوم ص ۱۴۸

سوال:۔ اکثر حضرات کا خیال ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو نماز میں آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ۔ (سلامتی ہو تجھ پر اے نبی!) سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ ہر نمازی کے پاس ہوتے ہیں اور نمازی آپ کو خطاب کرتا ہے

سائل:۔ منشی عبد العزیز صاحب مالک فرم عزیز تھریڈ بال فیکٹری کراچی

جواب:۔ قارئین کرام! یہاں دو مقام ہیں ایک یہ کہ اگر آپ حاضر و ناظر نہیں تو (تجھ پر) سے کیوں خطاب ہوتا ہے۔ دوسرا أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی) سے کیوں خطاب ہوتا ہے۔ ہم شق ثانی کا جواب آئندہ بوقت ضرورت عرض کریں گے انشاء اللہ۔ یہاں شق اول یعنی السلام علیک کے جوابات ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

بزرگانِ ملت یہ بیان فرماتے آئے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی کہ تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ۔ (سلامتی ہو تجھ پر اے نبی!) چونکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور صحابہ کرام کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو جس طرح کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سنا تھا برقرار رکھا۔ اور اس کی قرآن کریم میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی وقت کسی شخصیت اور فرد کو اس کی موجودگی اور حاضری میں خطاب ہوا تھا تو آج بھی اسی خطاب کی ضمیر سے اُسے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے اس کا حاضر وناظر ہونا کوئی بھی مراد نہیں لیتا۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو تبلیغ کی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل کا گستاخانہ الفاظ میں رد کیا۔ فرعون کی اس گستاخی پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿ (پ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ۱۱) اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں اے فرعون! کہ تو تباہ کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں یا فرعون کے جملے کو ذہن میں محفوظ رکھئے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ واشتہ آید بکار البتہ ملاحظہ کیجئے کہ آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں قرآن مجید پڑھنے والے مسلمان لَاَظُنُّکَ کو خطاب کی ضمیر سے ہی پڑھتے ہیں لیکن اس سے فرعون کو کوئی بھی حاضر وناظر نہیں سمجھتا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام سے جب عزیز مصر کی بیوی نے ایک مخصوص ڈرامہ کھیلنا چاہا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی طہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان ہی سے ایک شیر خوار بچے کو جب گواہ بنایا اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ بیچارے یوسف علیہ السلام کا بالکل کوئی قصور نہیں بلکہ سارا قصور میری بیوی کا ہے، تو اس پر اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے وَاسْتَغْفِرِیْ

لِذَنۡۢبِكِ‌ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلۡخَاطِـِٔينَ ٥ (پارہ ۱۲ رکوع ۱۴ سورۂ یوسف) یعنی اپنے گناہ پر معافی مانگ. بیشک تو ہی خطا کاروں میں تھی.

اس آیت میں بھی لِذَنۡۢبِكِ اور اِنَّكِ سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے اور سارے مسلمان اس کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں جانتا. ممکن ہے کہ فریق کرشن کنھیا کا فر کی طرح اس کو بھی حاضر و ناظر جانتے ہوں کیونکہ فریق مخالف کے ولی اور بزرگ تو رحم میں نطفہ پڑتے بھی دیکھتے رہتے ہیں اور جماع کے وقت بھی موجود رہتے ہیں اور اگر یہ بھی سن لیجئے کہ ایک گروہ نے اس بی بی کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تسلیم کیا ہے تو پھر تو معلوم کہ ایک نیک بی بی اور پیغمبر کی منکوحہ کو دنیا میں حاضر ہو کر لوگوں کو جماع کرتے اور رحم میں نطفے ڈالتے دیکھنے کا کیا شوق ہے! لاحول ولا قوۃ ایسے گندے اور نجس عقیدہ سے.

(۳) مصر کے جیل میں بے قصور یوسف علیہ السلام کے ساتھ چند دیگر اخلاقی مجرم بھی تھے دو آدمیوں نے خواب دیکھے. حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو تعبیر بتلائی. جس قیدی کو رہائی اور نجات ہونے والی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو کہا اذۡكُرۡنِي عِندَ رَبِّكَ (میرا ذکر بھی اپنے آقا کے سامنے کر دینا)

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج تمام مسلمان عِندَ رَبِّكَ کے الفاظ سے ہی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی حاضر و ناظر نہیں کہتا.

جواب دوم: اگر ہم اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے بھائیوں، دوستوں اور اکابروں کو اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ لکھا کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر و موجود ہوتے ہیں ورنہ ان کو خط لکھنے کی کیا ضرورت! بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط دوستوں کو پہنچ جائے

گا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا جیسا کہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم کو خط میں لکھا تھا اَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ (میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں) اس کے یہ معنی تو نہ تھے کہ ہرقل آپ کے پاس حاضر اور موجود تھا۔ اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھئے کہ ہم جب اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ سے خطاب کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ ہمارے پاس موجود ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائے گا۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کو سلام کس طرح پہنچایا جاتا ہے

بخاری شریف جلد دوم ص۲۰ میں حضرت کعبؓ بن عجرہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قرآن شریف میں جو صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا موجود ہے) ہم سلام کے معنی اور مطلب تو سمجھ چکے ہیں (کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ پڑھا جاتا ہے) آپ ہمیں صَلُّوْا کے معنی اور مطلب بتائیے! آپ نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ سے درود کی تعلیم فرمائی جو ہم نمازمیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک آپ پر سلام پہنچانے کا وہی طریقہ اور الفاظ تھے جو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ سے پڑھتے تھے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ملاحظہ فرمائیے،

(۱) نسائی جلد اول صفحہ ۱۴۳، مسند دارمی صفحہ ۳۴۷ اور مشکوٰۃ صفحہ ۸۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنَ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ۔ (یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچائیں) اسی طرح اسی مضمون کے قریب قریب الفاظ حضرت اوس بن اوس سے بھی روایت موجود ہے جو ابو داؤد جلد اول صفحہ ۱۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۷، نسائی جلد اول صفحہ ۱۵۴، مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۲۷۸ وغیرہ میں موجود ہے جس کی امام حاکم اور علامہ ذہبی بخاری کی شرط پر

تصحیح کرتے ہیں۔ اسی مضمون کی تیسری روایت حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے جس کی امام فن رجال علامہ ذہبی تصحیح کرتے ہیں۔ میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳۶۱۔

ضرورت تو نہیں کہ ہم جلیل القدر محدثین کی تصحیح کے بعد کچھ اور بھی عرض کریں۔ لیکن زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کی سند کے تمام رواۃ اور ان کی توثیق بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ رواۃ یہ ہیں (۱) عبدالوہاب بن عبدالحکم وراق جو ثقہ تھے (تقریب ص۲۲۹) (۲) معاذ بن معاذ جو ثقہ اور متقن تھے (تقریب ص۳۵۵) (۳) سفیان ثوری جو ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام اور حجت تھے (تقریب ص۱۵۱) (۴) عبداللہ بن السائب ثقہ تھے (تقریب ص۲۰۱) (۵) زاذان، امام ابن معین فرماتے تھے کہ زاذان ایسے ثقہ تھے جن کی مثل سے متعلق سوال نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابن سعد انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے تھے۔ محدث خطیب اور عجلی کہتے تھے ثقہ تھے۔ ابن عدی اور ابن حبان ان کی توثیق کرتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد سوم ص۳۰۲) (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔

قارئین کرام! ہم نے ایک ایک راوی اور اس کی توثیق اور محدثین سے اس روایت کی تصحیح آپ کے سامنے عرض کر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی طرف سے درود و سلام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین اور مامور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاضر و ناظر ہوتے اور خود بہ نفس نفیس درود و سلام سنتے فرشتوں کی تعیین کی کیا ضرورت تھی! ہمارا دعویٰ ہے کہ فریق مخالف قیامت تک ایک بھی حدیث صحیح سند کے ساتھ ایسی نہیں پیش کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں درود و سلام خود بلا توسط ملائکہ سن لیتا ہوں وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ اگر فریق مخالف میں جرات اور ہمت ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایک ہی ایسی حدیث پیش کر دے جو سند کے ساتھ اور تمام رواۃ ثقات ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مرفوع فرمان ہو۔ آہ سچ ہے ؎

گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

جواب سوم۔ ہر زبان میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں کہ کسی غائب ہستی کا فرضی طور پر تصور کرنے اور تخیل کے طور پر اپنے دل میں حاضر و ناظر سمجھ لینے پر اس سے خطاب کیا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ حقیقتاً حاضر و ناظر ہوتا ہے بلکہ یہ اپنے تخیل پر مبنی ہوتا ہے بجائے اس کے کہ عربی اور فارسی کے حوالہ جات اور محاورات نقل کروں۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے چند نظائر پیش کرنے کے بعد خاں صاحب بریلوی کے بعض اشعار نقل کردوں۔

ایک شاعر کہتا ہے ؎

نہیں آتے ہیں وہ، نہ آئیں مرے گھر   تصور میں وہ تو ہیں مہمان دل کے

ایک مجذوب صاحب کہتے ہیں ؎

چھپ سکیں گے حضور پھر کیوں کر   جو تصور میں لا کے دیکھ لیا

ان دونوں شاعروں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اگر محبوب ہمارے گھر نہیں آتا تو نہ سہی دل میں تو ہمارا مہمان ہے اور دل میں اس کا تصور تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں (بعض اشعار)

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا   دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے   یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے   بندہ اپنا کر لیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب   تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی   یہ ہمارا دین ہے پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض   ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

قارئین کرام! ہم سر دست خاں صاحب بریلوی کی شان میں یہی کہہ کر

تو اگر مشرک ہوا پھر ہم کو کیا   پیٹ کا بندہ بنا پھر ہم کو کیا

عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خاں صاحب نے نجدیوں اور دیو بندیوں کو تجھ کو کیا کے الفاظ سے بار بار خطاب کیا ہے۔ کیا واقعی تمام نجدی اور دیو بندی خاں صاحب کے پاس حاضر

وناظر تھے؛ یا یہی آپ کہیں گے کہ ان کو تخیل کے طور پر حاضر جان کر ان سے خطاب کیا ہے اسی طرح آپ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ میں خطاب سمجھے۔ یہ ہمارا تو دعویٰ ہی نہیں بلکہ آیئے ہم خاں صاحب سے اس کی تصدیق کرا دیتے ہیں خاں صاحب امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۹۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ کی تشریح نقل کرتے ہوئے کوکبۂ شہابیہ صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ یعنی یہی خاں صاحب ہی کے ہیں۔
اُحْضُرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ترجمہ۔ التحیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر ا سلامتی ہو تجھ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت۔

قارئین کرام! دل میں حاضر کر اور تصور باندھ کے کا معنیٰ تو جانتے ہی ہونگے اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی طور پر حاضر وناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور باندھنے کا کیا مطلب؛ اس کو اسی طرح سمجھئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔
آپ جانتے ہی ہیں کہ حقیقتاً رویت خداوندی دنیا میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو نہیں ہوئی تو جس طرح آپ گویا کہ دیکھنے اور حقیقتاً دیکھنے میں فرق کرتے اور جانتے ہیں اسی طرح حقیقتاً حاضر ہوتے اور دل میں حاضر کرنے کا فرق سمجھ لیجئے آپ کو اس میں کیوں تردد اور پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

جواب چہارم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التحیات کے الفاظ جن صحابۂ کرامؓ سے مروی ہیں ان میں ہمیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں لیکن اس کو کیا کریں کہ یہی اکابر صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے اَلسَّلَامُ عَلٰے

النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

(۱) صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۲۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اسی طرح موطا امام مالک صفحہ ۳۱۔ اور سنن الکبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

(۳) سنن الکبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت قاسم ابن محمد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ ہمیں التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ پڑھایا اور تعلیم دیا کرتی تھیں بلکہ فتح الباری وغیرہ میں حضرت عطار تابعیؒ سے یہاں تک منقول ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔ پڑھا کرتے تھے۔

اب غور فرمایئے کہ اگر صحابہ کرام کا اور خصوصاً ان بزرگوں کا جن سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کے الفاظ سے التحیات منقول ہے یہ عقیدہ ہوتا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو ضمیر خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی! بلکہ انہوں نے امت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر امت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کو اس عقیدہ سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یا فرشتے ہمارے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں (تو پھر خطاب ہو جاتا ہے جیسے خطوط کی مثال ہم نے پیش کی تھی) یا اگر تخیل اور تصوریں حاضر سمجھ کر خطاب کرے تو اس کے لئے اس میں گنجائش ہے ورنہ نہ بجائے اس کے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھیں تاکہ غلط واقع نہ ہو[1]

طریق عشق میں ہم یوں سنبھل سنبھل کے چلے کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے

جواب پنجم:۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے پیش کردہ استدلال کی رو سے حاضر و ناظر ہوتے تو ایک نو۔ ۔ ۔ ساتھ عربی النسل بھی تھے

[1] اس تخیل و تصور کا شرع میں کوئی ثبوت نہیں نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ من ادعی فعلیہ البیان ۱۲ نائب مفتی

اور ضمیر خطاب وغیرہ کے محل وقوع اور موقع استعمال سے بخوبی واقف تھے اور حضورؐ کی فیض صحبت کی برکت سے قرآن کریم اور حدیث کے مطلب کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے ان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے تھا کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، اور دوسرے خود حضورؐ کو اگر دوسرے امتیوں سے نہیں تو ان صحابہ کرام سے جو آپ کے نمازی بھی تھے اچھی خاصی واقیفت ہونی ضروری تھی، لیکن قرآن کریم اور حدیث کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کسی صحابی کا یہ عقیدہ نہ تھا،

تو جل گیا کہ خانۂ امید جل گیا +
دل بجھ گیا ترے سخن دل کشا کے بعد +

ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے شب معراج میں خلعت انعام ملا تھا اور اسی وجہ سے خطاب اَیُّھَا النَّبِیُّ درست وجائز ہوا کہ حکایت معراجی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ قرآن وحدیث میں جا بجا یا فرعونُ، یا ہامانُ۔ یا موسیٰ۔ یا رسول اللہ وغیرہ حکایت کے طور پر پڑھا جاتا ہے اور نیز صحیح بخاری فتح الباری وغیرہ حدیث کی کتابوں میں سبب بدعقیدگی لوگوں کے عبد اللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام سے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھنا ثابت ہے، اور اگر بدعقیدگی نہ ہو تو خطاب کے ساتھ پڑھنا لازم وضروری ہے کہ اس میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم کیا تھا الخ فقط: حقیر پرتقصیر بندہ گنہگار ابو محمد عبد الغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاۃ الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

فتاویٰ ستاریہ جلد دوم ص ۱۲، ۱۸۵

سوال ۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ فلاں آدمی یزید بن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتا ہے لیکن زید کہتا ہے کہ ان پر لعنت بھیجنا گناہ ہے اور کہتا ہے کہ ان کے لئے رحمتہ اللہ علیہ استعمال کرنا چاہئے کیا زید اپنے دعوے میں سچا ہے؟ مدلل بیان فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔ السائل، محمد عبد اللہ ساکن لدھیکے ریتیے ضلع لاہور۔

الجواب بعون الوھاب:۔ واضح ہو کہ زید کا موقف بلا شبہ درست اور صحیح ہے اور وہ اپنے دعوے میں سچا ہے دراصل بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت اس لئے روا رکھی جارہی ہے، کہ انہوں نے یا تو حضرت حسین رضؓ کو شہید کیا تھا یا شہید کرنے کا حکم دیا تھا یا اس پر خوش ہوئے تھے مگر ہمارے نزدیک یہ تینوں باتیں غلط ہیں کیونکہ یزید نے حضرت حسین رضؓ کو قتل نہیں کیا تھا چنانچہ امام ابن صلاح اپنے فتوے میں لکھتے ہیں، لَمْ يَصِحَّ عِنْدَنَا اَنَّهٗ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ الخ (ملاحق قمر ۱۱۳) کہ ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضؓ کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا دراصل حکم دینے والا عبید اللہ بن زیادہ تھا جو ان دنوں عراق کا گورنر تھا۔

۲:۔ حضرت مجدد ملت امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں، اِنَّ يَزِيْدَ لَمْ يَأْمُرْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ بِاتِّفَاقِ اَهْلِ النَّقْلِ وَلٰكِنْ كَتَبَ اِلَى ابْنِ زِيَادٍ اَنْ يَمْنَعَهٗ عَنْ وِلَايَةِ الْعِرَاقِ (منہاج السنۃ ص ۲۲۵ ج ۲) یعنی مورخین اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضؓ کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا البتہ ابن زیاد کو یہ ضرور لکھا تھا کہ حضرت حسینؓ کو ولایت عراق سے باز رکھے، ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ نہ تو یزید قاتل حسینؓ ہے اور نہ اس نے قتل حسین کا حکم دیا تھا، رہی یہ بات کہ یزید نے قتل حسین پر خوشی کا اظہار کیا تھا تو یہ بات بھی پہلی دونوں باتوں کی طرح بیچارے یزید پر بہتان ہے کیونکہ تاریخ میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ یزید نے قتل حسین پر بجائے خوشی کے غم واندوہ اور دکھ کا اظہار کیا تھا چنانچہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں، وَلَمَّا بَلَغَ ذَالِكَ يَزِيْدَ اَظْهَرَ التَّوَجُّعَ عَلٰى ذَالِكَ وَاَظْهَرَ الْبُكَاءَ فِيْ دَارِهٖ وَاَكْرَمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ وَاَجَازَهُمْ (منہاج السنۃ ص ۲۲۶ ج ۲) یعنی جب حضرت حسینؓ شہید کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو اس نے اس حادثہ فاجعہ پر دکھ اور ہمدردی کا اظہار کیا اور اپنے گھر میں گریہ و بکاء کیا اور گستاخی کا کوئی کلمہ منہ سے نہیں نکالا اور قطعاً کسی کو محبوس نہیں رکھا بلکہ اہل بیت کے اس لٹے پٹے مظلوم قافلے کی تعظیم و تکریم کی انہیں انعام و اکرام سے نوازہ۔

امام ابن حجر ہیثمی شافعی فرماتے ہیں، إِنَّ أَمْرَهُ بِقَتْلِهِ وَسُرُورَهُ لَمْ يَثْبُتْ صُدُورُهُ مِنْ وَجْهٍ صَحِيحٍ بَلْ كَمَا حَكَى ذَالِكَ حَكَى عَنْهُ ضِدَّهُ وَكَمَا قَدَّمْتُهُ (الصواعق المحرقہ ابن حجر مکی ص۲۲۳)

یعنی حکم قتل اور شہادت حسینؓ پر یزید کا اظہار مسرت دونوں باتیں پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتیں، اسی طرح قاضی ابن العربی مالکی نے بھی جو چھٹی صدی کے مشہور فقیہ اور مورخ ہیں اپنی کتاب العواصم من القواصم صفحہ ۲۲۸ و ۲۳۲ میں بھی بیچارے یزید کو بدنام کرنے والی کہانیوں کی بڑے زور سے تردید فرمائی ہے ان اصحاب علم و تحقیق کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ شہادت حسین کی ذمہ داری یزید پر عائد نہیں ہوتی جب الزام ہی درست نہیں تو اس پر متفرع لعنت کسی طرح جائز ہو سکتی ہے اگر اس الزام کو دو منٹ کے لئے درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی لعنت جائز نہیں کیوں کہ قتل ناحق محض حلال گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں بشرطیکہ قاتل قتل ناحق حلال نہ سمجھتا ہو اور کبیرہ گناہ کا مرتکب اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں ہوتا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں، إِنَّ الرِّضَا بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ لَيْسَ بِكُفْرٍ (شرح فقہ اکبر ص۸۸) کہ قتل حسینؓ پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ محقق علماء نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کی وجہ سے یزید کو جنت کا مستحق قرار دیا ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں،

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ (صحیح بخاری ص۴۱۰ ج۱ بَابُ مَا قِيلَ فِي قِتَالِ الرُّومِ) یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی اولین فوج جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی ان کی مغفرت ہو چکی ہے امام ابن حجر شافعی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، قَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِينَةَ قَيْصَرَ (فتح الباری شرح بخاری ص۹۲ ج۱۲ حاشیہ صحیح بخاری ص۴۱۰ ج۱)

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضؓ اور اس کے بیٹے یزید کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ بحری غزوہ کا آغاز کرنے والے حضرت معاویہ رضؓ ہیں اور شہر قسطنطنیہ پر غزوہ کرنے والے ان کے بیٹے یزید ہیں اور اس لشکر میں خود حضرت حسین رضؓ نے یزید کی ماتحتی میں شرکت تھی، البدایہ والنہایہ ص۱۵۱ ج۸، بہرحال ہمارے نزدیک یزید کا ایمان محقق ہے اور مومن پر لعنت جائز نہیں چنانچہ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں، لَا يَخْفَى إِنَّ إِيمَانَ يَزِيدَ مُحَقَّقٌ وَلَا يَثْبُتُ كُفْرُهُ (شرح فقہ اکبر ص۸۸)

آخر میں امام غزالی کا فتوےٰ بھی پڑھتے چلئے، مَا صَحَّ قَتْلُهُ لِلْحُسَيْنِ وَلَا أَمْرُهُ وَلَا رِضَاهُ بِذَالِكَ د

مَهْمَا لَمْ يَصِحَّ ذَالِكَ عَنْهُ لَمْ يَجُزْ اَنْ يُظَنَّ ذَالِكَ فَاِنَّ اِسَاءَةَ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ حَرَامٌ (وفیات الاعیان ۴۵۰ ج ۲) کہ حضرت حسینؓ کو یزید کا قتل کرنا، قتل کا حکم دینا اور قتل پر راضی ہونا یہ تینوں باتیں صحیح نہیں ہیں تو بدظنی کو روا رکھا جائے کیونکہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی حرام ہے، موصوف نے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ کے تحت یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے کو درست لکھا ہے چنانچہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا (صحیح بخاری ص ۱۸۷ جلد باب ما جاء في النهي من سب الاموات کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے مردوں کو گالیاں نہ دیا کرو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء و سزا تک پہنچ چکے ہیں مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔ اَيْ بِاللَّعْنِ وَالشَّتْمِ وَاِنْ كَانُوْا فُجَّارًا اَوْ كُفَّارًا اِلَّا اِذَا كَانَ مَوْتُهٗ بِالْكُفْرِ قَطْعِيًّا كَفِرْعَوْنَ وَاَبِيْ جَهْلٍ وَاَبِيْ لَهَبٍ ص ۱۴۵ (مشکوۃ) یعنی کسی مردے کا نام لے کر گالی گلوچ دینے کی کوشش نہ کرو۔ ہاں اگر فرعون اور ابوجہل کی طرح کسی کی موت یقینی طور کفر پر واقع ہوئی ہو تو پھر اس کا نام لیکر لعن طعن جائز ہے ورنہ نہیں، بہرحال یزید کو لعنتی اور برا بھلا کہنا قطعاً جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اہل حدیث کے علاوہ مذاہب اربعہ کے محققین کے نزدیک بھی ایک مسلمان تھا، واللہ اعلم بالصواب،

(اخبار اہلحدیث لاہور ۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء)

سوال:۔ دولہا دولہن کا فوٹو لینا درست ہے یا نہیں،

جواب:۔ ہر ذی روح کا فوٹو لینا جائز نہیں ہے خواہ دولہا دولہن ہو یا کوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ (بخاری) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب فوٹو کھینچنے والے کو ہو گا،

سوال:۔ کیا عورت کسی جانور کو ذبح کر سکتی ہے،

جواب:۔ بوقت ضرورت عورت جانور کو ذبح کر سکتی ہے اور اس کا ذبح کیا ہوا حلال و درست ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت نے بکری ذبح کر دی تھی آپ نے حلال کا حکم فرمایا تھا بخاری)

سوال:۔ اگر قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا چاہیئے؟

جواب :۔ بغیر قصد اور بغیر ارادہ گر جانے سے شرعاً کوئی کفارہ نہیں ہے البتہ بے ادبی سے بچانا ضروری ہی ہاتھ سے چھوٹ جانے سے جو بعض لوگ اسے اٹھا کر چومنے لگتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت نہیں ہے،

سوال :۔ بندوق کی گولی اور غلیل کا شکار حلال ہے یا نہیں:

جواب :۔ اگر وہ شکار بغیر ذبح کئے ہوئے مر گیا ہو تو محققین علماء کے نزدیک موقوذہ میں داخل ہے جو کہ حرام ہے ؟:

سوال :۔ مور حلال ہے یا حرام ؟

جواب :۔ مور حلال ہے کیونکہ پنجہ دار پنجہ سے پکڑ کر کھانیوالا نہیں ہے جس کی ممانعت آتی ہے ۔

سوال :۔ سخت بیماری کی حالت میں بعض اس خیال سے کوئی جانور ذبح کر کے صدقہ کرتے ہیں کہ اس جانور کے بدلے میں مریض کی جان بچ جائے گی ایسا کرنا درست ہے ۔

جواب :۔ اس خیال سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے موت کا وقت مقرر ہے اِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۰ ہاں الصدقۃ تدفع (صدقہ رد بلا) کے خیال سے جائز ہے

سوال :۔ کیا مردے سنتے ہیں ؟

جواب :۔ مردہ بے جان کو کہتے ہیں، اور بے جان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں حدیث میں جہاں سننے کا ثبوت ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی روح کو سنا دیتا ہے ؟

(اخبار اہلحدیث دہلی جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۲۳)

سوال :۔ عرسوں تعزیہ کے میلوں اور دیگر میلوں میں جا کر تجارت اور خرید و فروخت کرنا کیسا ہے،

جواب :۔ جہاں کفر و شرک اور بدعت وغیرہ جیسے ناجائز کام ہوتے ہوں وہاں جانا ہی درست نہیں ہے اور نہ وہاں جا کر خرید و فروخت کرنا چاہیئے۔ یہ سب مقامات زور کے ہیں، اور قرآن مجید میں مومنین کے اوصاف میں سے بیان کیا گیا کہ " لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ " مومن وہی لوگ ہیں جو ناجائز مجلسوں میں نہیں شریک ہوتے ہیں ؟

(اخبار اہلحدیث دہلی جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۲۱)

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین شعر ذیل کے بارے میں،

جہنم میں جھونک ایسی جنت کو رضوان نہ ہو جس میں گلزار بطحا کے منظر ۔ ہے دنیا سے بڑھکر بہار مدینہ یہ جنت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
بعض سخن ناشناس قاصر الفہم شعر میں قباحت شرعی کا حکم لگاتے ہیں اور جنت کی بابت اسارت ادب و مذمت و اہانت کا بدنما پہلو ان کو محسوس ہوتا ہے ان کا یہ خیال کس حد تک صحیح ہے جنت جو ہر خرابی اور عیب سے منزہ ہے اس کی تحقیر و ذم کا حامل شعر کو قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل شاعرانہ طرز بیان و اسلوب تخیل سے محض ناآشنا اور تعبیرات ساحرانہ سے بالکل بیگانہ ہے اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والتسلیم گوش گذار ہوتی تو وہ ایسی جرأت نہ کرتا ، شاعر نے بقوت تخیل ایک قسم کی جنت موہوم پیدا کی جو اس کی وابستگی کا منظر نہیں رکھتی پھر اس مفروضہ و خیالی جنت کا مقابلہ بطحا شریف یعنی مکہ معظمہ کے سواد مقدس سے کیا اور ذہنی تراشیدہ جنت پر اس کو فضیلت دی اس میں وہ شعراً و شرعاً کیوں کر خطا وار ٹھہرایا جا سکتا ہے تخیل شاعرانہ کا میدان نہایت وسیع ہے ، معترض بیچارہ مذاق شعری و شرعی نہیں رکھتا ۔ علاوہ ازیں شعر مذکور حضرات مناطقہ کی اصطلاح میں قضیہ متصلہ لزومیہ ہے اس میں مستلزم محال بھی ہوتا ہے ، اسلوب کلام ربانی و طرز بیان قرآنی پر نظر کرو ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ط یعنی اگر زمین و آسمان میں چند معبود خالق ہوتے تو یہ فاسد ہو جاتی دوسری جگہ کلام پاک متعلق فرمایا ہے ، لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا یعنی اگر قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا ، تو اس میں اختلاف کثیر پایا جاتا یہ طرز بیان قرآنی ہے جو معجز و بلیغ ہے اور شعر مذکور کا انداز کلام بھی اسی طرز کی تقلید ہے اس میں شک و شبہ صریح کفر و ضلالت ہے ، نعوذ باللہ من هذه الهفوات ٥ الحاصل شاعر کسی صورت میں مورد ملام نہیں ہو سکتا ہے ، اور شعر مذکور میں قباحت شعری و شرعی نہیں ہے اور اعتراض سخن فہمی سے بعید دلیل جہل ہے

داحقر مفتی خلیل الرحمٰن عفی عنہ (اخبار اہلحدیث دہلی جلد ۶ شمارہ ۲۱)

سوال:۔ کیا مرنے والے کی روح دنیا میں آتی ہے اور کیا مرنے کے بعد مردہ کی روح چالیس روز تک اپنے گھر میں رہتی ہے ،

جواب:۔ روحوں کے رہنے کے دو مقام ہیں ، اگر نیک روح ہے تو علیین میں اور بد ہے تو سجین میں چلی جاتی ہے قبر میں سوال و جواب کے موقعہ پر لوٹائی جاتی ہیں اس کے بعد پھر دنیا میں نہیں آتیں ۔

مسئلہ تقدیر

سوال: مسئلہ تقدیر کی کیا اصلیت ہے۔ اور کسب اور خلق میں کیا فرق ہے! یعنی جن اشخاص کو خدا نے دوزخی بنادیا ہے۔ اور ان کو اسی کے لئے پیدا کیا تو پھر ان پر کیا الزام ہے! اور پھر ان سے انبیاء کی اتباع و تصدیق کا مطالبہ کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے!

جواب: مسئلہ تقدیر کی اصلیت دو چیزیں ہیں ایک علم ایک قدرت، علم اس طرح کہ بندے کو جب خدا نے پیدا کیا تو اس نے نیکی کرنی تھی یا بدی۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی تھا۔ سو اس کو لوح محفوظ کی صورت میں پہلے ہی لکھ دیا۔ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا۔ اس لئے بندے نے کیا یہ غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بندے نے کرنا تھا۔ اس لئے اللہ نے لکھا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے قلم کو حکم ہوا کتب لکھ۔ قلم نے کہا اکتب،، (میں کیا لکھوں) حکم ہوا۔ "اکتب القدر فکتب ما کان وما ھو کائن الی الابد،، ترجمہ: تقدیر لکھ! پس قلم نے جو کچھ ہوچکا تھا اور جو کچھ ہوتا تھا لکھ دیا۔

بتلایئے: اس میں اللہ کا کیا قصور! ہاں اگر اللہ کا لکھنا بندے کے لیئے رکاوٹ ہوتی۔ تو پھر اعتراض کرنے والا اعتراض کرسکتا تھا۔ کہ بندے کا کیا قصور! لیکن جب ایسا نہیں بلکہ بندے نے جو کچھ کرنا تھا قلم نے خدا کے حکم سے وہی لکھا۔ پھر اتنے پر بھی بندے کو نہیں پکڑا۔ بلکہ بندے نے جب فعل کرلیا اس وقت پکڑا پس اب علم کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ رہا۔ زیادہ وضاحت کے لئے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اگر بالفرض خدا کو علم نہ ہوتا تو بھی بندے نے نیکی یا بدی کرنی تھی۔ تو اللہ کو علم ہونے سے کون سا حرج آگیا۔

رہا قدرت کا مسئلہ، سو یہ نہایت نازک ہے بڑے بڑے عقلاء اس میں حیران ہیں۔ خدا تعالیٰ بندوں کو ہر طرح سے آزماتا ہے۔ بدنی آزمائشیں بھی آتی ہیں۔ عقلی بھی۔ تقدیر کا مسئلہ عقلی آزمائش ہے مگر اس کو ایسا بھی نہیں کیا کہ بالکل مبہم رکھا ہو۔ بلکہ ایمان کے لئے جس قدر ضرورت تھی اتنا پردہ اٹھادیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مذہب والا اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جبر جیسا کوئی نقص نہیں ایک تو اس میں حکمت کا خلاف ہے کہ خود ہی ایک فعل کرے اور اس پر سزا دے۔ دوسرے اس میں بندے کو ناحق تکلیف دینا ہے جس کو ادنیٰ سے آدنی عقل والا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ ایک کی جان

دکھ میں ہو۔ دوسرے کا تماشہ، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جس کا اثر اس کا خالق ہوتا ہے۔ اگر بندہ بھی خالق ہو تو یہ شرک فی الربوبیت ہے جو بڑا شرک ہے پس معلوم ہوا کہ بندہ مجبور بھی نہیں اور مختار مطلق بھی نہیں بلکہ اس کی حالت بین بین ہے۔ جس کو کسب اور اکتساب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس ایمان کے لئے اتنی معرفت کافی ہے۔ کیونکہ ایمان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت شے کا علم ہو تب ایمان لائے۔ دیکھئے روح کی حقیقت ہم نہیں جانتے لیکن اس کے آثار کی وجہ سے ہم مانتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی ذات وصفات پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن کنہ وحقیقت کا علم نہیں ٹھیک اسی طرح کسب واکتساب کو سمجھ لینا چاہیئے۔ اس سے آگے بحث میں خیر نہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ تقدیر میں بحث سے منع فرمایا ہے میرے ذہن میں اس کے متعلق بہت سے مضامین ہیں، کوئی موقع ہوا تو تفصیل ہو گی۔ انشاء اللہ العزیز　　فتاویٰ رپوڑی جلد اول ص ۱۴۲ تا ۱۴۳

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ بیعت کرنا سنت ہے کیا یہ صحیح ہے

جواب: کسی متقی متورع متدین عالم سے جو بیعت کرنے کو ذریعہ معاش نہ بنائے بیعت ہونا یعنی اس کے ہاتھ پر توبہ کرنا اور عمل صالح کی پابندی کا عہد کرنا جائز اور مباح ہے، كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ حَدِيْثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ الْمَرْوِيُّ فِي الصَّحِيْحَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَدْ بَايَعَ الصَّحَابَةَ عَلَى الْأُمُوْرِ الَّتِيْ ذُكِرَتْ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ أَشَرْنَا إِلَيْهِ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى مَا حَقَّقَهُ الْحَافِظُ فِيْ شَرْحِ كِتَابِ الْإِيْمَانِ مِنْ صَحِيْحِ الْإِمَامِ الْبُخَارِيِّ وَكَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ حَدِيْثُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَرَدَّدَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدَّمْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَاهُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايَعْنَاكَ فَعَلٰى مَ قَالَ عَلٰى أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً أَنْ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا　(نسائی ص ۴۹)　عبید اللہ رحمانی دہلی　محدث دہلی جلد ۸ ص ۱۲

سجدۂ تعظیمی

سوال: سجدۂ تعظیمی غیراللہ کو یعنی انبیاء اولیاء کو کرنا شرک اکبر ہے یا حرام کبیرہ گناہ؟ اور آدم علیہ السلام کو جو ملائکہ سے سجدہ کرایا گیا وہ سجدہ تعظیمی تھا یا تعبّدی؟ اور خدا نے ملائکہ سے سجدہ کیوں کرایا جب کہ اس نے شرک کو کسی شریعت میں جائز نہیں کیا؟

دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا تھا۔ قال اللہ تعالیٰ:۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ (سورہ یوسف) اس سے ظاہر ہے کہ شریعت یوسفی تک سجدہ تعظیمی جائز تھا اگر شرک ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتا کیونکہ شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام تھا۔ جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو شرک اکبر کہتے ہیں وہ اسلام میں غلو کرتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بے شک شرک کفر کسی شریعت میں جائز نہیں مگر اس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً آدم علیہ السلام کے وقت بہن بھائی میں نکاح جائز تھا۔ اب کوئی شخص جائز کہے تو وہ کافر ہے اور بحکم آیۂ کریمہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ مشرک ہے۔ ٹھیک اسی طرح سجدہ تعظیمی کہو یا تعبدی کہو جب خدا کے حکم سے ہو تو وہ غیر کی عبادت نہیں جب خدا کے حکم کے خلاف ہو تو وہ غیر کی عبادت ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نیز قرآن شریف میں ہے اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔ یعنی حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے کیا ان کے لئے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین مقرر کیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔

قرآن مجید میں ہے:۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝

یعنی سورج چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس ذات کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو"

اس آیت میں مطلق سجدہ سے نہی فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ اس ذات کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم سورج چاند پر بند نہیں بلکہ سجدہ خالق کا حق ہے

مخلوق کا نہیں خواہ سورج چاند ہو یا کوئی اور مخلوق ہو۔ اور اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ سے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سجدہ غیر کو ہو گیا تو پھر خاص خدا کے عابد نہیں رہو گے بلکہ مشرک ہو جاؤ گے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ''یعنی کہہ دے اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے مقابلہ میں کسی اور کی اتباع کرو گے خواہ کسی طرح سے ہو تو پھر خدائی محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آیت بالا کا مطلب سمجھ لینا چاہیئے کہ جب غیر کو سجدہ ہوا (خواہ اس کا نام سجدہ تعظیمی رکھو یا کچھ اور) تم خاص خدا کے عابد نہیں رہ سکتے بلکہ مشرک ہو جاؤ گے گویا ہماری شریعت میں سجدہ مطلقاً حرام کر دیا گیا ہے خواہ اس کا نام کوئی کچھ رکھے۔ اور اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے۔

ما تقبيل الارض ووضع الراس ونحوذلك مما فيه السجود مما يفعل قدام بعض الشيوخ وبعض الملوك فلا يجوز بل لا يجوز الا نحناء كالركوع كما قالوا للنبي صلے الله عليه وسلم الرجل منا يلقى اخاه اينحني له قال قال لا ولما رجع معاذ من الشام سجد للنبي صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا يا معاذ قال يا رسول الله رأيتهم في الشام يسجدون لاساقفتهم ويذكرون ذلك عن انبياءهم فقال كذبوا عليهم لو كنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من اجل حقه عليها يا معاذ انه لا ينبغي السجود الا لله - واما فعل ذلك تدينا وتقربا فهذا من اعظم المنكرات ومن اعتقد مثل هذا قربة وذينا فهو ضال مفتر بل يبين له ان هذا ليس بدين ولا قربة فان اصر على ذلك استيب والا قتل -

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اول ص۱۱۶)

یعنی زمین کو بوسہ دینا اور سر زمین پر رکھنا اور مثل اس کے جس میں سجدہ ہے جو بعض مشائخ اور بادشاہوں کے

بادشاہوں کے سامنے کیا جاتا ہے یہ جائز نہیں بلکہ جھکنا مثل رکوع کے بھی جائز نہیں، چنانچہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سے کوئی اپنے بھائی سے ملتا ہے تو کیا اس کے ملنے جھکے، تو فرمایا نہ۔ اور جب معاذ رضہ سفر شام سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ فرمایا۔ اے معاذ! یہ کیا؟ کہا میں نے اہل کتاب کو دیکھا کہ وہ اپنے علماء کو سجدہ کرتے ہیں فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے بوجہ حق اس کے کہ اس پر اے معاذ سوا خدا کے کسی کے لئے سجدہ لائق نہیں اور دین ثواب سمجھ کر سجدہ کرنا بڑے کبائر سے ہے جو اس کا اعتقاد رکھے وہ گمراہ مفتری ہے۔ اس کے لئے بیان کیا جائے کہ یہ دین اور ثواب نہیں اگر اصرار کرے تو اس سے توبہ طلب کی جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے ۱

قریب قریب اسی قسم کی روائتیں مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء وغیرہ میں موجود ہیں۔ کہ سجدہ غیر کو جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو عورت کو خاوند کے لئے سجدہ کا حکم ہوتا اور مشکوٰۃ کے اسی باب میں آپ کی قبر کو سجدہ کی ممانعت مذکور ہے اور جب آپ کو یا آپ کی قبر کو سجدہ کی اجازت نہیں تو غیر کے لئے کس طرح اجازت ہو گی۔ بلکہ مشکوٰۃ باب القیام میں قیام تعظیمی سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے تو سجدہ کس طرح جائز ہو گا،

خلاصہ یہ کہ نماز کی مشابہت کسی غیر کے لئے جائز نہیں نہ قیام نہ رکوع نہ سجدہ۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی قبروں میں ممانعت ہے تاکہ عبادت قبور سے مشابہت نہ ہو اور جب مشابہت منع ہے تو حقیقتہً قیام یا رکوع یا سجدہ غیر کے لئے کیونکہ جائز ہو گا

فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۱۴۷ ۱۴۸

سوال:۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیعت ہونا۔۔ ضروری ہے بجز پیر و مرشد کے قبر اور قیامت میں کوئی دوسرا حامی و مددگار نہیں ہوگا کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ محض بازاری گپ ہے جس کو ڈھاکو پیروں نے اپنا حلوا مانڈہ اور نذرانہ وصول کرنے کیلئے جاہل مسلمانوں میں مشہور کر رکھا ہے قبر اور قیامت میں انسان کے اپنے نیک اعمال اور فضل الٰہی کے سوا کوئی چیز کام نہیں آئیگی پورا قرآن اور احادیث نبویہ اس مضمون پر روشن دلیل ہیں؟

(عبید اللہ رحمانی دہلی) (محدث دہلی جلد ۹ نمبر ۵)

---

۱ یعنی اگر قتل وغیرہ کے ڈر سے کیا جائے تو وہ اس گناہ میں شامل نہیں بلکہ بعض کے نزدیک جائز ہے ۱۲

فتویٰ ردّ شرک و بدعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے عاملین ملت بیضاء اسلام ایسے لوگوں کے حق میں جن کے عقائد واعمال حسب ذیل ہوں (۱) انواع واقسام کے مالی و بدنی و قولی شرک کریں جیسے مال و زراعت اور مویشی جانوروں میں اللہ تعالیٰ کا حق فرض و نفل یا منت نذر وغیرہ کے طور مقرر کر رکھا ہے۔ ویسے ہی اپنے اموال میں پیروں فقیروں بزرگوں کا حق مقرر کر رکھیں چنانچہ ہر سال میں چورو ان حضرت پیر کا کریں یا ٹوپے پڑوپیاں اور مٹھیں آدمیوں اور مال مویشی کی نکالیں اور ہر ماہ میں بلاناغہ گیارہویں حضرت پیر کی کریں اور عباس کی کڑاہی تقسیم کریں اور ہوے کیسرے بائیں اور یہ سمجھیں کہ اگر ان میں قصور کریں تو ہمارے گھر یا مال اولاد وغیرہ میں کوئی نہ کوئی نقصان ضرور ہوگا۔ اور اسی طرح بزرگوں کی خوشی منانے کیلئے اور اپنی حاجات بر آنے پر خانقاہوں پر دیگیں چڑھائیں اور گنیاں بائیں اور جانور بزرگوں کے نام پر ذبح کریں اور سخی سرور کی قندوری تقسیم کریں اور ھاڑی من پکادیں اور کھیتی باڑی کے غلہ برداشت کرتے وقت سیٹیاں اور ٹوپے فقیروں اور گنیں اور حضرت پیر کے نکالیں اور تعزیوں اور تابوتوں پر پڑے مٹھائی بائیں نشان اور شدے چڑھائیں اور جھنڈے بنائیں اور نام و ناموس کے لئے شادیوں اور ماتموں پر بیجا مال اڑائیں اور خرچ کریں مثلاً نٹ کنجر بھنڈ مراسی ڈوم پرائیں قوال شرنائی کلہیارے بگھاڑے چھنڑ اسے وغیرہ منگتوں پر مال کو برباد کریں اور خواہ کتنا ہی مالدار ہوں۔ زکوٰۃ ہرگز نہ دیں۔ قرضہ ادا نہ کریں۔ بیاج اور سود دیتے رہیں۔ مسکینوں محتاجوں طالب علموں اور ناطر رشتہ والوں محتاجوں کا حق ادا نہ کریں باوجود حج کے مستحق ہونے کے حج نہ کریں سینکڑے روپے نٹوں کنجروں کے تماشا پر اڑائیں اور اپنے رشتہ دار بھائی مسلمان مقروض دیوالیہ وغیرہ کا قرضہ ادا نہ کریں اور قرآن حدیث کے طالب علموں کی روٹی کپڑے تنگ کی پرواہ نہ کریں۔ بلکہ روٹی دینے والوں کو ہی روکیں

اور ستائیں خدا اور رسول کے حکم کے موافق نہ خرچ کریں جس طرح طبیعت چاہے۔ یا جہاں لوگ خوش ہوں فخر وریا کے طور پر خرچ کریں اور جیسے نماز یا بیت اللہ یا مساجد کے آداب ہیں۔ ویسے پیروں فقیروں بزرگوں کے ساتھ اور اُن کے مزار و خانقاہوں پر بجا لائیں۔ جیسے پیروں کے جھک کر پاؤں پکڑیں قبروں پر جھک کر سلام کریں اور بوسہ دیں اور ان کی خاک چاٹیں اور چشم پر ملیں۔ وہاں سے ننگے سر آویں اور سفر کر کے حج کی طرح زیارت کو جاویں۔ اور مدحیں اور ٹھہراں پڑھیں۔ اور غوث اعظم اور دستگیر اور مشکل کشا اور مشکل کشا وغیرہ نام رکھیں۔ اور شہنشاہ اور بادشاہ اور سلطان کر کے پکاریں اور ان کی نگری مقرر کریں اور چراغ جلائیں خانقاہوں پر بیت اللہ کی طرح غلاف چڑھائیں۔ اور پا برہنہ طواف کریں اور خانقاہ کے ارد گرد حرم بنا کر وہاں سے درخت اور لکڑی وغیرہ نہ کاٹیں لیکن اتنا فرق ہے کہ بیت اللہ کے مجاور بھی بیت اللہ کے حرم کی لکڑی وغیرہ استعمال نہیں کرتے اور یہ مجاور خانقاہوں والے چاہیے ڈوم مراسی وغیرہ ہوں سب گورستان اور غیر گورستان کی لکڑیاں خوب استعمال کرتے ہیں اور پیروں کے نام کے مقرر کریں اور ان پر مہری۔ دودھ مکھن جا کر چڑھائیں۔ اور جب کسی کی شادی ہو تو دلہن یا لڑکی کو لے جا کر سجدہ چوکھٹ پر کرائیں اور کچھ نذرانہ اور چڑھاوا بھی دیں اور پیروں کے نام کی لٹیں رکھائیں۔ بعضے جیوں گدہ اور ننھے بچوں کو پہنائیں۔ اور مزار پر بیت اللہ یا مسجد کی طرح وہاں جھنڈی یا گنبد یا بنا لے مکان وغیرہ بنوائیں اور اعتکاف کی صورت بنا کر وہاں خانقاہ میں بیٹھیں اور کعبہ کی طرح مجاور بنیں۔ اور ان کا ادب آداب کریں۔ اور مسجد والے مولویوں اور طالب علموں کو جو دین الٰہی سیکھنے سکھانے والے ہیں ان سے لڑیں اور جھگڑیں اور ستائیں اور جیسے جمعہ مبارک کی عید کی خوشی اور پڑھنے پر جمعہ ہوتے اور خوشیاں کرتے ہیں۔ ویسے وہ ہر جمعہ شریف کو عورتوں بچوں سمیت خانقاہوں پر حاضر ہوں اور راستے میں ناچیں اور گائیں اور دوڑیں اور تالیاں بجائیں۔ اور غیر محرم آدمیوں کے ساتھ خوب مل جل کر فحش بکیں۔ اور خرابی مچائیں اور اس کو ثواب اور اچھا کام سمجھیں اور جو عورت نماز و روزہ کی پابند کہیں اپنے گھر یا بستی میں رب و رسول کا مسئلہ سنیں تو اس کو برا سمجھیں اور ستائیں اور جو عورتیں سنگ

سمی سرور پر براتیوں اور غیر محرموں کے ساتھ چلی جائیں۔ یا شادیوں وغیرہ رسوم میں گائیں اور راچھلیں کودیں۔ اور بھکڑ سنائیں اور آمایا اور آ بارا اور آ یارانجھا اور آ سینا پکار پکار کر سنائیں۔ اس میں عزت نہ کریں۔ اور جو عورت قرآن وحدیث کا ترجمہ سنے یا پڑھے اور رب سے ڈرے اس سے عزت کریں۔ اور غیر اللہ سے فریادیں کریں جیسے اٹھتے بیٹھتے لیٹنے کے وقت یا پیر فقیر یا حسین یا علی یا پنجتن یا دستگیر یا حضرت پیر لقمان حکیم یا پیر استاد وغیرہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بجائے کہیں یا خدا کی قسم کے سوا قسم اٹھائیں۔ بلکہ خدا کی قسم پر اعتبار نہ کریں اور غیر اللہ کی قسم پر اعتبار کریں۔ جیسے پیر کی قسم پنجتن کی قسم یا میراں کی قسم تیرے سر کی قسم دودھ پتر کی قسم وغیرہ وغیرہ اور السلام علیکم کی جگہ یا علی مدد اور پیر مولیٰ علی مدد کہیں اور بول چال کے وقت اللہ اللہ اور فقیر تیرا بھلا کرے یا اللہ پنجتن تیری مدد کرے یا حضرت پیر، یا حسین تیرا بیڑا کدھی لائے یا بیڑی پار کرے، یا کھیل کود کے وقت یا علی اللہ کہیں یا نعرہ کے وقت اللہ اکبر کی بجائے یا حیدر یا علی یا دمہا بہاؤ الحق کا نعرہ ماریں یا تسبیح یا علی پڑھیں یا شاہ مرداں شیر یزداں فتی الا علی یا لا سیف الا ذوالفقار پڑھیں یا علی کو سر بلند سے سدا سکھ بلند سے وغیرہ الفاظ کہیں اور قرآن شریف کی تلاوت کی بجائے مرثیہ پڑھیں اور اصحاب ثلاثہ پر سب بکنے کو اچھا سمجھیں اور نماز پڑھ کر قطب کی طرف منہ کر کے صلوۃ غوثیہ پڑھیں ہاتھ جوڑ کر سلام کریں۔ یا قدم چلیں یا حاضر ناظر سمجھ کر غیر اللہ کو پکاریں یا ایسے دورود وظائف پڑھیں۔ جن کا خدا و رسول نے حکم نہیں فرمایا اور پیران کو ثواب سمجھیں یہ افعال بجا کر پکے سچے مسلمان سنی کہلوائیں اور زبان سے اپنے تئیں مسلمان مومن محبت پنج تن یا سنی وغیرہ کہلوائیں اور نہ نماز پڑھیں اور اگر پڑھیں بھی تو کبھی پڑھیں اور کبھی نہ پڑھیں اور اگر پڑھنے کے لئے اصرار کیا جائے تو کہیں کہ میاں شیطان نے تھوڑی نمازیں پڑھیں تھیں یار مضان میں پڑھیں گے یا ہم دل کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ یا میاں گرمیوں میں پڑھیں گے یا میاں نماز پڑھنا فارغ البال یعنی نکمے کا کام ہے۔ وغیرہ وغیرہ حیلے کریں اور نماز کے پابند

ہوں ان پر طعن کریں۔ اور نہ روزہ رکھے اگر رکھے تو ایک دو رکھ کر بس کر جائیں اور کہیں میاں روزہ رکھنا بھوکا مرنا ہے۔ اور جان کا رکھنا فرض ہے۔ یا میاں روزے رکھنا ملانوں کا کام ہے۔ وغیرہ وغیرہ حیلہ کریں اور نہ زکوٰۃ دیں اگر دیں بھی تو پوری نہ دیں اور کہیں کہ میاں خدا کوئی بھوکا ہے۔ اور نہ حج بیت اللہ باوجود استطاعت کے کریں اور جینے پرنے اور مرنے میں رسم ورواج کی پابندی کر کے نام وناموس کے طور پر بے جا مال اسراف کریں۔ اور نہ بدعت کی باتوں پر چلے اور طعنے ماریں اور سودی قرضہ اٹھا اٹھا کر شادی میں خرچ کریں ناچ بھانڈ آتش بازی وغیرہ کے اکھاڑوں میں لٹائیں اور ویلاں دیں۔ اور گانا مہندی چھری ڈھول نقارہ سہرے گھڑولی برات وغیرہ رسوم بجا لاویں اور عورتیں اور مرد خوب میں جایں اور ناچیں اور گائیں اور فحش بکیں اور جو آدمی ان رسوم سے منع کرے اس کو برا سمجھیں اور مسلمان بھی نہ جانیں اور جھوٹے مقدمے اور جھوٹیاں گواہیاں دیں اور چوری کرنی اور ڈاکہ مارنا اور زنا اور دنگا فساد کرنا اور ذرا ذرا سی بات پر لاٹھیاں چلانا۔ بہادری کا کام سمجھیں اور جو منع کرے یا نہ کرے اس کو بزدل اور نامرد خیال کریں اور اکھاڑوں اور مراسیوں سے اپنے باپ دادوں کی خون ریزیاں سن کر فخر کریں اور تکرار کے وقت کہیں کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں جس نے فلاں بادشاہ کی نہ مانی وغیرہ وغیرہ کہہ کر جوش میں آئیں اور طرح طرح کے جرائم شرعی اور سرکار کے مرتکب ہوں۔ کسی کا مال مویشی لوٹ لینا یا ناحق کھا دیا جانا اپنی بڑائی سمجھیں اور خلق اللہ کی عزت برباد کر دینا اور عورتیں نکال لینا اور یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کا مال کھا جانا اپنی عورتوں کو معلق چھوڑنا یعنی نہ بسانا اور نہ چھوڑنا اور نہ کھانا پینا اور نہ پوشاک دینا اور بیگانی عورتوں سے بدکاری کرنا اور جھوٹے قصے کہانیاں اور راگ وسرود سننے وغیرہ کو پسند کریں اور اسلام سمجھیں اور قرآن وحدیث کے وعظ ودرس سے بھاگیں اور نفرت کریں۔ میلے اکھاڑوں

اور تماشوں اور فحش مجلسوں میں سب چھوٹے بڑے جمع اور حاضر ہوں اور خدا و رسول کے احکام ماننے اور سننے سے دور رہیں اور پرہیز کریں۔ اور دھندے دنیاوی میں لگے رہنا اور اسی کی فکر میں پھرنا اور کھانا پینا اور حقہ بڑکانہ اور لیٹ رہنا۔ ڈاڑھی منڈا کر مونچھیں بڑھانا۔ لودی رکھوانا۔ تلا بہ پہننا کبھی فرصت ہوئی تو اناب سناب بکواس بک بک کرشن شن کر رات یادات گزارنا یا کہیں کھیل کو دہو تو فوراً جا حاضر ہونا شعار اسلام سمجھیں نہ چور زانی سے نفرت اور نہ بھنگی پوستی شرابی سے عزت بزرگوں کو پوجنا ان کا ماننا جانیں اور تابوت بنانا اور پیٹنا اور سہرا مہندی گانا گھوڑولی اور علی اکبر و اصغر کی شادی وغیرہ سوانگ بنا کر غل مچانا کپڑے سے پھاڑنا مٹی اڑانا ڈھول نقارہ توتی بجانا شربت پڑے سے نوش کرنا وغیرہ افعال کو محبت اہل بیت سمجھیں جو مولوی ملاں یا پیران سب افعال شنیعہ سے چشم پوشی کر کے ان کا طرف دار ہو کر آمین بالجہر کرنے والے اور رفع یدین کرنے والے پر اعتراض کرے جو سنت نبی علیہ السلام سمجھ کر اور طریق آئمہ ہدیٰ سے جان کر عمل کرتا ہے اس کو برا سمجھے اور وہابی کہے مسلمان نہ جانے اور جھگڑنے کو آئے جو ان کاموں کو برا جانے اور ان سے منع کرے اور خدا و رسول کی اطاعت کی طرف بلائے اس کو منکر اولیا سمجھیں اور ان کے کام پسند کرے اور ان کے ساتھ شامل ہو اس کو مولوی و پیر مرشد سمجھیں وغیرہ ذلک۔

کیا یہ لوگ سنت و جماعت میں داخل ہیں یا مقلد امام ابو حنیفہؒ ہیں یا کسی اور فرقہ کے لوگ ہیں۔ اور ان کا نام و درجہ شریعت کی رو سے کیا ہے۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

السائل عبد الجلیل بلوچ اسلاموی

الجواب بعون اللہ الوھاب

اقول بحمد اللہ و حسن توفیقہ جن لوگوں کے اعمال و عقائد سائل نے تحریر کئے ہیں ایسے ہی لوگوں کی ہدایت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے رسول اور کتابیں بھیجیں اور یہی مرقومہ بالا باتیں موجب فتنہ و فساد تھیں جن کی اصلاح رب العالمین نے نبیؐ بھیج کر کی اور انہی باتوں

سے لوگ ظلم وتعدی بغاوت وعصیان شرارت وطغیان بغض حسد کے چاہ نیراں میں گر رہے تھے کہ پروردگار عالمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس بلا سے رہائی دلوائی تھی مگر جوں جوں زمانہ خیر القرون یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی برکت وخیر کے زمانہ سے دور ہوتا گیا معروف منکر اور منکر معروف ہوتا گیا آسمانی علم قرآن وحدیث سے لوگ روگردان ہوتے گئے اور آرا رو اہوا رجال میں پھنستے گئے یہانتک کہ بری اور فاحش باتوں کو دین سمجھنے لگے۔ اور احسان اور اعمال صالح کو بے دینی خیال کرنے لگے اور سخت دل ہو گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح کہ جب انکے نبی اور کتاب کو آئے ہوئے زمانہ دراز گزر گیا تو سخت دل اور بے دین ہو گئے اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ایسے مت ہونا لیکن اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہوئی کہ مسلمانوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کو کچھ مدت گزری تو بے دینی اختیار کی اور قرآن وحدیث کی راہ چھوڑ بیٹھے اور باپ دادے اور پیروں فقیروں اور مولویوں کی تابعداری کرنے لگے اور انہوں نے اصل دین کو بدل دیا اور یہود ونصاریٰ کیطرح کئی فرقے ہو گئے اور شرک اور بدعات میں قناعت کرنیوالے بن گئے اور حیوانوں اور مال ومتاع میں لگے خدا اور بزرگوں کے حصے ٹھہرانے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا۔ یعنی بنائے انہوں نے کھیتوں اور جانوروں میں حصے اللہ تعالیٰ کے اور شریکوں کے جس طرح کہ نام کے مسلمانوں نے اپنے اموال وکھیتوں میں حصے بجز سے مندرجہ بالائی السوال کے طور پر نیار کھے ہیں اور یہ سب شرک اور حرام ہیں جسطرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کو خدا یا خدا کے برابر نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اور بنالے ہوئے جانتے ہیں اور انکی منت نذر حصے بجز سے اس لئے ٹھہراتے ہیں۔ کہ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور راضی ہوتا ہے اور خدا نے ان کو سب کچھ اختیار دے رکھا ہے ویسی ہی مکہ کے مشرک کہا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہوں یعنی مشرکین مکہ مثلاً ابوجہل وغیرہ نے کہا کہ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ۔ ہم انکی پرستش نہیں کرتے مگر اسلئے کہ ہمیں خدا سے ملا دیں اور قریب کر دیں اور یہ ہمارے سفارشی ہیں وغیرہ وغیرہ بس یہ پچھلے مشرک پہلے مشرکوں

سے مل گئے بلکہ بڑھ گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مضطر ہونیکی حالت کی خبر دی ہے کہ جب دریا وغیرہ سخت بلا میں غرق یا ہلاک ہونے لگتے تھے تو خالص اللہ کو پکارتے تھے اور پھر شرک کرتے تھے اور یہ مشرک حالت اضطرار میں بھی یا بہاؤ الحق یا حضرت پیر یا مشکل کشا وغیرہ پکارتے ہیں اور جو نام رکھ رکھ کر مثلاً غوث الاعظم دستگیر یا الکھ داتا یا مشکل کشا وغیرہ پکارتے ہیں تو یہ اِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ میں داخل ہیں یعنی یہ نام ان مشرکوں نے اور ان کے باپ دادا نے بغیر دلیل قرآن و حدیث کے گھڑ کر رکھ لئے ہیں صرف ظن اور اپنی خواہش کی تابعداری کرتے ہیں اس طرح بغیر حکم خدا کے مال خرچ کرنا اسراف کرنیوالے شیطان کے بڑے بھائی ہیں اِنَّ الْمُسْرِفِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ۔ اسی طرح اللہ کیساتھ دوسرے کا نام پکارنا شرک ہے اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔ لَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا اور غیر کی قسم کھانا بھی شرک ہے۔ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ رسول اللہ نے فرمایا ہے اور خانقاہوں وغیرہ پر یا بزرگوں کے نام سے ذبح کرنا یا خیرات کرنا شرک ہے اور حرام اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ط یعنی جو چیز سوا اللہ کے دوسرے کے نام پر تعظیم و تقرب اور منت کے طور پر مشہور کیجائے وہ بھی خنزیر شراب کیطرح ہے حرام ہے اگرچہ وقت ذبح اللہ کا نام لیں بھی تو کچھ فائدہ نہیں جب نیت بگڑی ہوئی ہے تو زبانی بسم اللہ کہنے سے کیا ہے جیسے چوری کا مال حرام چیز بسم اللہ کہنے سے حلال نہیں ہوسکتی ویسی ہی چڑھاوا گیا ہوں وغیرہ کا مال حلال نہیں ہوسکتا اور اگر کہیں کہ ہم ان کے واسطے انکی ارواح کو دیتے ہیں تو یہ دھوکا ہے۔ کیونکہ یہ کیا ضرور ہے کہ سال کے بعد ہی چڑھاوا ہی ہو یا گیارہویں کا دودھ ہو مکھن یا لسی وغیرہ نہ ہو یا مقرر کرنا کیسا اور ناغہ نہ کرنا اور پھر اس ارواح کو فرض کیطرح ادا کرنا کیسا بلکہ یہ کھانے پینے والوں کے مکر ہوتے ہیں اگر انکی نیت صدقہ تھا اور اللہ کی رضا مطلوب ہو تو زکوٰۃ کیوں نہیں دیتے فقراء و مساکین و یتامیٰ بیوہ گان وغیرہ مستحقین پر مال کیوں صرف نہیں کرتے اور اسیطرح نذر اللہ نیاز حسین کہنا بھی شرک ہے اور جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے وہ ملعون ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ اسی طرح ریا و فخر کے طور پر کھانا پکانا یا مال خرچنا شرک اور حرام ہے جیسے لوگ مرنے یا شادیوں میں ایکدوسرے سے بڑھ جانے کی نیت سے یا لوگوں کی عار اور طعنہ کے ڈر سے کھانے پکاتے اور خرچ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا

ہے ایسے طعام کھانے سے جیسے روایت ہے۔ نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أي المتعارضين بالفخر والرياء
اور اس طرح قبور اور خانقاہوں کے معاملہ جو کچھ درج سوال ہوئے ہیں سب حرام اور شرک ہیں اور
رسول اللہ صلعم نے فرمایا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ حتی تعبد قبائل امتی الاصنام
یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے قبائل مشرکین سے نہ ملجائینگے اور بتوں کی پوجا نہ کریں
گے جیسے تابوت اور خانقاہیں وغیرہ اور فرمایا لا تقوم الساعة حتى تضطرب اليات نساء دوس حول ذي الخلصة یعنی
قیامت نہ ہوگی جبتک کہ دوس قبیلہ کی عورتیں ذی الخلصہ کے گرد طواف نہ کریں گی یعنی چوتڑ ہلائیں
گی جیسے خانقاہوں اور قبروں پر عورتیں مجمع کرتی ہیں اور پھرتی ہیں اور جو شخص پانچوں بنائے اسلام کے
نہ بجا لائے وہ مسلمان ہی نہیں ہیں اور کھیل تماشا اور فواحش میں پھنسنے والوں کی نسبت فرمان ایزدی
ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا یعنی کافروں نے اپنا دین کو کھیل تماشا اور لہو لعب ہی بنا رکھا
ہے اور دین سے غافل ہوا ور کھانے پینے والے اور پیٹ کے دھندے میں لگنے والوں کے حق
میں فرمایا جو نہ سنیں اور نہ کچھ سمجھیں أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ کہ یہ لوگ چوکھروں سے بھی
بدتر ہیں اور جو مولوی ملاں یا پیران افغاں کی غیرت و کریں اور نہ منع کریں بلکہ ان میں کھاتا پیتا کریں اور
حق چھپائیں اور انہیں کی طرف داری کریں۔ ان کی مثال اللہ پاک نے گدھے اور کتے کی طرح فرمائی ہے اور آسمان کے
نیچے ان سے زیادہ کوئی بدتر نہیں ہے ایسے ہی لوگوں کو فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ اور فرمایا، وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ یعنی ایسے ہی شیطان جن و انس اللہ کے رسولوں کے دشمن
ہوئے ہیں اور جو قلابہ وغیرہ کو اسلام سمجھیں انکی بابت اللہ تعالے نے فرمایا وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
شیطان نے اُن کو برے کام اچھے کر دکھائے الغرض یہ سب افعال و اعمال جو سائل نے درج کئے موجب فتنہ و
فساد ہیں اور باعث اٹھ جانا امن کا بلنے امن کے ہیں اللہ صاحب نے فرمایا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ یعنی خشکی اور تری میں آدمیوں اور عورتوں کے باعث فساد پھیل گیا اور ایسے ہی لوگوں
کی شامت و نحوست سے خلق اللہ ہلاک ہو رہی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بدل ڈالیں اور آپ بھی اور دوسروں
کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ
یعنی کیا ان لوگوں کو تو نے نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت (یعنی قرآن و حدیث یا پابندی شریعت و دین الٰہی

بَنَاءُوْ بِغَضَبٍ کو کفر یعنی انکار سے بدل دیا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں اتارا اور ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا بِغَضَبٍ مِنَ اللہِ یعنی اللہ تعالیٰ کا غضب لیکر پھرے پس جسطرح یہ لوگ علماء رسول کی تعلیم اور دین کے احکام کو چھوڑ کر اپنی خواہشات اور رسم ورواج اور فسق وعصیان میں مبتلا ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر غضب اتارا کہ کوئی قید میں نالاں ہیں اور کوئی گرفتار ہوکر چالان ہیں اور کوئی فراری میں سرگرداں اور کوئی غم کے وبال میں پریشان اور کوئی حکومت وسیاست کی سختیوں سے حیران ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جب تک رجوع الی اللہ نہ کریں گے ان مصیبتوں سے ہرگز رہائی نہ پائیں گے۔ اور آخر جہنم کی سیر نصیب ہوگی اور ایسے ہی لوگ آمین اور رفع یدین سے چڑھتے ہیں جو خصلت یہود مردود ہے حالا یہ فعل سنت نبی علیہ السلام ہے اور چاروں مذہب میں داخل ہے اور چاروں مذہب کے محقق علماء نے ان کو سنت جانا ہے اور کہا ہے اور حضرت کے صحابہ کو برا کہنے والے لوگ رافضی شیعہ ہیں جو زبان نبی علیہ السلام سے ملعون ہوچکے ہیں اور فرمایا قیامت کی نشانیوں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ آخر اس امت کی اول اس امت کو گالیاں دے گی اور طعن کرے گی جیسا کہ ظاہر ہے نتیجہ۔ پس یہ لوگ مشرک بدعتی رافضی اسلام سے نکلنے والے فساق وفجار ہیں ان کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ طریقہ بلکہ نیکوں کے نام کو بدنام کرنے والے اور جو انکی طرفداری کرے وہ نہ مولوی ہے اور نہ پیر ہے بلکہ خناس وشریر ہے اور یہی لوگ نظام میں خلل اور فساد ڈالنے والے ہیں۔ حررہ العاجز احقر العبید۔ ابو عبد المجید عبد الحمید بدھواڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:۔ ہذا میں جو عقائد واعمال واقوال لکھیں ہیں یہ سب کے سب شناخت مشرکین کی ہیں انہیں کی تردید کے لئے آسمان سے کتابیں نازل ہوئی تھیں جس قدر کتابیں وصحف آئے اور انبیاء ورسل۔ مبعوث ہوئے کل کے کل انہیں اعمال واقوال وعقائد کی تردید کرتے کراتے تھے اصل شرک یہی ہے شرک اکبر اس کا نام ہے اسی شرک کے بارہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں خبر دی ہے۔ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اور نیز فرمایا اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ الآیۃ واقعی سوال ہذا کا جواب مولوی ابو المجید عبد المجید زادہ اللہ علما نافعا ساکن بدھواڑہ ضلع جھنگ نے بہت صحیح اور ٹھیک اور درست دیا ہے علماء کو چاہیے کہ شرک وغیرہ ضروریات دین کے بارہ میں صاف صاف لفظوں میں بولا کریں

ارشاد کنایہ سے کام نہیں بنتا اور نیز علماء کرام فقہاء انبیاء عظام پر لازم اور واجب ہے کہ کتاب دین خالص مجموعۃ التوحید فتح المجید شرح کتاب التوحید وتقویۃ الایمان وغیرہ کتب اور رسائل توحید کا مطالعہ کیا کریں۔

وَ انا العاجز ابو محمد عبد الوہاب المہاجر الملتانی نزیل لدھلی تجاوز اللہ عن ذنبہا تحقی وا بجلی شہیر جمادی الثانی سن ۱۳۴۴ھ الجواب صحیح عبد الرحمن ہمایہ من احباب ابو تراب عبد الغنی جود ہلپوری امام حدیث مولانا عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی عفا اللہ عنہما ایں مغلکاں زلبون کفر جاہلیت اولیٰ دین ایشان است نہ شریعت است یکا بظاہر کلمہ گو یان اند۔ در باطن کفر خوریان فقط و انا فقیر الی اللہ الغنی عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی عفا اللہ عنہما۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اخی مولوی ابو عبد المجید عبد اللہ صاحب نے خود لکھا ہے وہ کافی ہے۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو امورات تحریر کئے گئے ہیں ان کے جوابات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہیں مگر ان کی یہ حالت ہے۔ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القران الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماؤھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم یخرج الفتنۃ وفیھم تعود رواہ البیہقی فی شعب الایمان اور تصدیق اس کی کتاب اللہ میں موجود ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا اور عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی۔ الاوثان الخ رواہ ابوداؤد والترمذی حررہ عبدہ ابو الحسن محمد حسن لائل پوری جن افعال کا ذکر سوال میں کیا ہے ان کے مرتکب فاسق فاجر بدعتی اور لامذہب ہیں۔ اُن کو حنفی اور امام ابو حنیفہ کا مقلد کہنا غلط ہے۔ ان کی حمایت کرنے والا ہدم اسلام پر اعانت کرتا ہے حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بدعتی کی عزت و تعظیم کرتا ہے۔ تو وہ اسلام کے گرانے اور مٹانے کی کوشش کرتا ہے حررہ ابو عبد الرحمن نور الحسن عفا اللہ عنہ مدرس

مدرسہ اسلامیہ لاہور" الجواب صحیح مجیب مصیبت الجواب صحیح والمجیب مصیب حافظ محمد حسین حال وارد لاہور: جواب بہت صحیح ہے یہ لوگ جن کا بیان سوال میں مفصل ہو چکا ہے کسی امام اور بزرگ کے تابع اور پیرو نہیں بلکہ اپنے شیطان کے تابع ہیں۔ اور قرآن و حدیث اور تمام اماموں کے برخلاف ہیں۔ عبدالغفور عفا اللہ عنہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے والد نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے مسلمان حال مثل مشرکین مکہ کے ہیں۔ یعنی جو کچھ طریق ان کا تھا وہی ان کا ہے وثن پرستی اور باپ دادا کی تقلید اور علمائے یمن وغیرہ کا فتویٰ ہے کہ خلیفہ کو لازم ہے کہ ان نام کے مسلمان سے بھی جہاد کرے جیسے وہ کفار مشرکین سے کرتا ہے اور من دون اللہ میں بت و قبر و قبہ سب داخل ہیں اور طاغوت میں کل مایعبد من دون اللہ۔ داخل ہے پس یہ لوگ الذین یدعون من دون اللہ۔ میں داخل ہیں جو ان کا حکم سو ان کا حکم اناابو عبید میر احمد اللہ عفے عنہ امرتسری۔ جو کچھ اس فتویٰ میں لکھا ہے سب حق ہے اور عین توحید ہے، اس کے سوائے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا دیکھو اللہ عزوجل نے کس طرح ایک ہی آیت میں شرک کے بیج کو نکال دیا ہے۔ قال تعالیٰ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ، الآیۃ یعنی اسباب امید کے بھی چار ہیں۔ کہ وہ معبود مشرکین کا سوائے اللہ تعالیٰ کے یا مالک ہوں یا شریک ہو یا ظہیر ہو یا شفیع ہو پس اللہ تعالیٰ نے اعلےٰ سے لے کر ادنیٰ تک ترتیب وار نفی کی اور جس سفارش کو مشرک چاہتا ہے۔ اس کی نفی فرمائی اور جس شفاعت کو ثابت کیا اس میں مشرک کا کوئی حصہ نہیں یعنی سفارش بالاذن اور اس پر اجماع ہے تمام انبیاء اور علماء اسلام کا فقط والحمد للہ رب العالمین کتبہ اضعف العباد عبدالاحد خانپوری عفا اللہ عنہ: جواب صحیح ہے ابو سعید محمد شرف الدین دہلی مٹیا محل [ابوسعید محمد شرف الدین مہر] مجید صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا

ہے وہ کافی و قابل عمل ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ تبیرہ مولانا مولوی
سید محمد نذیر حسین صاحب مرحوم و مغفور دہلوی الجواب صحیح [عبدالجبار عمرپوری] الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار
عمرپوری مہر سید عبدالسلام [سید محمد ابوالحسن] مجیب نے جو لکھا ہے قرآن و حدیث کے موافق لکھا ہے جزاہ
اللہ فی الدارین خیرا احمد سلمہ الصمد مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دھلی [احمد المعروف باحمد اللہ]
الجواب صحیح عبدالرحمن اعجاب من اجاب ابوتراب عبدالغنی جو وصپوری، توحید و شرک میں
المجیب حق ابو محمد عبداللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالہدیٰ دہلی فی الواقع جواب بہت ہی ٹھیک ہے
افسوس مسلمانوں نے کفر و اسلام اور توحید شرک میں بھی امتیاز کرنا چھوڑ دیا مندرجہ بالا تمام ممنوعات
و محذورات فقہ احناف میں بھی اسیطرح مذکور ہیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
کتبہ بقلمہ و قالہ بفمہ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم جونا گڑھی ثم الدھلوی دھلے اجمیر بدروازہ
مدرس مدرسہ محمدیہ واقعی یہ مضامین صحیح درست ہیں یہ رسمیں کفر و شرک کی ہیں فقط ابوالحسن
محمد صدیق انصاری اکبرآبادی عفا اللہ عنہ مجیب صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے
ان لوگوں میں اور مشرکین مکہ میں کچھ فرق نہیں اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو ایسی ہی قوم میں آتا مگر اب کوئی
نبی نہیں آئیگا۔ ابوسعید محمد عبداللہ گورداسپوری ثم ساہووالی الجواب صحیح احمد بن محمد ملتانی
عفے عنہ۔ اور جیسے خدا اور رسول کی اطاعت چھوڑ بیٹھے ہیں ویسے فرمانروایان ملک و
حکومت کی اطاعت سے نکلنے والے ہیں نہ دین کے نہ دنیا کے نصیحت مسلمانوں اللہ کے
واسطے اپنی حالت کو سنبھالو اور خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور نیک خلق و عادات و حسن
سیرت و سلوک مروت و ہمدردی اختیار کرو اور انسانیت اور ملکیت کے صفات پیشہ ہوجاؤ
کہ اللہ تعالے کی رحمت موجب امن و امان ہو چنانچہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے وان
لو استقاموا على الطريقة لأسقيناهم ماء غدقا اور فرمایا واستغفروا ربكم إنه كان غفارا
يرسل السماء عليكم مدرارا ويمددكم بأموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل
لكم أنهارا. ما لكم لا ترجون لله وقارا وقد خلقكم أطوارا الخ وانا العاجز ابو محمد
عبدالوہاب المہاجری الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الحقی الحقی شہر

باب الدجال

سوال۔ پنجاب کے بعض عالم کہتے ہیں۔ کہ دجال کا کچھ وجود نہیں۔ دجال یہی حاکم ظالم ہیں اور جنت ونار اس کی ریل گاڑی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام فوت ہو گئے عیسیٰ موعود میں ہوں۔ اس واسطے علمائے دین دار اہل سنت والجماعت سے استفسار ہے۔ کہ پنجاب کے اس عالم کے یہ اقوال صحیح ہیں یا محض غلط۔ بیان کرو۔ کہ عوام کا شک وشبہ رفع دفع ہو جائے۔

الجواب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ تیرہ صحابی وصحابیہ (۱) حذیفہ بن اسید الغفاری (۲) ابوہریرہ (۳) عمران بن حصین (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) انس بن مالک (۶) حذیفہ بن یمان (۷) ونواس بن سمعان (۸) وابوسعید خدری (۹) وابی بکرہ (۱۰) وفاطمہ بنت قیس (۱۱) عبداللہ بن عمر (۱۲) وابی عبیدۃ بن الجراح (۱۳) واسماء بنت یزید بن السکن (۱۴) ومغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہم۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ قریب قیامت کے دجال ظاہر ہو گا اور شبیہ۔ مثل۔ عبدالعزیٰ بن قطن کے ہو گا۔ کہ یہ مشرکین میں سے گذرا ہے اور وہ مثل ابر کے تمام دنیا میں پھیل جاوے گا اور قیام اس کا چالیس دن ہو گا۔ ایک دن مثل برس کے اور ایک دن مہینے بھر کا ہو گا ایک دن ہفتہ بھر کا ہو گا باقی دن اپنے حال پر بدستور رہیں گے صحابہ نے عرض کیا کہ برس دن کی نماز کیوں کر ادا ہو گی آیا ایک دن کی نماز کافی ہو گی فرمایا نہیں۔ وقت کا اندازہ کر کے پانچوں نمازیں پڑھتے رہنا۔ اور مشکوٰۃ شریف باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال میں دجال کا احوال دیکھنا چاہیے یہاں ایک دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں اور دجال کے بعد حضرت عیسیٰ اتریں گے۔ اور وہ دجال کو قتل کریں گے۔ اور مشکوٰۃ میں ایک خاص باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کا منعقد کیا ہے سب احوال عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا اس باب میں دیکھنا چاہیے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔ اور قرآن شریف میں سورہ زخرف سے نازل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صاف

واضح ہوتا ہے۔ وَاِنَّهٗ ۔ ای عیسٰی ۔ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ تعلم بنزوله وقرأ ابن عباس بفتحتين للمبالغة كذا في الكمالين اور اسی طرح سے تفسیر مدارک و بیضاوی وکبیر ومعالم وغیرہ میں مذکور ہے وانه . بدرستیکہ عیسٰی علیہ السلام . لعلم للساعة علم است مر ساعت را یعنی بدو بدانید کہ نزدیک است قیامت چہ یکے از علامات قیامت نزول عیسٰی علیہ السلام است کہ بعد از تسلط دجال از آسمان برزمین فرود آید۔ نزدیک منارہ بیضاء در طرف شرقی دمشق وجامہ رنگین پوشیدہ باشد ہر دو کف دست خود را بر بالہائے دو فرشتہ نہادہ ور رخسارہ مبارکش عرق کردہ چون سر در پیش افگند قطرات از رویش ریزاں گردد و چون سر بالا کند آن قطرہا بر روئے وے چون مروارید روان شود و نفس وے بہر کافر کہ رسد بمیرد و ہر جا کہ چشم وے افتد نفس وے برسد . پس در طلب دجال رواں گردد و در باب لد کہ موضعے است در ولایت شام بدو رسد وا ورا بکشد انگہ یاجوج بیروں آیند و عیسٰی علیہ السلام بکوہ طور برد مومناں را و آنجا تحصن گردد۔ القصہ چون معلوم شد کہ عیسٰی علیہ السلام نشانہ قرب قیامت است کذا فی التفسیر الحسینی۔

اور اس آیت کی تفسیر حدیثیں صحاح ستہ کی ہیں کما لا یخفی علی الماہر بہذا الفن ۔ پس منکر نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام کا فاسق ہے ۔ بلکہ کافر کیونکہ صریح نص کا منکر ہے اور تاویل اس کی مردود و خلاف سبیل مومنین کے ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۔ الی آخر الآیۃ کا مصداق ہے۔

لہ اور وہ یعنی عیسٰی علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں آپ کے نازل ہونے سے قیامت کے وقت کا قرب معلوم ہو جائے گا عبداللہ بن عباس تعلم کو مبالغہ کے لئے بفتحتین پڑھتے تھے۔ کمالین میں ایسا ہی منقول ہے ۱۲۔

لہ جو آدمی ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی نافرمانی کرے۔ اور ایمان والوں کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو ہم اس کو جدھر جاتا ہے جانے دیں گے اور بالآخر اس کو جہنم میں ڈال دیں گے ۱۲۔

وانه لعلم للساعة وان عیسیٰ لعلم للساعة ای شرط من اشراطها تعلم به فسمی الشرط الدال علی الشیٔ علما لحصول العلم به وقرأ ابن عباس لَعَلَمٌ وهو العلامة ۔ انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا وانه لَعَلَمٌ للساعة یعنی نزوله من اشراط الساعة تعلم به وقرأ ابن عباس رض وابو هریرة رض وقتادة رض وانه لعَلَمٌ للساعة بفتح اللام والعین ۔ ای امارة وعلامة انتہی ما فی معالم التنزیل ۔

مشکوٰۃ کے باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال میں ہے:۔

عن النواس بن سمعان رضی الله عنه قال ذکر رسول الله صلے الله علیه وسلم الدجال وقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسه والله خلیفتی علی کل مسلم انه شاب قطط عینه طافیة کانی اشبهه بعبد العزی بن قطن فمن ادرکه منکم فلیقرأ علیه فواتح سورة الکهف وفی روایة فلیقرأ علیه بفواتح سورة الکهف فانها جوارکم من فتنته انه خارج خلة بین الشام والعراق فعاث یمینا وعاث شمالا یا عباد الله فاثبتوا قلنا یا رسول الله وما لبثه فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یا رسول الله فذلك الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلوٰة یوم قال لا اقدروا له قدره

---

[1] اور وہ قیامت کا ایک نشان ہیں یعنی عیسےٰ علیہ السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ ان کے آنے سے قیامت کا وقت قریب ہونا معلوم ہو جائے گا شرط دال علی الشی کو علم سے تعبیر کیا کیونکہ ان کے آنے سے قیامت کا علم ہو جائے گا عبد اللہ بن عباس رض نے اس کو عَلَم پڑھا ہے جس کے معنی نشانی ہیں۔ تفسیر کبیر کا خلاصہ ختم ہوا۔ عیسےٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ عبد اللہ بن عباس۔ ابو ہریرہ قتادہ وغیرہ نے اس کو عَلَم پڑھا ہے جس کے معنی علامت اور نشانی ہے ۱۲۔

قلنا یارسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح فیاتی علی القوم فیدعوھم فیؤمنوا بہ فیأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیھم سارحتھم اطول ما کانت ذری واسبغہ ضروعا وامدہ خواصر ثم یاتی القوم فیدعوھم فیردون علیہ قولہ فینصرف عنھم فیصبحون ممحلین لیس بایدیھم شئ من اموالھم ویمر بالخربۃ فیقول لھا اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزھا کیعا سیب النحل ثم یدعو رجلا ممتلیا شابا فیضربہ بالسیف فیقطعہ جزلتین رمیۃ الغرض ثم یدعوہ فیقبل ویتھلل وجھہ یضحک فبینما ھو کذالک اذبعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھزودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطا راسہ قطروا اذا رفعہ تحدر منہ مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الامات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ ثم یاتی عیسٰی قوم قد عصمھم اللہ منہ فیمسح عن وجوھھم ویحدثھم بدرجاتھم فی الجنۃ فبینما ھو کذالک اذا اوحی اللہ الی عیسٰی انی قد اخرجت عبادا لی لایدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور فیبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیھا ویمر اخرھم فیقول لقد کان بھذہ مرۃ ماء ثم یسیرون حتی

ینتھوا الی جبل الخمر وھو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللہ علیھم نشابھم مخضوبۃ دماو یحصر نبی اللہ واصحابہ حتی یکون رأس الثور لاحدھم خیرا من مائۃ دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی اللہ عیسیٰ و اصحابہ فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأہ زھمھم ونتنھم فیرغب نبی اللہ وعیسیٰ واصحابہ الی اللہ فیرسل اللہ طیرا کاعناق البخت فتحملھم فتطرحھم حیث شاء اللہ وفی روایۃ تطرحھم بالنھبل و لیستوقد المسلمون من قسیھم ونشابھم وجعابھم سبع سنین ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منہ بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفۃ ثم یقال للارض انبتی ثمرتک وردی برکتک فیومئذ تأکل العصابۃ من الرمانۃ ویستظلون بقحفھا ویبارک فی الرسل حتی ان اللقحۃ من الابل لتکفی الفئام من الناس واللقحۃ من البقر لتکفی القبیلۃ من الناس واللقحۃ من الغنم لتکفی الفخذ من الناس فبینما ھم کذلک اذ بعث اللہ ریحا طیبۃ فتاخذ ھم تحت اباطھم فتقبض روح کل مؤمن وکل مسلم ویبقی شرار الناس یتھارجون فیھا تھارج الحمر فعلیھم تقوم الساعۃ رواہ مسلم الا الروایۃ الثانیۃ وھی قولہ تطرحھم بالنھبل الی قولہ سبع سنین رواہ الترمذی۔

حضرت نواس بن سمعان رضؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا۔ پس فرمایا اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو تم سب کی طرف سے میں اس سے جھگڑوں گا۔ اگر میرے بعد نکلا تو ہر ایک شخص خود اس سے جھگڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ میرا خلیفہ ہے۔ ہر مسلمان پر۔ وہ دجال جوان ہو گا۔ گھونگروالے بال والا۔ اس کی آنکھ نکلی ہوئی ہو گی۔ یعنی کانا ہو گا۔ پس ایسا ہو گا۔ جیسے۔ عبد العزیٰ بن قطن کو جانتے ہو۔ سو جو اس کو پاوے تو اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آئتیں ضرور پڑھے۔ کیونکہ وہ اس کے فتنہ سے اس کو بچائیں گی۔ وہ شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلنے والا ہے۔ اور دائیں بائیں۔ کیا بلکہ ہر طرف دوڑنے والا ہے۔ سو اے اللہ کے بندو ثابت رہنا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ زمین میں کس قدر ٹھہرا رہے گا تو فرمایا چالیس دن ایک دن سال بھر کا۔ ایک دن مہینہ بھر کا۔ ایک دن ہفتہ بھر کا۔ اور باقی دن یہ تمہارے معمولی دن ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا حضرت تو اس سال بھر کے دن میں ایک کی نماز ہم کو کافی ہو گی یا نہ فرمایا نہیں۔ ان معمولی دنوں کے اندازے سے پڑھتے رہنا۔ اور مہینے اور ہفتے بھر کا دن بھی اسی قیاس پر۔ ہم نے پوچھا حضرت اس کا جلد جلد پھرنا زمین میں کیسا ہو گا فرمایا جیسے ہوا ابر کو پھیلاتی ہے۔ سو وہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنے دین کی طرف بلائے گا۔ وہ اس کا کہنا مان لیں گے۔ تو آسمان کو حکم کرے گا۔ خوب بارش ہو گی۔ اور زمین میں سبزی خوب اُگے گی۔ اور ان کے مویشی کھا کھا کر خوب پلیں گے۔ اور دودھیلے ہوں گے۔ اور ایک قوم کے پاس آئے گا ان کو اپنی طرف بلائے گا۔ وہ اس کا کہنا نہ مانیں گے۔ وہاں سے چلا آئے گا۔ اور وہاں بارش بند ہو جائے گی۔ اور نہ رہے گا۔ اور کھنڈرات میں جائے گا۔ اس کو کہے گا۔ اپنے سب خزنے نکال۔ تو سب کے سب دفینے نکل کر اس کے [illegible] شہد کی مکھیوں کی طرح ہو لیں گے۔ اور پھر ایک جوان کو بلا[illegible] گا اور پھر اس کو تلوار سے مار دو ٹکڑے کر دے گا اور ادھر

اودھر نشانے کی طرح پھینک دے گا۔ اور پھر اس کو بلا کر دوبارہ مارے گا۔ اور وہ شخص منہ چمکتا ہوا ہنستے گا۔ سو دجال اسی امر موج میں ہو گا۔ کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ مسیح علیٰ ابن مریم علیہ السلام کو آسمان سے اُتارے گا۔ سو وہ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر اتریں گے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے سر کو جھکا ئیں گے۔

تو پسینے کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھا دیں گے تو موتیوں کے قطرے اتریں گے سو جس کافر کو ان کے سانس کی بو پہنچے گی بس مر ہی جائے گا۔ اور جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی وہیں تک ان کا سانس پہنچے گا۔ سو اس کو باب لد پر مار کر مار ڈالیں گے فقط یہ ترجمہ ہم نے نواس بن سمعان کی حدیث کا بقدر ضرورت کیا ہے۔ سو سائل کو ثبوت خروج دجال اعور تحقیقی لعنۃ اللہ اور نزول حضرت عیسٰی مسیح بن مریم علیہما اسلام میں کافی وافی شافی ہے جس کو تفصیل درکار ہو۔ مشکوۃ شریف میں پورے باب کو تحقیق کی نظر سے دیکھ لے یہی خلاصہ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا ہے اگر کوئی نہ مانے تو اس کو اختیار ہے۔ اور وہ بعض عالم پنجاب کے جو اس کے خلاف کے قائل ہیں۔ وہ نادان۔ جاہل وپاگل اور کاذب ہیں۔ بلکہ اہل علم کے زمرے کی بو سے بھی بے نصیب اور محروم ہیں اور منجملہ فرق اہل الحاد ہیں نعوذ باللہ من شرہ

حررہ ابو اسمٰعیل یوسف حسین الخانفوری عفی عنہ

وَاِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَۃِ۔ اور بے شک عیسٰی علیہ السلام جزو منقول لے ہیں قیامت کی یعنی ان کا اترنا آسمان سے ایک نشانی ہے قیامت کی دجال کے پیدا ہونے کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام آویں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر یاجوج ماجوج پیدا ہو کر سارے عالم کو خراب کریں گے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام مومنوں کو لے کر کوہ طور پہ جا کر چھپیں گے۔ غرض کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نشانی ہیں قیامت کی تمام ہوئی عبارت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بس پنجاب کا وہ

عالم بلا شبہ نصوص مذکورہ بالا کا منکر ملحد ہے بلکہ کافر کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ الغراء۔ حررہ خادم العلماء الطاف حسین فاضل پوری فی الواقع جواب اول و دوم بلا ریب صحیح ہے کیونکہ قریب قیامت کے ظاہر ہونا دجال کا بعد اس کے اترنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور قتل کرنا دجال کا برحق ہے۔ اور منکر اس کا ضال و مضل و ملحد و بددین اور مخالف اجماع مسلمین کے ہے۔ چنانچہ کتب صحاح ستہ و دیگر کتب اس پر شاہد عدل ہیں اور تاویل مرزا قادیانی اور اس کے حواری کی نزدیک اہل حق کے باطل و مردود ہے۔

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ اذان میں یا کسی اور موقعہ پر لفظ محمد سنکر انگوٹھا چومنا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ لفظ محمد سنکر انگوٹھے چومکر آنکھوں سے لگانا بے اصل اور بدعت ہے انگوٹھے چومکر ان کو آنکھوں سے لگانے کے بارے میں چند حدیثیں آتی ہیں لیکن سب غیر صحیح بے اصل موضوع جھوٹی اور بناوٹی ہیں علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ ص۱۲ میں علامہ محمد طاہر فتنی حنفی نے تذکرۃ الموضوعات ص۳۴ میں، ملا علی قاری حنفی نے موضوعات ص۷۵ میں، حافظ سیوطی نے تیسیر المقال میں علامہ ابوالحسن عبد الغافر الفارسی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم نے اقوال الاکاذیب میں، علامہ ابو اسحٰق بن عبد الجبار نے شرح رسالہ عبد السلام لاہوری میں، علامہ محمد یعقوب نیپالی نے الخیر الجاری شرح صحیح بخاری میں، علامہ حسن بن علی الہذی نے تعلیقات مشکوٰۃ میں، حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں، اور دوسرے محدثین نے ان احادیث کے بے اصل و بے ثبوت اور موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے اسی لئے شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ نے فتویٰ تقبیل العینین میں اس فعل کو بدعت قرار دیا ہے، عبید اللہ رحمٰنی دہلی، محدث دہلی جلد ۸ نمبر ۸،

سوال:- میلاد مروجہ میں شریک ہونا اور قیام کرنا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے آج کل اسلامی جماعت سے متعلق بعض مرد اور عورتیں ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں قیام بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو قیام کی رغبت بھی دلاتے ہیں اور اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ ہماری نیت یہ ہوتی ہے کہ ہم خدا کیلئے قیام کر رہے ہیں اس کو شرک نہیں کہا جا سکتا کیا ان کا کہنا صحیح ہے کتاب وسنت سے مدلل فرمائیں،

جواب:- اس قسم کی محافل میں شرکت حرام ہے اور شریک انسان مرتکب الکبیرہ ہے،

انوار التوحید میں بحوالہ تحفۃ القضاۃ ہے، وَيَقُومُونَ عِنْدَ تَوَلُّدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رُوْحَهٗ يَجِيءُ وَحَاضِرَةٌ فَزَعْمُهُمْ بَاطِلٌ بَلْ هٰذَا الْإِعْتِقَادُ شِرْكٌ وَقَدْ مَنَعَ الْأَئِمَّةُ یعنی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سن کر محفل میلاد میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ کی روح تشریف لاتی ہے اور آپ حاضر ہوتے ہیں ان لوگوں کا یہ خیال باطل ہے بلکہ ایسا اعتقاد شرک ہے اور چاروں اماموں نے اس قسم کے عقیدوں سے منع کیا ہے ترمذی شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ یعنی صحابہ کرامؓ کو سب سے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کو آپ کا اسے مکروہ سمجھنا معلوم تھا،

اس روایت سے معلوم ہوا آپ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے لئے قیام کو مناسب نہیں سمجھا تو وفات کے بعد آپ کا ذکر سن کر قیام کرنا بطریق اولیٰ منع ہے پھر قرون مفضلہ میں بھی اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا علامہ محمد عبد السلام خضرہ الشقیری کی مشہور ومعروف تالیف السنن والمبتدعات کے صـ ۱۲۹ پر ہے،

فَاتِّخَاذُ مَوْلِدِهٖ مَوْسِمًا وَالْاِحْتِفَالُ بِهٖ بِدْعَةٌ مُنْكَرَةٌ ضَلَالَةٌ لَمْ يَرِدْ بِهَا شَرْعٌ وَلَا عَقْلٌ وَلَوْ كَانَ فِيْ هٰذَا خَيْرًا فَكَيْفَ يَغْفُلُ عَنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَسَائِرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَابِعِيْهِمْ وَالْأَئِمَّةِ وَأَتْبَاعِهِمْ ..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ یعنی جو دین میں نیا کام کرے وہ مردود ہے، دوسری روایت میں ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَزَادَ النَّسَائِيُّ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ قرآن مجید میں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ طبرانی میں حدیث ہے مَا تَرَكْتُ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ إِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُكُمْ وَمَا مِنْ شَيْءٍ يُبْعِدُكُمْ عَنِ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُكُمْ بِهِ دوسری حدیث میں ہے، تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ ابن الماجشون کا کہنا ہے میں نے مالک سے سنا مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا لَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا السنن المبتدعات ص اسی صفحہ پر امام شافعی کا قول ہے من استحسن فقد شرع یعنی جس نے بدعت کو اچھا سمجھا اس نے نئی شرع ایجاد کر لی، باقی رہا بعض حضرات کا یہ دعوےٰ کہ اس قسم کی مجالس میں حاضری وقیام کے باوجود ہماری نیت خالصۃ اللہ کیلئے ہوتی ہے لہٰذا سے شرک قرار نہیں دیا جا سکتا تو یہ دعوےٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے سنن ابوداؤد میں ثابت بن ضحاک کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ وہ بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ کی اطلاع دی آپ نے فرمایا هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهَا قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ یعنی کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی ہو انہوں نے کہا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کر اللہ کی معصیت میں نذر کی وفا نہیں اور نہ اس چیز میں جس کا انسان مالک نہ ہو نیز مشکوٰۃ جلد دوم ص۲۹۷ میں بحوالہ رزین ہے، إِنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَنَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا وَكَانَ تَذْبَحُ فِيْهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ... الخ یعنی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں فلاں مقام میں ذبح کروں جس میں اہل جاہلیت ذبح کرتے تھے فرمایا کیا وہاں ان کا کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی ہو کہا نہیں فرمایا وہاں ان کی کوئی عید تھی کہا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کر، ان احادیث سے معلوم ہوا شرک و بدعت و خرافات کے اڈوں پر جانا اور مشرکین و مبتدعین کی مجالس میں شمولیت اختیار کرنا منع ہے اگرچہ انسان کی نیت میں کتنا ہی خلوص کیوں نہ ہو لہٰذا اس قسم کی مجالس میں حاضری سے اجتناب لازمی ہے، مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وعلمہ اتم۔ (الاعتصام جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۷)

سوال :۔ایک شخص جو جماعت اسلامی سے وابستہ ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) ظالم و جابر حکمران اور بدعتی تھے یزیدؒ کو بھی گمراہ اور انبیاء علیہم السلام کو غیر معصوم سمجھتا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے،

جواب :۔بشرط صحت سوال، یہ سب باتیں گمراہی کی ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اور سچے صحابی تھے چہ جائیکہ (معاذاللہ) ظالم اور جابر ہوں حسب تصریح قرآن مجید وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (الحدید) سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (التوبۃ) کا سرٹیفکیٹ انہیں دنیا میں ہی عطا فرما دیا گیا ہے، صحابہؓ کے حق میں ایسے الفاظ گستاخی ہیں جن کے مرتکب کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے یزید بھی گمراہ نہ تھا، اس کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کو معصوم سمجھنا اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اس سے انکار عقیدہ صحیحہ سے انحراف ہے ایسے شخص کو ہرگز امام نہیں بنانا چاہیے، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ (دارقطنی) تم امام ایسے شخص کو بناؤ جو تم میں (عقیدہ و عمل میں) سب سے بہتر ہو، (الاعتصام جلد نمبر ۲۱ ش نمبر ۷)

سوال :۔ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے جواب میں حق چار یار کہنا غلط ہے کیونکہ حق خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور یہ گویا حق چار یار کہنا شرک ہوا، اس کی وضاحت فرمائیں کہ یہ شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوا،

جواب :۔وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔ یہ بات اُن مولوی صاحب کی درست نہیں جس طرح خلافت راشدہ حق ہے کہنا درست ہے حق چار یار کہنے کا مطلب بھی یہی ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار صرف حضرت علیؓ نہیں تھے بلکہ چاروں خلفاء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص قسم کی محبت تھی (ہر ایک سے صفت مخصوصہ طیبہ کے باعث) اور چاروں خلفاء (سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول، سیدنا عمر فاروقؓ خلیفہ دوم اور سیدنا حضرت علیؓ بلحاظ درجات مسلّمہ اہل سنت والجماعت) کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہاء درجہ کی محبت تھی اور چونکہ محب کا ترجمہ پنجابی زبان میں یار ہے بنا بریں تفہیم کیلئے چاروں خلفاء کو چار یار کہہ کر یہ کہہ دیا جائے کہ سچی بات یہ ہے کہ چاروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے یار تھے تو اس میں نہ شرک ہے نہ خلاف واقعہ ہے اور نہ ہی غلط ہے ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ (الاعتصام جلد نمبر ۱۳ ش نمبر ۲)

قرآن مجید کے ساتھ دم وغیرہ کرنے سے فائدہ نہ ہو تو یہ کہنا جائز ہے کہ قرآن مجید سے فائدہ نہیں ہوا؟

سوال: زید عرصہ سے نزلہ کھانسی، دمہ کی بیماری میں مبتلا ہے۔ ایک عامل نے قرآن مجید سے علاج کیا۔ سورۃ فاتحہ اور آیات شفا لکھ کر پلائیں۔ مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ زید کا خیال ہے کہ ڈاکٹری علاج کرایا جائے۔ مگر عامل نے منع کر دیا کہ قرآن مجید کے دم کو ترک کر کے تم کافر ہو جاؤ گے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید ڈاکٹری حکیمی علاج کروا سکتا ہے یا نہیں جب کہ قرآن مجید سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ قرآن مجید کی شفاء پر ایمان رکھتے ہوئے حالت کے مطابق یہ کہنا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

جواب: کتب احادیث میں علاج معالجہ کی بابت بکثرت احادیث موجود ہیں جن میں مادی روحانی ہر قسم کے معالجات مذکور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے اور کئے ہیں۔ اگر قرآن مجید کے علاوہ اور معالجات کفر ہوتے تو معاذ اللہ یہ کفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوتا رہا۔ فائدہ نہ فائدہ تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ شفاء بھی خدا کی طرف سے ہے اور غیر قرآن کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے خدا تعالیٰ نے شہد کو شفاء للناس (پ ۱۴) فرمایا ہے تو اگر کسی بیمار کو شہد سے فائدہ نہ ہوا اور اس بات کو بیان کرتا ہوا کوئی شخص کہہ دے کہ شہد سے فائدہ نہیں ہوا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا شفاء للناس کہنا غلط ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس خاص موقعہ پر مشیت ایزدی سے اس کا اثر ترک گیا سو اس طرح قرآن شریف کو سمجھ لینا چاہیئے۔ جو شخص کسی خاص موقعہ پر فائدہ کی نفی سے قرآن مجید کے شفاء ہونے سے انکار سمجھ لیتا ہے یہ اس کی بے سمجھی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۶ صفر ۱۳۵۷ھ، ۶ اپریل ۱۹۳۸ء

تعویذات

سوال: آیات قرآنی سے تعویذ لکھ کر ڈالنا یا بازو پر باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ جولوگ یا

عدم جواز پر قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے؟ السائل: حاجی ابراہیم حسین سلیٹھ منگلور مورخہ ۲۳ ربیع الاول ۱۲ھ

جواب: مشکوٰۃ میں ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل أَعُوْذُ بکلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشیاطین وان یحضرون فانها لن تضره وکان عبد الله بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صك ثم علقها فی عنقه رواه ابو داؤد والترمذی وهذا لفظه (مشکوٰۃ باب الاستعاذۃ ص۲۱۱)

عمرو بن شعیب اپنے باپ وہ اپنے دادے (عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی نیند میں گھبرائے وہ یہ کلمات پڑھے اَعُوْذُ الخ یعنی میں خدا کے پورے کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس کے غضب سے اس کے عذاب سے اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ میرے پاس حاضر ہوں" پس وہ خواب اس کو بالکل نقصان نہیں دے گی۔ اور عبداللہ بن عمروؓ کی اولاد سے جو بالغ ہو جاتا، عبداللہ بن عمروؓ اس کو یہ کلمات سکھا دیتے۔ اور نابالغ ہوتا کاغذ پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیتے۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

عموماً جواز کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے مگر اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ یہ صحابی کا فعل ہے اور صحابہؓ دوسری طرف بھی ہیں تو پھر فیصلہ کیا ہوا؟

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے "دین خالص" میں پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ف بعض کہتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعویذ ڈالنا ہو تو نابالغوں کو ڈالو۔ بالغوں کو نہ ڈالو۔ مگر یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ اگر بالغوں کے لئے ناجائز ہوتا تو نابالغوں کے لئے بھی ناجائز ہوتا جیسے سونا چاندی ریشم وغیرہ۔ کیونکہ عموماً چھوٹے بڑوں کے لئے اس قسم کے احکام یکساں ہوتے ہیں۔ خاص کر جہاں ان پڑھ اس بارہ میں بچوں کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ ان کو پڑھنا مشکل ہے ہاں اس سے یہ ضرور نکلتا ہے کہ پڑھنا افضل ہے حتی الوسع اسی کی کوشش چاہیئے۔ ۱۲ منہ

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک رواہ احمد وابوداؤد۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دم۔ تعویذ، عمل سب یہ شرک ہے۔"

اس کے بعد اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

أَقُولُ إِنَّ الْعُلَمَاءَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ اخْتَلَفُوا فِي جَوَازِ تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ الَّتِي مِنَ الْقُرْآنِ وَأَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى وَصِفَاتِهِ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ يَجُوزُ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ ظَاهِرُ مَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ وَبِهٖ قَالَ أَبُو جَعْفَرِنِ الْبَاقِرُ وَأَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ وَحَمَلُوا الْحَدِيثَ عَلَى التَّمَائِمِ الَّتِي فِيهَا شِرْكٌ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ وَابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَهُوَ ظَاهِرُ قَوْلِ حُذَيْفَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَابْنِ عُكَيْمٍ وَبِهٖ قَالَ جَمَاعَةٌ مِّنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ أَصْحَابُ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ وَاخْتَارَهَا كَثِيرٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ وَجَزَمَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ وَاحْتَجُّوا بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ۔

(دین خالص حصہ اول ص۲۲۳)

صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں قرآن مجید اور اسماء اور صفات الٰہی کے تعویذوں کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک جماعت جواز کی قائل ہے ان سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور ابوجعفر باقر بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی کے موافق ہے اور حدیث مذکور کو شرکیہ تعویذوں پر محمول کرتے ہیں۔ اور ایک جماعت عدم جواز کی قائل ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ابن عکیم رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور ایک جماعت تابعین سے بھی اسی کی قائل ہے ان سے اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ایک روایت امام احمد سے بھی اسی کے موافق ہے امام احمد کے بہت سے اصحاب نے اسی کو اختیار کیا ہے

اور متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے اور دلیل اس کی حدیث مذکور اور اس کے ہم معنی دیگر روایتیں پیش کرتے ہیں[1]"

اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور دونوں طرف صحابہؓ ہیں تو اب فیصلہ کسی اور دلیل سے ہونا چاہیئے صرف کسی صحابیؓ کا قول و فعل پیش کر دینا کافی نہیں۔ پس اب سنیئے :۔

حدیث مذکور میں تین چیزیں ذکر ہوئی ہیں۔ رُقیہ[1]۔ تمیمہ[2]۔ تولہ[3]۔ یعنی دم۔ تعویذ اور عمل حُب حدیث میں اِن تینوں پر شرک کا حکم لگایا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نفس ان تینوں کا شرک ہے یا ان کی کئی قسمیں ہیں جیسے بعض شرک ہیں بعض غیر شرک ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ نفس دم یعنی ذاتِ دم کی یا ذاتِ تعویذ یا ذاتِ عمل حُب کی شرک نہیں بلکہ ان کی بعض قسمیں شرک ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ میں ہے :۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ

(مشکوٰۃ کتاب الطب ص۳۸۸)

عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے اس کی بابت دریافت کیا تو فرمایا اپنے دم مجھ پر پیش کرو۔ جب دم میں شرک نہ ہو تو کوئی حرج نہیں"

اس کی ہم معنی اور بھی کئی احادیث ہیں جو مشکوٰۃ وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور یہ صرف جاہلیت کے دموں کے متعلق ہیں اور جو دم قرآن و حدیث کے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ نفس دم مراد نہیں بلکہ اس کی بعض قسمیں (کلماتِ شرکیہ) مراد ہیں۔ اور جب اس کی بعض قسمیں مراد ہوئیں

---

[1] بعض حدیث مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ، پیش کرتے ہیں۔ یعنی جس نے کسی شئے سے تعلق پیدا کیا وہ اسی کی طرف سونپا جائیگا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلق دو طرح کا ہوتا ہے ایک دل سے ایک فعل سے چنانچہ نواب صاحبؒ نے دین خالص حصہ اوّل کے ص۲۴۳ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے دل سے تعلق یہ ہے کہ غیر پر بھروسہ کرلے اور فعل سے یہ ہے کہ اس کے مطابق عملدرآمد کرے اس میں ہر قسم کے اسباب معیشت اور دم تعویذ وغیرہ داخل ہیں۔ پس یہ ممانعت خاص تعویذ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر قسم کے اسباب سے ہے جب کہ ان پر بھروسہ کر لیا جائے۔ ۱۲

تو باقی دو میں بھی بعض مراد ہوں گی کیونکہ جیسے دم کی بعض قسمیں شرکیہ ہیں بعض غیر شرکیہ اسی طرح باقی دو کا حال ہے۔ پس تفریق کی کوئی وجہ نہیں ۔ اسی لئے جواز کے قائل ہیں ، انہوں نے حدیث مذکورہ کو شرکیہ تعویذوں پر محمول کیا ہے جیسے نواب صاحبؒ کی عبارت مذکورہ میں اس کی تصریح ہے۔

اور تمیمہ اور تولہ کی تفسیر بھی اسی کی مؤید ہے چنانچہ نیل الاوطار جلد ۸ کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی والتمائم ص۲۲۴ میں ہے۔

اَلتَّمَائِمُ جَمْعُ تَمِیْمَۃٍ وَھِیَ خَرَزَاتٌ کَانَتِ الْعَرَبُ تُعَلِّقُھَا عَلٰی اَوْلَادِھِمْ یَمْنَعُوْنَ بِھَا الْعَیْنَ فِیْ زَعْمِھِمْ فَاَبْطَلَہُ الْاِسْلَامُ

یعنی تمیمہ منکے ہیں جو نظر سے بچاؤ کے لئے عرب اپنے اعتقاد کی بناء پر اپنی اولاد کے گلے میں باندھتے تھے۔ پس اسلام نے اس کو باطل کر دیا"

اور تولہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

قَالَ الْخَلِیْلُ التِّوَلَۃُ شَبِیْھَۃٌ بِالسِّحْرِ۔ یعنی خلیلؒ کہتے ہیں تولہ جادو کے مشابہ ہے" اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری جزو ۲۳ باب باب الرقی بالقرآن الخ ص۱۸۱ میں لکھتے ہیں۔

وَالتِّوَلَۃُ شَیْئٌ کَانَتِ الْمَرْاَۃُ تَجْلِبُ بِہٖ مَحَبَّۃَ زَوْجِھَا وَھُوَ نَوْعٌ مِّنَ السِّحْرِ۔

یعنی" تولہ ایک شئے ہے جس کے ذریعے عورت اپنے خاوند کی محبت کھینچ لیتی ہے اور وہ ایک قسم جادو ہے"

نیل الاوطار میں خلیلؒ کے قول کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔

وَقَدْ جَاءَ تَفْسِیْرُہٗ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَمَا اَخْرَجَہُ الْحَاکِمُ وَابْنُ حِبَّانَ وَصَحَّحَاہُ اَنَّہٗ دَخَلَ عَلَی امْرَاَۃٍ وَفِیْ عُنُقِھَا شَیْئٌ مَعْقُوْدٌ فَجَذَبَہٗ فَقَطَعَہٗ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ قَالُوْا یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ

۱؎ اصل میں اسی طرح ہے مگر غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن مشہور ہے۔ اور نواب صاحبؒ نے بھی دین خالص جلد اول فصل رد الشرک الرقی والتمائم ص۳۲۵ میں یہ روایت ذکر کی ہے اس میں یا ابا عبداللہ کی بجائے یا ابا عبد الرحمٰن ہے پس صحیح یہی ہے ۱۲۔

هٰذَا التَّمَائِمُ وَالرُّقٰی قَدْ عَرَفْنَاهَا فَمَا التِّوَلَةُ قَالَ شَيْءٌ يَصْنَعُهُ النِّسَاءُ يَتَحَبَّبْنَ إِلٰى أَزْوَاجِهِنَّ يَعْنِي مِنَ السِّحْرِ قِيْلَ هُوَ خَيْطٌ يُقْرَأُ فِيْهِ مِنَ السِّحْرِ أَوْ قِرْطَاسٌ يُكْتَبُ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ يَتَحَبَّبُ بِهِ النِّسَاءُ إِلٰى قُلُوْبِ الرِّجَالِ أَوِ الرِّجَالُ إِلٰى قُلُوْبِ النِّسَاءِ فَأَمَّا مَا تحبب به المرأة الى زوجها من كلام مباح كما يسمّى الغنج و كما تلبسه للزينة او تطعمه من عقار مباح اكله او اجزاء حيوان ماكول مما يعتقد انه سبب الى محبة زوجها لما اودع الله تعالىٰ فيه من الخصيصة بتقدير الله لا انه يفعل ذلك بذاته قال ابن رسلان فالظاهر ان هٰذا جائز لا اعرف الآن ما يمنعه فى الشرع انتہى ؏

اور تِوَلہ کی تفسیر تو د عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آئی ہے جس کو حاکم ؒ اور ابن حبان ؒ نے روایت کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے اپنی بیوی کے گلے میں کچھ بندھا ہوا دیکھ کر اس کو توڑ دیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے رُقی اور تمائم اور تولہ شرک ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! رُقی اور تمائم کو تو ہم جانتے ہیں تِولہ کیا شئے ہے؟ کہا، ایک شئے ہے جو عورتیں خاوندوں کی محبت کے لئے بناتی ہیں یعنی جادو کی قسم ہے۔ کہا گیا وہ ایک تاگہ ہے جس پر جادو سے کچھ پڑھا جاتا ہے یا کاغذ ہے جس میں جادو سے کچھ لکھا جاتا ہے جس کے ذریعے عورتیں مردوں کو محبوب ہو جاتی ہیں یا مرد عورتوں کو محبوب ہو جاتے ہیں بہر حال کلام مباح سے عمل حُب نزاکت[1] اور زینت کی طرح یا کوئی مباح جڑی بوٹی کھلا کر یا حلال جانور کے اجزاء کھلا کر جن کے متعلق اعتقاد ہو کہ ان میں تقدیر الٰہی کے ساتھ نہ ذاتی طور پر محبت پیدا کرنے کی خاصیت ہے اس قسم کے عمل حُب کی بابت ابن سلمان نے کہا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ شریعت میں اس کے منع کی کوئی دلیل میں نہیں جانتا"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف شرک والی صورتیں منع ہیں باقی جائز ہیں۔ ہاں

---

[1] اس سے امام شوکانی دلیل جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی کلام مباح سے عمل حُب کی مثال ایسی ہے جیسے وہ شئے جس کا نام غنج "نزاکت" رکھا جاتا ہے اور وہ شئے جو عورتیں زینت کیلئے پہنتی ہے کشش کا ذریعہ ہیں۔ ۱۲ منہ

پرہیز افضل ہے جس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اختلافی بات میں اختلاف سے نکل جانا بہتر ہے روحانی علاج میں زیادہ تر ان باتوں پر عمل درآمد چاہیئے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام طور پر سلف ؒ کا عمل ہو یا احادیث میں ان کی ترغیب ہو کیونکہ روحانیات کا تعلق اعتقاد سے زیادہ ہے اور اعتقاد عموماً عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔

نواب صاحبؒ نے بھی جائز قرار دیتے ہوئے آخر یہی فیصلہ کیا ہے کہ پرہیز افضل ہے چنانچہ عبارت مذکورہ بالا (جس میں سلف کا اختلاف ذکر کیا ہے) کے بعد لکھتے ہیں:۔

قال بعض العلماء وهذا (اى عدم الجواز) هو الصحيح لوجوه ثلثة تظهر للمتامل الاول عموم النهى ولا مخصص الثانى سد الذريعة فانه يفضى الى تعليق من ليس كذلك الثالث انه اذا علق فلا بدان يمتهنه بحمله معه فى حال قضاء الحاجة والاستنجاء ونحو ذلك قال وتامل هذه الاحاديث وما كان عليه السلف يتبين لك بذلك غربة الاسلام خصوصا ان عرفت عظيم ما وقع فيه الكثير بعد القرون المفضلة من تعظيم القبور واتخاذها المساجد والاقبال اليها بالقلب والوجه وصرف الدعوات والرغبات والرهبات وانواع العبادات التى هى حق الله تعالى اليها من دونه كما قال تعالى ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك فان فعلت فانك اذا من الظالمين وان يمسسك الله بضر فلا كاشف له الا هو وان يردك بخير فلا راد لفضله ونظائرها فى القرآن اكثر من ان يحصر انتهى قلت غربة الاسلام شئ وحكم المسئلة شئ اخر والوجه الثالث المتقدم لمنع التعليق ضعيف جدا لانه لا مانع من نزع التمائم عند قضاء الحاجة ونحوها لساعة ثم يعلقها والراجح فى الباب ان ترك التعليق افضل فى كل حال بالنسبة الى التعليق الذى جوزه بعض اهل العلم بناء على ان يكون بما ثبت لا بما لم يثبت لان التقوى له مراتب وكذا الاخلاص وفوق كل رتبة فى الدين رتبة اخرى والمحصلون لها اقل ولهذا ورد فى الحديث فى حق السبعين الفا

يدخلون الجنة بغير حساب انهم هم الذين لا يرقون ولا يسترقون
مع ان الرقى جائزة وردت بها الاخبار والآثار والله اعلم بالصواب
والمتقي من يترك ما ليس به خوفاً مما فيه باس ۔

(فصل رد شرك الرقى والتمائم ص ۳۴۴-۳۴۵)

بعض علماء نے کہا ہے کہ عدم جواز ہی صحیح ہے جس کی تین وجہیں ہیں ایک یہ کہ حدیث مذکور عام ہے اور مخصص کوئی نہیں۔ دوم سد باب کیونکہ تعویذ کی اجازت دی جائے۔ تو لوگ آہستہ آہستہ مشتبہ یا شرکیہ الفاظ والے تعویذ بھی استعمال کرنے لگ جائیں گے۔ سوم پاخانہ پیشاب کے وقت تعویذ ساتھ لے جانے سے کلام الٰہی اور اسماء الٰہی کی توہین ہو گی۔ اور ان بعض علماء نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اور روش سلف میں غور کرتا کہ تیرے لئے غربت اسلام واضح ہو جائے خاص کر جب تو دیکھے کہ خیر قرون کے بعد لوگ کس قدر خرابیوں میں واقع ہو گئے قبروں کی تعظیم ان کو مسجدیں بنانا دل و جان سے ان کی طرف آمد و رفت۔ قبر والوں کو پکارنا ان سے امید و خوف رکھنا۔ کئی طرح کی عبادت کرنا جو خاص خدا کا حق ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ایسی شئے کو نہ پکار جو نہ کچھ نفع دے سکے نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالم ہو جائے گا۔ اور خدا اگر تجھے ضرر پہنچائے تو کوئی اسے کھولنے والا نہیں اور اگر تیرے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فضل کو رد کرنے والا نہیں۔ اس قسم کی آیتیں بہت ہیں (میں (نواب صدیق حسن) کہتا ہوں کہ غربت اسلام علیحدہ شئے ہے اور مسئلہ علیحدہ شئے ہے۔ اور تیسری وجہ بالکل کمزور ہے کیونکہ تھوڑی دیر کے لئے پاخانہ پیشاب کے وقت تعویذ کھولا جا سکتا ہے اور افضل ترک تعویذ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور جو ثابت ہے اس کا ترک اس لئے افضل ہے کہ تقویٰ اور اخلاص کے کئی مراتب ہیں اور دین میں ہر مرتبہ کے اوپر دوسرا مرتبہ ہے اور اس کے حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔ اسی واسطے ستر ہزار آدمی جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ وہی ہیں جو نہ دم کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں حالانکہ دم جائز ہے چنانچہ اخبار آثار میں آیا ہے۔ اور متقی وہ ہے جو اس شئے کی وجہ سے جس میں ڈر ہے اس شئے کو بھی چھوڑ دے جس میں ڈر نہیں ۔

نواب صاحب مرحوم نے اس عبارت میں بعض علماء کی پہلی وجہ کی طرف اس لئے توجہ نہیں کی کہ وہ ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ دم۔ تمیمہ۔ تِوَلہ کی ذات شرک نہیں بلکہ بعض قسمیں شرک ہیں چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے تو حدیث عموم پر کیسے محمول ہو سکتی ہے۔ دوسری وجہ کو نواب صاحبؒ یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ غربت اسلام علیحدہ شئے ہے اور مسئلہ علیحدہ شئے ہے گو یا سد باب سے بعض علماء کا مطلب یہ تھا کہ جیسے قبروں کا معاملہ برائی کی طرف ترقی کر کے غربت اسلام کا باعث ہو گیا اسی طرح قرآن حدیث کے الفاظ کے ساتھ تعویذ کرتے کرتے کہیں غیر مشروع الفاظ کے ساتھ بھی تعویذوں کا راستہ نہ کھل جائے جو غربت اسلام کا ذریعہ بن جائے۔ نواب صاحبؒ نے اس کا جواب دیا کہ اس طرح کی غربت اسلام اصل مسئلہ میں مخل نہیں۔ مثلاً قبروں میں خرافات ہونے سے مسنون طریق پر ان کی زیارت منع نہیں ہو سکتی۔ ٹھیک اسی طرح تعویذ کا معاملہ ہے۔ تیسری وجہ پر نواب صاحب نے بہت کمزور ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور واقعی وہ بہت کمزور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنتے تھے بیت الخلاء جانے کے وقت اتار دیتے تھے۔ پھر مرطھانے کی صورت میں شاید یہ بے ادبی نہ رہے۔ بہر صورت جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ مگر ان الفاظ کے ساتھ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں۔ یا ان کے ہم معنی ہوں مشتبہ نہ ہوں لیکن باوجود جواز کے نواب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ترک افضل ہے کیونکہ حرام سے بچ کر جائز پر اکتفاء کرنا اگرچہ تقویٰ ہے مگر تقویٰ اور اخلاص اسی پر ختم نہیں بلکہ اس کے بہت سے مراتب ہیں اور ہر مراتب کے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جس کو کم لوگ پہنچتے ہیں۔ اسی لئے ۷۰ ہزار آدمی جو نہ دم کرتے ہیں نہ کراتے ہیں حالانکہ دم کے جواز میں احادیث اور آثار سلف بہت آ گئے ہیں۔ تو اگر تقویٰ کی حد صرف جواز تک ہوتی تو پھر ترکِ[1] دم کے ساتھ ان ستر ہزار کی تعریف کیوں ہوتی ہے

---

[1] اس حدیث میں دم سے مراد جاہلیت کے دم ہیں جو کلمات شرکیہ یا کلمات مشتبہ سے ہیں لیکن قرآن و حدیث کے الفاظ ہیں ہے نہ قرآن و حدیث میں ان کی ترغیب یا تعریف آئی ہے ایسے دموں سے پرہیز کی یہ فضیلت ہے کہ بغیر حساب کے جنت کا وعدہ ہے۔ رہے وہ دم جن کی قرآن و حدیث میں تعریف یا ترغیب آئی ہے یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خاص صحابہؓ کا ان پر عمل رہا ہے تو ایسے دم کرنے والے کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آتی مثلاً بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اخیر کی تین سورتیں پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر بدن پر مل لیا کرتے تھے تین دفعہ اسی طرح کرتے۔ اور مرض الموت میں

اس سے معلوم ہوا کہ اصل تقویٰ جائز پر اکتفا کرتے ہیں نہیں بلکہ جائز کو بھی چھوڑ کر احتیاط والی صورت اختیار کرتے ہیں ہے۔ پس افضل ترک ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبداللہ امرتسری مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۷ء

سوال:۔ کیا محرم الحرام کے اول عشرہ میں شادی بیاہ یا کسی قسم کی خوشی کرنی یا اس ماہ کی دسویں تاریخ کو فاقہ کرنا از روئے شرع جائز ہے،

جواب:۔ محرم کے پہلے عشرہ میں یا پورے مہینے میں بغیر قصد اتباع خوارج و نواصب کے شادی بیاہ یا کوئی اور تقریب و خوشی کرنی بلا شبہ جائز اور مباح ہے قرآن کریم اور حدیث (صحیح یا ضعیف) تو درکنار کسی صحابی یا امام سے بھی ان دنوں میں شادی بیاہ یا کوئی اور خوشی کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہے اسی طرح دسویں تاریخ کو فاقہ کرنا بھی ثابت نہیں۔ البتہ صرف دسویں کو یا نویں دسویں کو یا نویں دسویں گیارہویں کو روزہ رکھنا از روئے احادیث معتبرہ ثابت اور باعث اجر و ثواب ہے آخری چہار شنبہ اور محرم کے متعلق "محدث" میں متعدد دفعہ مضامین شائع ہو چکے ہیں ملاحظہ کر لیجیے:۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سبب سے دو بدعتیں پیدا ہو گئیں (۱) علیؓ اور آل علیؓ سے بغض و عداوت رکھنے والوں نے عاشورہ کے دن خوشی اور شادمانی کرنے کی بدعت ایجاد کی یہاں تک کہ اس دن خوشی کرنے کی فضیلت میں حدیثیں گھڑ ڈالیں عاشورہ کے دن سرمہ لگانے غسل کرنے اہل و عیال پر توسعہ اور خلاف معمول بہترین اور عمدہ کھانے پکانے کو مستحب سمجھنے لگے واضح ہو کہ میرے نزدیک توسعہ علی العیال حدیث کی صحت اور اس سے قابل اعتبار و التفات ہونے میں تامل و تردد ہے (۲) شیعیان علیؓ نے رنج و غم جزع و فزع ماتم و نوحہ گریہ وزاری مرثیہ خوانی سینہ کوبی فاقہ کشی تعزیہ وغیرہ کی بدعت نکالی اور اس کے متعلق بے شمار حدیثیں گھڑ کرامت کو گمراہی میں مبتلا کر دیا یہ دونوں گروہ اہل ہوا اور اہل بدع سے ہیں پس ہمیں نہ شیعیان علیؓ کا طریق اختیار کرنا چاہیئے اور نہ دشمنان علیؓ کی اتباع و اقتداء اور شیعوں کی مخالفت کے ارادہ اور قصد سے خاص عاشورہ کے دن خوشی منانی چاہیئے یہ ارادہ اور نیت نہ ہو تو شادی بیاہ اور خوشی کرنی بلا شبہ جائز ہے،

(محدث دہلی جلد ۹ نمبر ۱۲)

باب العرش

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم کہتا ہے کہ جو شخص خداوند کریم کو بلا کیف عرش پر کہے یا جانے وہ کافر ہے۔ پس اس عالم کا یہ قول غلط ہے یا صحیح

الجواب۔ جو عالم یہ کہتا ہے وہ عالم نہیں ہے بلکہ وہ جاہل ہے اور اس کا یہ قول سراسر غلط و باطل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی ایک نہیں بلکہ بہت سی آیتوں سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے اور اسی طرح بہت سی احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے عرش مستوی ہونے کی کیفیت مجہول و نامعلوم ہے۔ صحابہ اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول و اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور استوار علی العرش کی کیفیت مجہول و نامعلوم ہے اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلا کیف ہونے کے ثبوت میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ دین کو بسط و تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو۔ تو کتاب العلو للحافظ الذہبی کا مطالعہ کرنا چاہیے یہاں دو تین آیتیں اور حدیثیں لکھ دی جاتی ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ[1] سورہ اعراف اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَہَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ[2] سورہ رعد تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔[3] سورہ طٰہٰ۔

---

[1] فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر قرار پکڑا ۱۲۔
[2] اللہ وہ ہے جس نے بغیر ظاہری ستونوں کے آسمانوں کو جو تم دیکھتے ہو بلند کیا پھر عرش پر اگر اکر پکڑا ۱۲۔
[3] یہ قرآن اتارا گیا ہے اس ذات پاک کی طرف سے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر قرار پکڑا ۱۲۔

وقال رسول اللہ فھو عندہ فوق عرشہ۔ متفق علیہ قال ادخل علی ربی وھو علی عرشہ (بخاری)
ائمہ دین میں صرف ائمہ اربعہ کا قول یہاں نقل کر دیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے وصیت میں فرمایا کہ ہم اقرار کرتے ہیں اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ بے اس کے کہ اس کو حاجت ہو۔ امام مالک نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے اور کیفیت نا معلوم۔ اور ایمان اس پر واجب۔ اور سوال اس کی کیفیت سے بدعت طبرانی نے کہا کہ امام شافعی وہ قائل ہیں استوار کے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ جس طرح اس نے کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ محمد عبد الرحمن المبارکپوری عفا اللہ عنہ۔ سید محمد نذیر حسین۔ دہلوی۔

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۳

سوال:۔ ایک شخص دیدہ دانستہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبد کا لفظ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ عبد کے معنی آدمی کے ہیں اور میں آنحضرت کو عبد (آدمی) نہیں کہہ سکتا کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے،

جواب:۔ یہ شخص قطعاً جاہل اور احمق سخت بدعتی اور گمراہ واہل ہوا ہے ہے آنحضرت کی بشریت انسانیت عبدیت قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وتابعین وائمہ دین بلکہ اجماع امت سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ اسی لئے آپ نے التحیات کی خاص طور پر اہتمام کے ساتھ تعلیم دی جس میں صاف مذکور ہے، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (آپ کی عبدیت وبشریت پر مفصل اور مبسوط بحث اگست ستمبر اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۳۹ء کے پرچوں میں ملاحظہ کیجئے) پس یہ شخص اپنی جہالت کی وجہ سے قرآن وحدیث واجماع کا منکر ہے اس لیئے اس کو ہرگز امام نہیں بنانا چاہیئے بلکہ اگر امام ہو تو معزول کر دینا چاہیئے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے،

(محدث دہلی جلد ۹ نمبر ۲)

ؔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس کے پاس عرش پر ہے ۱۲

سوال:۔ عن سلمی قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فی المنام وعلی رأسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال شہدت قتل الحسین آنفا (رواہ الترمذی) یہ حدیث روایۃً ودرایۃً کیسی ہے کیا حضرت ام سلمہؓ کا یہ خواب سچا ہے فقط۔

جواب:۔ یہ حدیث روایۃً سخت ضعیف وناقابل اعتبار بلکہ مردود ہے کیونکہ سلمی البکریہ مجہول الذات والحال ہیں اور مجہول العین کی روایت بالاتفاق غیر مقبول ہے اور اگر بالفرض قابل التفات ہو بھی تو حدیث من رآنی فی المنام فقد رآنی او فقد رأی الحق کی رو سے اگرچہ حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی ہی صورت مثالی دیکھی تھی لیکن چونکہ یہ محض ایک خواب ہے اسلئے اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ کسی مسئلہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے، لان ما اخبرنا بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو رؤیتہ ولم یخبرنا بانہ یقول للرائی ویکلمہ ایضا فلا ندعی انہ قائل فی الواقع ولا انہ خاطبہ ولا انہ انتقل من مکانہ ولا ان احاط علمہ الشریف بذلک التبشیر انما اللہ اراہ لحکمۃ علمہا فما ثبت عندہ یقظۃ لا یترک بما رأی مناما وایضا النائم لیس علی یقین من کلامہ کلا من کلام تلک الصورۃ المرئیۃ ولیست تلک صورۃ بصریۃ بل رؤیا حلمیۃ واکثر الناس لا یعرفون حقیقتہا ولا یؤخذ بہا وایضا یشترط فی الاستدلال بہ ان یکون الراوی ضابطا عند السماع والنوم لیس حال الضبط

پس اس حدیث سے سالانہ اظہار رنج وغم اور حزن وملال پر استدلال انتہائی جہالت ہے (محدث دہلی جلد نمبر ۳)

سوال:۔ مجھ سے ایک آریہ نے سوال کیا کہ تمہارے عقیدہ کی بنا اماں حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں تو وہ آدم کی دختر ہوئیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے۔ (محمد حیات شاہ پور)

جواب:۔ حوا کا پسلی آدم سے پیدا ہونا ثابت نہیں، حدیث ضعیف ہے اگر صحیح مانا بھی جائے تو لڑکی لڑکا پسلی سے پیدا نہیں ہوا کرتے، لہذا حوا حضرت آدم کی لڑکی نہ ہوئی واللہ اعلم (اخبار اہلحدیث امرتسر جلد نمبر ۳۲ شمارہ ۱)

سوال:۔ حضرت شاہ دولہ صاحب از گجرات کی منت پر جو چوہے چوہیاں پیدا ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، جبکہ موتے کو سماع نہیں ہے تو پھر یہ کرامت تو ظاہر ہے،

جواب:۔ شاہ دولہ کا چوہا منت ماننے سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ مجاور ایسے چھوٹے سر والے لڑکوں کو دور دراز مقام پر تلاش کر کے لاتے ہیں اور مشہور کرتے ہیں کہ منت سے پیدا ہوا ہے علاوہ اس کے یہ کیسی کرامت ہے کہ اچھی صورت کی بجائے بدصورت بچہ پیدا ہو۔ اس لئے یہ محض بناوٹ ہے، (اخبار اہلحدیث امرتسر جلد نمبر ۳۳ شمارہ ۳۷)

سوال: زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں زندہ ہیں، البتہ عالم برزخ میں اور بکر کہتا ہے کہ دہریہ بھی ارواح کی زندگی کے قائل ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ کی زندگی میں کون خصوصیت ہے، بلکہ آپ دنیا میں، صرف کدورت قلبی کی وجہ سے اہل ظواہر کو نظر نہیں آتے،

جواب: زید صحیح کہتا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ایک روایت میں ہے مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ (بخاری) بکر کا کہنا کہ اغیار (کافر) بھی عالم برزخ میں زندہ ہیں اور آپ کی زندگی ان کی طرح ہوئی یہ غلط ہے نیک اور بد نبی اور غیر نبی کی زندگی یک جیسی نہ دنیا میں ہوتی ہے نہ عالم برزخ وغیرہ میں

(اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۳۲ شمارہ ۲)

سوال: جب یزید نے حضرت امام حسین رضؓ کو گرفتار کرنے کے لیے سپاہی بھیجے تھے، تو انہوں نے گرفتار کرنے کی بجائے حضرت امام حسین رضؓ کو شہید کر دیا، اس کے صلہ میں ان سپاہیوں کو سزا کیوں نہیں دی گئی،

جواب: وہاں جو جنگ ہوئی ہے وہ ایک اتفاقی بات ہے، سپاہیوں کا مطالبہ تھا کہ ہم آپ کو گورنر بصرہ و کوفہ عبید اللہ بن زیادہ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں تاکہ وہاں برائے یزید بیعت کر کے پھر یزید کے پاس آپ کو بھیجا جائے گا، دراصل سپاہی دار الخلافہ دمشق کے نہیں تھے، بلکہ عبید اللہ بن زیاد گورنر کی طرف سے آئے تھے، فوج نے کوفہ لے جانے پر اصرار کیا اور حضرت امام حسین کوفہ جانے کو تیار نہیں تھے، انہوں نے تین تجویزیں پیش کی تھیں جو کہ معقول تھیں،

۱: مجھے یزید کے پاس بھیج دو، ۲: مجھے سرحد میں جانے دو جہاں میں کفار سے جہاد کروں گا یا مجھے واپس مدینہ جانے دو سپاہیوں کو چاہیے تھا کہ ان معقول تجویزوں کو قبول کر لیتے، مگر سپاہیوں نے قبول نہیں کیا اور انہیں گورنر کے پاس لیجانے پر اصرار کیا اور حضرت امام حسین رضؓ گورنر کے پاس جانے کو تیار نہیں تھے، اس واسطے لڑائی ہوئی ہے اور پھر وہ کچھ ہوا جو ہوا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنر کو یزید نے اس طرح سزا دی ہے کہ پہلے وہ دو صوبے (بصرہ و کوفہ) کے گورنر تھے، اب انہیں صرف ایک صوبہ کی گورنری تک محدود کر دیا گیا،

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور جلد ۳ شمارہ ۲۶)

اخبار اہلحدیث دہلی جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۶-۱۷

سوال: کیا ولی مردے زندہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ (رحمت اللہ کنگن پور)

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا، وہی یُحْیِی وَیُمِیْتُ ہے، اسلامی عقیدہ یہی ہے دیگر ہیچ۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۲)

سوال: نبی علیہ السلام کو حاضر ناظر جاننا کیسا ہے؟

جواب: گناہ کبیرہ ہے کفر ہے شرک ہے ظلم عظیم ہے سوائے خالق کل کے ہر وقت ہر چیز کا علم اور اس کی واقفیت کسی کو نہیں ہے۔

سوال: جناب نبی علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں یا نہیں: (ایضاً)

جواب: برزگی زندگی سے مجال انکار نہیں ورنہ قبر کے سکھ دکھ ایک کہانی ہو کر رہ جائیں گے حضور قبر میں زندہ ہیں، مگر اس زندگی کو دنیوی زندگی سے وہ حقیقتاً رخصت ہو چکے ہیں یعنی وفات پا چکے ہیں مگر قبر کی زندگی سے مزور متصف ہیں، چونکہ اس زندگی کی سمجھ کسی صورت نہیں آسکتی اس لئے دماغ انسانی ٹامک ٹوئیاں کھاتا اور وہم میں پڑا رہتا ہے۔

(اخبار اہل حدیث جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۳)

سوال: یہاں پر یہ کہاوت مشہور ہے کہ کوڑھی (یعنی جس کے جسم پر سفیدی آگئی ہو) مرنے کے بعد سڑتا گلتا نہیں اور اس کے ناخن بال بڑھتے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے

جواب: یہ کہاوت غلط اور بے اصل ہے ہاں صحیح حدیثوں سے انبیاء کرام کے متعلق ثابت ہے کہ انکا جسم اطہر محفوظ رہتا ہے، وَاَلْحَقَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِهِمُ الشُّهَدَاءَ وَالْقُرْطُبِيُّ الْمُؤَذِّنَ الْمُحْتَسِبَ وَأَوْرَدَ غَيْرُهُ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالْعُلَمَاءَ الْعَامِلِيْنَ وَحَامِلَ الْقُرْاٰنِ الْعَامِلَ بِهٖ وَالْمُرَابِطَ وَالْمَيِّتَ بِالطَّاعُوْنِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَالْمُكْثِرَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالْمُحِبِّيْنَ لَهٗ فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ (زرقانی علی الموطا) محدث دہلی ج ۸ ص ۱۲

توضیح الکلام نبیوں اور رسولوں کا وجود محفوظ رہنا تو صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں چاہے رکھے چاہے نہ رکھے، فقط الراقم علی محمد۔

سوال: اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری بلا تاویل خدائے تعالیٰ را در دنیا بے:

جواب: درصورت مرقومہ نمی بینند باتفاق اہل سنت وجماعت و مدعی آں کاذب است۔ چنانچہ جملہ مالہ وما علیہ از منح الازہر نگاشتہ می شود۔ ھل یجوز رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا بعین البصر للاولیاء فقد جاء فی سوال واقعۃ الحال فی من ادعی ذلک فی بعض الاشخاص فکتبت الجواب بحسب ما ظھر لی وجہ الصواب فھو اجماع الامۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی ان رؤیۃ اللہ تعالیٰ بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والاخریٰ عقلا وثابتۃ فی العقبیٰ سمعا ونقلا واختلفوا فی جوازھا فی الدنیا شرعا فاثبتھا الاکثرون ونفاھا آخرون ثم الذین اثبتوھا خصوا وقوعھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء علی خلاف فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح انہ صلی اللہ علیہ وسلم انما رأی ربہ تعالیٰ بفوادہ لا بعینہ کذا فی شرح العقائد وغیرہ۔ فان قال قائل بانی اری اللہ تعالیٰ فی الدنیا ان اراد بہ رؤیتہ فی المنام ففی جوازہ خلاف مشھور بین الانام مع ان رؤیۃ المنامیۃ لا تکون بالحاسۃ البصریۃ بل التصورات المثالیۃ والتمثیلات الخیالیۃ وان اراد بھا حال الیقظۃ فان قصد بھا حذف المضاف اراد انہ یری انوار صفاتہ ویشاھد آثار مصنوعاتہ فھذا جائز بلا مریۃ واما من ادعی بھذا المعنی لنفسہ من غیر تاویل فھو

ترجمہ۔ سوال۔ اولیاء اللہ ظاہری آنکھوں سے بیداری کی حالت میں بغیر کسی تاویل کے خدا تعالیٰ کو دنیا میں دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب صورت مرقومہ میں نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔ اور اس کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ چنانچہ منح الازہر میں مسئلہ پر پوری بحث کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں میرے پاس۔ مندرجہ بالا مضمون کا ایک سوال آیا۔ میں اپنی صوابدید کے مطابق اس کا جواب لکھا۔ اور اس اہل سنت والجماعت کے تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ عقلی طور دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ظاہری آنکھوں سے جائز ہے اور آخرت میں نقلاً وسمعاً ثابت

فی اعتقاد فاسد وزعم کاسد وفی ضمنین ضلال وتضلیل وفی مطعن وبیل وبعید عن سواء السبیل فقد قال صاحب التعریف وهو کتاب لم یصنف مثله فی التصوف اطبق المشائخ کلهم علی تضلیل من قال ذلک وتکذیب من ادعی هنالک وصنفوا فی ذلک کتبا ورسائل منهم ابو سعید الخزاز والجنید وصرحوا بان من قال ذلک المقال لم یعرف الله الملک المتعال واقره الشیخ علاء الدین القونوی فی شرحه وقال ان صح عن احد دعوی نحوه فیمکن تاویله بان غلبة الاحوال یجعل الغائب کالشاهد اذا کثر اشتغال الشئ بشئ واستحضاره له کانه حضر بین یدیه انتهی ویؤیده حدیث ان تعبد الله کانک تراه وکذا حدیث عبد الله بن عمر فی حال الطواف کنا نری الله تعالی۔

وقال صاحب العوارف المعارف فی کتابه اعلام الهدی وعقیدة ارباب التقی ان رؤیة العیان متعذرة فی هذه الدار لانها دار الفنا والآخرة دار القرار فلقوم من العلماء نصیب من علم الیقین فی الدنیا والآخرین منها علی منهم رتبة نصیب من عین الیقین کما قال قائل رأی قلبی ربی انتهی. والحاصل ان الامة قد اتفقت علی

ہے ۔اور دنیا میں رویت ہو سکتی ہے یا نہیں ۔اس کے متعلق اختلاف ہے اکثریت کا خیال کہ جائز ہے دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں ۔لیکن جو اس کے جواز کے قائل ہیں ۔وہ صرف اس وجہ سے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو معراج کی رات دیکھا ہے ۔ اور دوسرے کسی کے لئے اس کو ثابت نہیں کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے متعلق بھی تو سلف میں اختلاف تھا ۔صحیح یہی ہے ۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا ہے ۔آنکھ سے نہیں دیکھا ۔چنانچہ شرح عقائد میں اس کی تصریح ہے ۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے ۔تو یہ جائز ہے ۔کیونکہ وہ ظاہری آنکھ سے

۔ انه تعالیٰ لا یراه احد فی الدنیا بعینه ولم یتمنا ذعوا
فی ذلك الا نبینا صلی الله علیه وسلم حال عروجه علی ما صرح به فی شرح
عقیدة الطحاوی ثم هذا ان قبل التاویل السابق فیها و الا فان کان
مصمما علی مقوله ولم یرجع بالنقول عن معقوله یجب تعزیره و
تشهیره بما یراه الحاکم الشرعی وقال بعض ارباب العقائد المنظومة
من قال فی الدنیا یراه بعینه فذلك زندیق طغی وتمرد وخالف
الله والرسول وزاغ عن الشرع الشریف قد قال ابن الصلاح و
ابو شامة انه لا یصدق مدعی الرؤیة فی الدنیا حال الیقظة
و منع منه کلیم الله موسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام۔ و
اختلف بهذا المرام بنبینا صلی الله علیه وسلم فی ذلك المقام کیف تسمع
لمن لم یصل الی مقامه انتهی. کلامهما وقال الکورشی فی سورة النجم معتقد
رؤیة الله تعالیٰ هٰهنا بالعین لغیر محمد صلی الله علیه وسلم غیر
مسلم وقال الاردبیلی فی کتابه الانوار ولو قال انی رأی الله تعالیٰ
عیانا فی الدنیا کفر انتهی لکن الاقدام علی التکفیر بمجرد دعوی
الرؤیة من اصحاب الخطر فان الخطاء فی افتاء الف کافرا هون
من الخطاء فی افتاء مسلم فالصواب ما قدمناه انه ان انضم
الی الدعوی ما یخرج عن عقیدة اهل التقی فحکم علیه بانه من

دیکھتا نہیں ہے۔ بلکہ تصورات شاہیہ اور تمثیلات خیالیہ کا دیکھنا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ
کی صفات کے مظاہر دیکھے ہیں تو یہ ٹھیک ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے بذاتہٖ خدا تعالیٰ کو
دیکھا ہے تو پرلے درجہ کا بے دین اور گمراہ ہے۔ اس کو تعزیر لگانی چاہیئے اور شہر میں پھرانا چاہیے
صاحب تعرف۔ کا قول ہے۔ یہ کتاب تصوف کے مضمون میں بے مثال ہے مشائخ طریقت
کا اس پر اجماع ہے۔ کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا رؤیت

اھل الضلالۃ والردی والسلام علی من اتبع الھدیٰ انتہیٰ
ما فی منح الازھر شرح فقہ اکبر ملا علی قادری ....
واظہر من الشمس است کہ ہرگاہ خطاب لَنْ تَرَانِیْ بموسیٰ علیہ السلام وارد شد۔ پس احاد امت
بصفت لن ترانی چگونہ موصوف نہ شود ونعم ماقیل۔

جلوہ یار گران بار کہ بر داشتہ است
کہ طاقت کوہ وکمر مور یکے است

دمنشور لا مع النور۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔
ھی وجوہ المؤمنین یومئذ یوم القیمۃ ناضرۃ حسنۃ ناعمۃ
الی ربھا ناظرۃ .... مشعر ومجز بدیدار رب غفار
درعقبیٰ است۔ یعنی درجنت نہ در دنیا زیرا کہ احساس وقوی دنیا ازبس ضعیف در معرض فنا
است ازیں راہ گذر دیدار الٰہی بدار دنیا متعذر بخلاف احساس وقوی دار البقا کہ اقوی وباقی
خواہد بود بتقویت رب العزت وقوائے سر دیت دیدار حضرت صمدیت میسر خواہد بود کلمات
طیبات آن سرور کائنات سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بخطاب عالمتاب دربارہ دیدار
بعین البصر بسوئے ہمہ صحابہ کرام کہ خلفائے راشدین درین خطاب داخل اندوار دوایں چنین
نفرمودند کہ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا تَرَوْنَهٗ فِي الدُّنْيَا پس از آیت وحدیث
واضح گردید کہ دنیائے فانی مقام دیدنی نیست
وازینجا تمام اہل سنت وجماعت اتفاق کردند بدین مسئلہ کہ کسے از احاد امت

خداوندی کا محل آخرت ہے دنیا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے۔ تو وہ زندیق ملحد شریعت کا منکر
اور سنت کا مخالف ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب ملتا ہے کہ تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ تو اور کون
ہے جو رویت کا دعویٰ کر سکے۔ ملا علی قاری کی منح الازہر شرح فقہ اکبر میں تمام تفصیل موجود ہے۔
پھر یہ بھی غور طلب ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔
تو رویت کو قیامت کے دن پر معلق کیا اگر دنیا میں بھی رویت ہو سکتی۔ تو قیامت کے دن کی قید بالکل بے

بچشم ظاہری در بیداری در دار دنیا خدائے تعالیٰ را نمی بیند و نخواہد دید و مدعی آن کاذب است

قید ھا بالقیامۃ اشارۃ الی ان الرؤیۃ فی الآخرۃ دون الدنیا کذا فی فتح الباری

والکرمانی والعینی شروح البخاری - و بارہ حدیث در صحیح بخاری از ابو موسی اشعری

این است کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وما بین القوم وبین ان ینظروا الی

ربھم الا رداء الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن ای جنۃ اقامۃ وھو ظرف للقوم

لا للہ تعالیٰ وقولہ فی الجنۃ متعلق بمعنی الاستقرار فی الظرف فیفید المفھوم انتفاء

ھذا الحصر فی غیر الجنۃ والیہ اشار الشیخ التوربشتی بقولہ یرید ان المؤمن اذا

تبوأ مقعدہ فی الجنۃ تبوأ والحجب مرتفعۃ والموانع التی تحجبہ عن

النظر الی ربہ مضمحلۃ الا ما یصدھم من ھیبۃ الجلال وسبحات الجمال

وابھۃ الکبریاء فلا یرتفع ذلک منھم الا برأفتہ ورحمتہ تفضلا منہ علی عبادہ

قال الحافظ ابن حجر وحاصلہ ان رداء الکبریاء مانع لرؤیتہ فکان فی

الکلام حذف تقدیرہ بعد قولہ الا رداء الکبریاء فانہ یمن علیھم برفعہ

فیحصل لھم الفوز بالنظر الیہ فکان المراد ان المؤمنین اذا تبوؤا مقاعدھم

من الجنۃ لولا ما عندھم من ھیبۃ الجلال لما حال بینھم وبین الرؤیۃ

حائل فاذا اراد اکرامھم حفھم برأفتہ وتفضل علیھم بتقویتھم علی النظر

الیہ سبحانہ وتعالیٰ انتھی ما فی ارشاد الساری مختصراً - وقال النووی اعلم ان

مذھب اھل السنۃ قاطبۃ ان رؤیۃ اللہ تعالیٰ ممکنۃ غیر مستحیلۃ واجمعوا ایضاً علی وقوعھا

معنی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے۔ اگر دنیا میں بھی دیدار خداوندی ممکن ہوتا۔ تو قیامت کے دن کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح فرما دیتے کہ تم جس طرح دنیا میں خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ آخرت میں بھی دیکھو گے۔ امام نوویؒ کا قول ہے کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ رویت خداوندی دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ آخرت میں ہو گی۔ اور اس میں متکلمین کے سلف اور خلف بھی متفق ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

فی الآخرۃ نقلاً ورؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا ممکنۃ لکن الجمھور من السلف والخلف من المتکلمین وغیرھم انھا لا تقع فی الدنیا انتھی ما فی المرقاۃ مختصراً واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب فقط۔

نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

سید محمد نذیر حسین

سید شریف حسین

سید احمد حسین

خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۱۴۱

سوال:۔ حدیث انا من نور اللہ وحدیث لولاک لما خلقت الافلاک صحیح ہے یا ضعیف؟

جواب:۔ دونوں حدیثیں بے اصل ہیں پہلی حدیث کے بابت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کلام ھُراءٌ (تذکرۃ الموضوعات ص۸۶) اس حدیث کے موضوع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آنحضرت کا خدا ہونا لازم آئیگا اور اگر یہ مطلب ہے کہ یہ نور خدا کے نور کا جزو ہے تو خدا کی تجزی اور انقسام لازم آئیگا اور اگر یہ مطلب ہے کہ اللہ کا نور آنحضرتؐ کے نور کا خالق ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ کی پیدائش نور سے نہیں ہے بلکہ مٹی سے ہے اور سب کو معلوم ہے فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور آنحضرتؐ کے فرشتہ ہونے کی نفی خود قرآن میں موجود ہے وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ اور ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ آپؐ حضرت آدم کی اولاد سے ہیں اور آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے بجائے مٹی سے پیدا ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے، خُلِقَتِ الْمَلٰئِکَۃُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ (مسلم) دوسری حدیث کے متعلق علامہ صنعانی فرماتے ہیں موضوع (تذکرۃ الموضوعات ص۸۶ الفوائد المجموعہ للشوکانی ص۱۸۲ الموضوعات الکبیر للقاری الحنفی ص۵۹) اور تقریباً اسی مضمون کو دیلمی اور ابن عساکر نے بالترتیب یوں روایت کیا ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَسَاکِرَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔ مگر مسند الفردوس دیلمی کی اور ابن عساکر کی سرو پا روایات سے بھرپور ہیں اس لئے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، (عبید اللہ رحمانی دہلی، (محدث دہلی جلد ۹ نمبر ۷)

کیا اللہ تعالےٰ اپنی صفات میں ظہور کرتا ہے یا نہیں؟

سوال: صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ بغیر بیعت امام کے جو مر گئے وہ جاہلیت کی موت ہے اس امام سے کونسا امام مراد ہے۔
جواب: اس امام سے مراد وہ شخص ہے جو صاحب حکومت ہو، اجرائے حدود شرعیہ کی قوت رکھتا ہو مسلمانوں کے ملکی وسیاسی ومذہبی امور کا ذمہ دار ہوا اور غیر مسلم حکومت کا محکوم وتابع نہ ہو ارشاد ہے اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ الخ عبیداللہ رحمانی دہلی، محدث دہلی جلد نمبر ۱۲

سوال: یہ اعتقاد رکھنا کہ وصال کے بعد اولیاء اللہ اپنی کرامت دکھا سکتے ہیں شرک ہے یا نہیں، اگر شرک ہے تو منصور کی لاش سے انا الحق کی صدا کیونکر آتی تھی؟ مجدد الف ثانی نے اپنی تربت سے یہ جواب (کدام مرزا شیفتہ ما) کیوں کر دیا؟ قصہ اس کا یوں ہے کہ کوئی بزرگ مجدد الف ثانی کی زیارت کو گئے تھے وقت چلنے کے ان سے مرزا مظہر جان نے اپنا سلام کہلا بھیجا تھا جب فاتحہ سے فارغ ہو کر ان کا سلام ان کو پہنچایا تو تربت سے یہ آواز آئی تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔

جواب: ایسے اعتقاد کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں منصور اور مجدد صاحب کا قصہ بھی کسی صحیح روایت سے نہیں آیا مریدوں کی خوش اعتقادی ہے اہلحدیث امرتسر ۲۲ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ۔

سوال: کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے کہ اپنے صفات میں ظہور کرے اور صفات اسمائیہ آثار میں جلوہ گر ہوں کیا یہ درست ہے اگر ہے تو دلیل قرآن شریف اور حدیث نبوی سے تحریر فرمائی جاوے۔

جواب :۔ اللہ تعالیٰ کے ظہور کرنے سے مراد اگر یہ ہے کہ اس کی صفات کا اثر مخلوق میں پایا جائے مثلاً قدرت کا اثر مقدوروں میں اور خالق کا اثر مخلوق میں تو ٹھیک ہے چنانچہ دیکھ ہی رہے ہیں اور قرآن مجید صاف بتاتا بھی ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خود جلوہ گر ہو جیسا عیسائیوں کا حضرت مسیح کی نسبت اور ہندوؤں کا اپنے بزرگوں کی نسبت جن کو وہ اوتار کہتے ہیں عقیدہ ہے تو یہ عقیدہ قرآن مجید حدیث شریف بلکہ جملہ اہل اسلام کے خلاف ہے واللہ اعلم، اہل حدیث امرتسر ۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ۔

سوال :۔ حدیث، انما الاعمال بالخواتیم سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار اعمال کا موقوف ہے خاتمہ پر جس کا خاتمہ نیک عمل پر پایا جائے تو وہ سعید ورنہ شقی تو اس جگہ سوال یہ ہے کہ بہتیرے ایسے افیونی بے نماز نشہ باز وغیرہ وغیرہ دیکھے گئے ہیں جنکا خاتمہ کلمات شہادت کلمات توحید کلمہ نفی اثبات۔ استغفار تکبیرات۔ تسبیحات وغیرہ وغیرہ پر ہوا ہے اور آیات قرآن مجید فرفر پڑھتے ہوئے ان کی روح پرواز ہوئی ہے اور چہرہ پر علامات سعادت بھی نمایاں ہوئے ہیں تو کیا اس قسم کے لوگ جن کی عمر نشے بازی، تبرابازی، بیدینی۔ قبرپرستی، پیرپرستی میں صرف ہوگئی ہو بوقت خاتمہ محض کلمات مذکورہ ادا کرنے یا آثار سعادت وغیرہ پائے جانے کی وجہ سے ناجی سمجھے جائینگے یا نہ؟۔

جواب :۔ حدیث کا مضمون یہی ہے اور صحیح ہے کہ اعتبار خاتمہ کا ہے مگر محض کلمات پر خاتمہ مراد نہیں بلکہ ان کلمات کے معانی پر اعتقاد کرکے خاتمہ ہو چنانچہ دوسری حدیث میں مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ (دل اسکا اس پر مطمئن ہو) یعنی ان کلمات کے ماتحت جملہ بداعتقادیاں جو ان کے مخالف ہوں ترک کردے اور افعال ذمیمہ سے توبہ کرے چنانچہ فرمایا۔ لما يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ اہل حدیث امرتسر ۲ مئی ۱۳۴۲ء ؟۔

سوال :۔ تعلی فتوے میں یہ بھی درج ہے کہ تعظیم کیلئے کھڑے ہونا اور پیر چومنا ایک حد تک جائز ہے مگر گرکر نہیں کیونکہ مشابہ سجدہ کے ہوتا ہے اگر بوجہ مشابہت کے ہی منع ہے تو انما الاعمال بالنیات کا قائل ہونا کچھ سود مند نہ ہوا۔ ؟

جواب :۔ کیوں نہ ہوا مگر مشابہت بالمشرکین امر بالشرک تو ممنوع ہے اس لئے کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیئے جس میں شرک کی بو آتے۔ اہلحدیث امرتسر ۸ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ ؟

سوال: تعزیہ بنانا کیسا گناہ ہے یعنی کس وجہ کا ہے؟

جواب: تعزیہ پر حکم لگانے سے پہلے بنانیوالوں کی نیت اور کام کو جاننا ضروری ہے بعض لوگ تعزیہ اس نیت سے بناتے ہیں کہ یہ امام حسینؓ کی قبر کی نقل ہے اور اس کو کار ثواب جانتے ہیں چونکہ شریعت نے اس کام کے کرنے کا حکم نہیں دیا، نہ اس کو کارِ ثواب بتایا ہے، لہٰذا یہ فعل بدعت موجب گناہ کبیرہ ہے، بعض لوگ تعزیہ کے آگے سر جھکاتے اور عرضیاں لکھ کر تعزیہ سے یا امام ممدوح سے حاجات مانگتے ہیں، ایسی صورت میں تعزیہ بنانا شرک ہے اس کا گناہ اتنا بڑا ہے کہ بے توبہ نہ بخشا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ۔

(اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۳۲۵ھ)

سوال: اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نزول خواہد فرمود و باز خواہد آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چگونہ خاتم الانبیاء شدند؟

جواب: معنے خاتم النبی آنست کہ بعد از نبوت محمدیہ ہیچ نبی پیدا نشود، نبوت سابقہ مستمرہ مخالف ختم نبوت نیست

سوال: اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام باز نزول فرماید از عہدۂ نبوت معزول شدہ باز آید یا چہ؟

جواب: نے زیرا کہ آں نبوت سابقہ خادمہ نبوت محمدیہ ہست؟

سوال: حضرت عیسےٰ علیہ السلام دریں وقت از عوارضات انسانی مثل خورد و نوش وغیرہ بے نیاز و حاجت ہا نہاندار در حق تعالےٰ در قرآن مجید مے فرماید مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ اینکہ گفتہ شد منافی آیۂ مذکورہ ہست؟

جواب: دریں باب ہیچ روایت بنظر حقیر نہ آمدہ البتہ ابن قدر ہست؟

سوال: در بخاری شریف ست کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یقتل الخنزیر و ایں اصرار از شان نبوت بسے کمتر ست ایں را جملہ اگر تاویلے دیگر ہست پس اگر احمدی لفظ ابن مریم را ہمچناں تاویل کنند قبول خواہد افتاد یا نہ؟

جواب: در حدیث آمدہ بحق آنحضرت قتل الکلاب یعنی برائے قتل کلاب دسگہا حکم فرمود اگر ایں فعل قتل کلاب منافی نبوت محمدیہ نبود قتل الخنازیر ہم نباشد؟

سوال: در قرآن مجید ست وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔ الآیۃ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام بقید حیات فائز اند پس در کدام سن و سال ایمان بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آوردند و بہ مدد ایشاں رسیدہ اند؟ بصورت دیگر دعویٰ حیات عز موضہ ست؟

جواب :۔ حقیقت ایں جواب ہم بحوالہ خدا است زیرا کہ مارا علم نیست کہ اطلاع نبوت محمدیہ عیسیٰ علیہ السلام درکدام ساعت وکدام سال رسیدہ در وقتیکہ اطلاع نبوت محمدیہ رسیدہ باشد ہموں ساعت ایمان آوردہ باشد واللہ اعلم ؟

سوال :۔ آیت کریمہ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ثابت مے کند از قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیات ابد ہیچ کس فائز نشدہ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام چہ طور حیات تسلیم کردہ شود ؟۔

جواب :۔ بحیات ابدی بحق عیسیٰ علیہ السلام، ہیچ کسی قائل نے لیکن معنے ابد آن ست کہ منتہاش نہ باشد فافہم ؟،

سوال :۔ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ معنے آیت کریمہ آنست کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت داد کہ بعد مردن من رسولے خواہد آمد کہ نامش احمد باشد اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہنوز زندہ است مے باید کہ بنام احمد رسول نیامدہ باشد اگر آمدہ است پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت شد

جواب :۔ در معنے آیت تحریف واقع شد بعد موت ترجمہ نیست بلکہ بعد ذہابی است یعنی رفتن من چنانچہ بحق موسےٰ علیہ السلام ہم ہمیں معنے گفتہ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي (پ ۹ ع ۸) ای بعد ذہابی ؟

سوال :۔ در آیت کریمہ نُعَلِّمُهُ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ثابت است کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجز توراۃ دیگر کتاب نخواندہ پس تبلیغ قرآن چگونہ خواہد کرد ؟

جواب :۔ بعد نزول از سما بوحی الٰہی تعلیم یابد چنانکہ تعلیم توراۃ ہم بوحی الٰہی حاصل کردہ بود واللہ اعلم

(اہل حدیث امرتسر ۲۷ جمادی اولاول ۱۳۴۵ھ ؟)

سوال :۔ علماء یورپ نے اپنی جدید تحقیقات سے علم ارواح پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے اور حقیقتاً ارواح سے ملاقات ہوتی ہے اس بات کا مختلف طریقہ سے بیّن ثبوت دیا گیا ہے یہاں تک کہ بعض نصاریٰ کی روحیں بوقت حاضری یہ کہتی ہیں کہ ہم بہت راحت وآرام سے ہیں اسی مسئلہ کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے ؟۔

جواب :۔ علماء یورپ نے جو ارواح کے حالات معلوم کرنے کا علم ایجاد کیا ہے یہ ان کی ایجاد نہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ علم خدا کی طرف سے وہبی تھا حدیث شریف میں آیا ہے،

دو قبروں کے پاس سے حضور علیہ السلام گذرے فرمایا، ان کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے اور سخت کام میں عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ہلکے کام میں ہوتا ہے ایک حدیث میں فرمایا میں نے دیکھا ہے اس عورت کو جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ بلی بھوکی مر گئی تھی اس قسم کی بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح کی حالت آنحضرت پر روشن ہوتی تھی صوفیائے کرام کے ہاں تو کشف قبور کی خاص مشق کرا کر بتایا جاتا ہے،

اہلحدیث امرتسر ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

سوال:۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں سے مدد مانگنا شرعاً شرک اور کفر ہے یا نہیں اور جو شخص ایسا کرے وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص پر شرعاً لعنت بھیجنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو امور خالق نے عادتاً انسانوں کے بس میں دئے ہیں ان کسی سے مدد چاہنا شرک یا کفر نہیں بلکہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ میں داخل ہے ہاں جو امور قدرت کے قبضہ خاص میں ہیں ان میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا یا مدد مانگنا شرک ہے مثلاً اولاد کی خاطر خاوند یا بیوی کا طبی قانون سے علاج کرنا جائز مگر اولاد کے پیدا ہونے میں کسی غیر اللہ سے سوال کرنا هَبْ لِيْ وَلَدًا شرک۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ ایسا مشرک مسلمان ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کے دو معنے ہیں عند اللہ وعند القاضی، عند اللہ تو جو مشرک ہے وہ مسلم نہیں وجانے اور اسکا عالم الغیب خدا جانے اسی طرح ارشاد ہے کلام پاک میں مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ہاں اگر وہ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق کرتا ہے تو عند القاضی مسلمان ہے مشرک پر لعنت کرنے کی بابت کوئی آیت یا حدیث میری نظر میں نہیں جس میں حکم ہو کہ مسلم مشرک پر لعنت کیا کرے اسی بنا پر حضرت ابو حنیفہ صاحب نے یزید پر لعنت کرنے سے انکار کیا رضی اللہ عنہا

اہل حدیث امرتسر ۹ رجب ۱۳۴۵ھ،

سوال:۔ اگر کوئی صحیح العقائد شخص اپنے عقیدہ کو اس وجہ سے چھپائے کہ جہاں وہ رہتا ہے وہاں دوسرے عقائد کے لوگ رہتے ہیں اور اس کو صحیح عقیدے کے ظاہر کرنے پر بائیکاٹ کر دینگے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آئینگے تو کیا وہ منافق ہے،؟

جواب:۔ خوف جان ہے تو بحکم اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً بچاؤ کرے اور اگر محض منہ

سے تکلیف ہے نرمی کا اظہار کرتا رہے ؟

سوال :۔ آیت شریف یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا کا کیا مطلب ہے کیا جَمِیْعًا سوائے شرک وکفر کے اور ہر گناہ پر حاوی ہے اگر نہیں تو اس کا مطلب کیا ہے ؟

جواب :۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ شرک وکفر توبہ کے ساتھ بخشتا ہے باقی گناہ جس طرح چاہئے بعض کو توبہ سے بعض کو نیکوں سے بعض کو دیگر معاصی کے اجتناب سے الجدیث امرتسر ۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ

سوال :۔ آدمی ہندو یا مسلمان مرکے فوراً اپنے نیک یا بدعمل کی سزا وجزا پاتے ہیں یا قیامت میں ملیگی اگر فوراً جزا وسزا پاتے ہیں نانا بالغ لڑکا خواہ کافر کا ہو یا مسلمان کا اور جسکی شریعت معلوم نہیں اور جو پاگل وگونگا ہے ان لوگوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کیا معاملہ کریگا حدیث صحیح سے جواب دیں ؟

جواب :۔ سزا جزا مرتے ہی شروع ہو جاتی ہے نابالغ یا پاگلوں پر سزا جزا نہیں ہے کافروں کے نابالغ بچوں کو سزا نہیں ہو گی وہ مکلف نہیں ہوئے ؟

سوال :۔ جنتی جوان کتنے اونچے ہونگے اور بیوی حور عین کتنی لمبی ہونگی ؟ بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ جنتی جوان ساٹھ گز اونچے ہونگے اور بیوی حوروں کی اونچائی معلوم نہیں ہوئی اور جنتی جوان کیا سورج سے بھی حسن وجمال میں اچھے ہونگے صحیح جواب تحریر فرمائیں ؟

جواب :۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی ساٹھ ہاتھ لمبے قد ہونگے ان کی بیویاں ان کے برابر ہونگی (اَتْرَابًا) قرآن مجید میں آیا ہے جنتیوں کو حسن وجمال بہت ملیگا سورج کے ساتھ برابری کا ذکر نہیں البتہ حسن وجمال خوب ہوگا واللہ اعلم الجدیث امرتسر یکم شعبان ۱۳۴۵ھ ،

سوال :۔ حضرت خضر علیہ السلام جو موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں زندہ تھے اب بھی زندہ حیات ہیں یا انتقال کر گئے ؟ اور جو عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام تا قیامت زندہ رہینگے صحیح ہے یا نہیں امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب الوسیلہ میں لکھتے ہیں کہ خضر علیہ السلام انتقال کر گئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام سے ان کے زندہ ہونے کے ثبوت میں کوئی روایت نہیں ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور آپؐ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ کچھ منقول ہوتا ؟ ،

جواب :۔ خضر کی زندگی کی بابت کوئی دلیل نہیں بلکہ ایک ضعیف روایت ان کی عام حیات پر ہے

فرمایا لوکان الخضر حیا لزارنی۔ یعنی اگر خضر زندہ ہوتا تو میری (آنحضرت کی زیارت کرتا) یہ روایت شیخ عبد الحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں نقل کی ہے؟

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں اسی طرح پھرتا ہے جیسے خون اور انسان کی ناک میں شیطان رات بھر رہتا ہے اور انسان کی تمام شکلیں دسوائے آنحضرت صلی اللہ وسلم کے، تبدیل کر سکتا ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا وجہ ہے کہ شیطان تمام انسان جن میں اولیاء، انبیاء سب شامل ہیں حتے کہ بعض وقت نور کی شکل بن کر خدائی دعوےٰ کر سکتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا اس کا کیا سبب ہے؟

جواب:۔ بے شک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی شکل نہیں بن سکتا کیونکہ اگر بن سکتا تو بہتوں کو خواب میں دھوکہ دیتا۔ اہلحدیث امرتسر ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ

سوال:۔ بوقت ذکر ولادت باسعادت حضرت خاتم الانبیاء صلعم قیام کرنا ہاتھ باندھ کر اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلعم تشریف لاتے ہیں کیا تعظیماً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے تارک پر طعن و تشنیع کرنا کیسا ہے،

جواب:۔ سخت بدعت ہے ایسی کہ چاروں مذاہب کے محققین علماء اس کو بدعت سیئہ کہتے ہیں نہ زمانہ نبوت میں یہ رسم تھی نہ زمانہ خلافت میں نہ ائمہ کے وقت بلکہ پیچھے کی ایجاد ہے اس کا ترک کرنا اور اس کو محو کرنا موجب ثواب ہے واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۵ رجب ۱۳۴۶ھ)

سوال:۔ سورج اور چاند کے گہن لگنے کے متعلق کلام مجید یا حدیث شریف میں کچھ تلایا گیا ہے یا نہیں؟ اگر تلایا گیا ہے، تو وہ الفاظ کیا ہیں؟ جواب مع عبارت کے ہو؟ ۔

جواب:۔ گرہن کی بابت حدیث میں صرف اتنا آیا ہے کہ اللہ کی قدرت کے نشانوں میں سے نشان ہیں یہ ایک جامع لفظ ہے اس سے اچھا کوئی نہیں کہہ سکتا۔

سوال:۔ کیا مومن کیلئے ایمان کے ساتھ عمل بھی لازمی ہے اور کیا ایک بدکار یا بے عمل اہل حدیث (موحد) ایک متقی عابد ذی علم مقلد سے عند اللہ بہتر ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں تو یہ اصول ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ہاں تقویٰ میں توحید جزو اعظم ہے (اہل حدیث امرتسر ۲۷ جنوری ۱۹۲۸ھ)

سوال: شرکیہ منتروں سے دم جھاڑ کرانا کیسا ہے، اور دم جھاڑ کروانے والا کیسا ہے امام ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

جواب: شرکیہ منتروں سے دم جھاڑ کرانا بصورت علم ہونے کے مشرک ہے اور کرنے والا مشرک ہے توبہ نہ کرے تو امامت سے برطرف کئے جانے کا مستحق ہے حدیث میں آیا ہے اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۰ محرم ۱۳۴۷ھ)

سوال: قرآن مجید پڑھ کر مردے کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حنفی مذہب کے علماء جائز کہتے ہیں، مگر اہل حدیث اس کے قائل نہیں کیونکہ زمانہ سلف سے یہ ثابت نہیں؟

سوال: انگریزی لباس مع انگریزی ٹوپی کے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: انگریزی طرح لباس یا ٹوپی بذاتہا کوئی منع نہیں ہاں پہننے والا دیکھنے میں اگر انگریز منکر اسلام معلوم ہو تو منع ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو کوئی کسی قوم سے مشابہ ہو جائے پس وہ انہی میں ہوگا ہاں اگر باوجود اس لباس کے کسی قسم کی اسلامی تمیز رکھے تو اس وعید سے بچ جائیگا۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۷ محرم ۱۳۴۷ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے بکر کہتا ہے نہیں وہ انسان تھے زید دلیل لاتا ہے کہ قرآن مجید میں لفظ مَلَكَيْنِ مذکور ہے بکر کہتا ہے کہ ایک قرآت لام کے زیر کی بھی ہے اب عرض یہ ہے کہ قرآت لفظ ملکین کی صحیح مانی جائے یا ملکین کی؟ دلیل معقول سے بذریعہ اخبار فیصلہ صادر فرمایا جائے؟

جواب: قرآت قرآنی جو قرآن مجید میں ہے وہی مقدم ہے جو متواتر ہے ہاروت و ماروت میری تحقیق میں فرشتے نہ تھے مَا أُنْزِلَ میں ما نافیہ ہے واللہ اعلم

(اہل حدیث امرتسر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ مرحوم اولیاء اللہ سے استمداد کرنے کا حدیث میں حکم آیا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: قرآن یہی مسئلہ سمجھانے کیلئے نازل ہوا کہ جو کچھ مانگو خدا سے مانگو، مگر بعض

مسلمانوں کو اس میں شک پڑ گیا ہے۔ قرآن کریم میں دو جگہ لکھا ہے۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمُ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ط سورۃ انعام و یونس) اگر خدا تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کی ذات کے کوئی دور نہیں کر سکتا، ترمذی شریف میں جناب پیغمبر خدا کا ارشاد ہے اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جب کچھ مانگو تو خدا سے مانگو اور جب مدد چاہو تو خدا سے ہی مدد طلب کرو۔

اتنے واضح ارشادات کو بعض دماغ تو قبول نہیں کرتے، مگر ایک اضعف حدیث پر دل و جان سے نثار ہوتے ہیں۔ جو اسی نکھرے ہوئے صاف عقیدہ کو خراب کرنے کیلئے کسی نے گھڑی ہے، اس اضعف حدیث کے لفظ یہ ہیں، "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ" اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اس حدیث کی سند میں زید بن علی آیا ہے جس نے حضرت عقبہ صحابی سے روایت کیا ہے، علامہ حافظ بیہقیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ زید اور عقبہؓ کی ملاقات ہوئی ہی نہیں، لہذا یہ حدیث ضعیف اور وضعی ہے،

(از اخبار اہل حدیث سوہدرہ)

(سوالات)

۱۔ شریعت محمدیہ میں پیر و مرشد بنانا کیسا ہے،

۲۔ اپنے آپ کو کسی پیر کا مرید کہلوانا کیا حکم رکھتا ہے،

۳۔ پیر کی بیعت کرنی جائز ہے،

۴۔ بعض مسجدوں میں کچھ لوگ جمع ہو کر مغرب کے بعد سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو دفعہ صرف اِلَّا اللّٰہ اور سو دفعہ اللہ۔ اور سو دفعہ ھو کا ورد پڑھتے ہیں، پھر دیر مراقبہ میں خاموش ہو کر پیر کا تصور کرتے ہیں، کیا شریعت میں ایسی صورت جائز ہے،

۵۔ ایسی مسجد جس جگہ نقشہ مندرجہ ذیل ہے نماز جائز ہے یا نہیں،

قبریں قبریں قبریں مغرب قبریں قبریں

قبریں | جہاں لکیر ہے یہ سب چھوٹے دروازے ہیں — مسجد

۶ :۔ بعض لوگوں میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ اکٹھے ہو کر کسی پیر کے جا کر دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، جب وہ نکلتا ہے تو تکبیریں کہنے لگ جاتے ہیں: اور اس کے آباء و اجداد کی تعریف میں مدحیہ قصیدے پڑھتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شعر پڑھتے ہیں اس کے پیچھے پیچھے مسجد تک چلے جاتے ہیں، کیا یہ صورت شریعت محمدیہ میں جائز ہے یا نہیں ؛

۷ :۔ مذکورہ بالا مسجد کے دائیں طرف حجرہ میں قبروں کے گرداگرد دیوار بنی ہوئی ہے کہیں سے دس فٹ اونچی ہے، کہیں سے پندرہ ۱۵ فٹ دراقل کیا یہ دیوار قبروں کی حفاظت کیلئے جائز ہے یا نہیں :۔

۸ :۔ ایک پیر نے کہا کہ میرے آباء و اجداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے چلے آتے ہیں، یہ کیا ہے مذکورہ بالا مسجد کے حجرہ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد امام و مقتدی داخل ہو جاتے ہیں، اور قبروں پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے :۔

۹ :۔ پیر صاحب مریدوں سے فرماتے ہیں کہ تمہارے مالوں میں سے میرا بھی حق ہے وہ خدا سے ڈر کر اسے دیتے ہیں، اگرچہ وہ غنی ہو مالدار ہی کیوں نہ ہو، کیا یہ درست ہے،

(جوابات)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذی خلق فسوّٰی، والذی قدّر فهدٰی و سلام علٰی عباده الذین اصطفٰی :۔

۱ :۔ پیر و مرشد کی دو غرضیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ سیدھا راستہ دکھائے گمراہی سے بچائے، دوسری یہ کہ شفاعت کرے، قیامت کے دن بخشوائے سو ان دونوں غرضوں کیلئے آج کل کے مروجہ پیر و مرشد کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ پہلی غرض کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ (مشکوٰۃ) یعنی میں نے تم میں دو امر چھوڑے ہیں، جب تک ان دونوں کو تھامے رہو گے، گمراہ کم نہیں ہو گے، جو شخص پڑھا ہوا ہو وہ دیکھ کر عمل کرے، جو ناواقف ہو وہ جس عالم سے موقعہ ملے پوچھ لے۔ جیسے سلف کے زمانہ میں دستور تھا، قرآن مجید کا ارشاد ہے، فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٥ (قرآن) اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو،

دوسری غرض کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا۔ (ترمذی ابن ماجہ، مشکوٰۃ) میرے پاس خدا کی طرف سے ایک آنیوالا آیا ہے۔ مجھے اختیار دیا کہ تیری نصف امت جنت میں داخل کی جائے گی یا تو شفاعت کرے میں نے شفاعت اختیار کر لی، شفاعت اس شخص کو پہنچے گی، جو اس حال میں مرگیا، کہ اللہ کیساتھ شرک نہ کرتا ہو،

اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحید والوں کی شفاعت کریں گے پھر اس غرض سے پیرو مرشد کی کیا ضرورت ہے، ایک اور حدیث ہے يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔ (رواہ ابن ماجہ) قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کرائیں گے، پہلے انبیاء ثم علماء پھر شہداء، ان کے علاوہ بعض اور کا بھی ذکر ہے، لیکن مروجہ پیرو مرشد کا کہیں ذکر نہیں، پھر سفارش کا ذمہ دار بھی وہ شخص ہو سکتا ہے جسے اپنے خاتمہ کا علم ہو اور یہ کس کو ہو سکتا ہے، یا جس کی بابت نبی کی شہادت ہو دوسرے کو کیا پتہ ہے کہ میرا خاتمہ کیا ہو گا بڑے بڑے بزرگ اسی فکر میں رہے، کہ خدا جانے خاتمہ کس حال پر ہو گا، بلکہ جن کو جنت کی خوش خبریاں ملیں، ان کی کمریں بھی اس خوف سے ٹیڑھی ہو گئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں رو رو کے کہا کرتے تھے، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَ عَلَيَّ شِقْوَةً أَوْ ذَنْبًا فَامْحُهُ فَإِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ فَاجْعَلْهُ سَعَادَةً وَمَغْفِرَةً (ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۰)

اے اللہ اگر تو نے مجھ پر بدبختی یا گناہ لکھا ہے تو اس کو مٹا دے، کیونکہ تو مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور تیرے پاس ہے، ماں کتابوں کی، بس اس بدبختی کو دور کر کے نیک بختی کر دے، اور گناہ بخش دے،

عبداللہ بن مسعود بھی یہی دعا مانگا کرتے تھے، بلکہ خاتمہ تو آئندہ کی چیز ہے صحابہؓ تو اپنی موجودہ حالت پر بھی اطمینان نہیں رکھتے تھے، بخاری کتاب الایمان میں ہے، عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں، میں تیس صحابی کو ملا ہوں، سب اپنی جان پر نفاق سے ڈرتے تھے جب ان بڑے بڑوں کی حالت یہ تھی، تو اب کون ایسا مرشد و پیر ہے جو شفاعت وغیرہ کی ذمہ داری لے

سکے، یہ بالکل واہی خیال ہے، بلکہ ایک طرح کی دکان داری ہے، خدا اس سے بچائے، اور طریق سلف پر چلنے کی توفیق دے، (آمین)

(۲) جب اس طرح کا پیر پکڑنا شریعت سے ثابت نہ ہو تو نسبت لگانی کیسے درست ہو گی مذہبی نسبت تو ایک ہی پیر و مرشد کی طرف کرنی چاہیے، جو سب کا پیر و مرشد ہے یعنی امام اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حدیث کی طرف یا سلف کی طرف نسبت کرے جن کی اتباع ہم پر واجب ہے مثلاً اہل سنت، یا اہل حدیث یا سلفی کہلائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجی فرقہ کی علامت یہی بتائی ہے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ حدیث ہوئی اور اصحاب سے مراد طریق سلف ہوا، سوانہی دو سے اپنا تعلق پیدا کرنا مناسب ہے،

۳: پیری مریدی بیعت کا کوئی تسلی بخش مسئلہ نہیں، کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،

۴: اس قسم کے اذکار قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، نہ خیر القرون میں کسی نے کئے نہ اماماں دین نے بتائے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ۔ یعنی جو ہمارے دین میں نیا کام جاری کرے گا وہ مردود ہے اب جو صورت سوال میں مذکور ہے اس میں بھی کئی باتیں زیادہ کی گئی ہیں، ایک وقت مغرب عشاء کے لئے اپنی طرف سے مقرر کرنا پھر سو کی تعداد پھر حکم کی پہلے لا الہ الا اللہ پھر اللہ ھو پھر چپ رہنا، اور مراقبہ میں شیخ کا تصور کرنا یہ کتنی باتیں اپنی طرف سے ملائی ہیں، جن کا شریعت میں نام ونشان بھی نہیں تو کیا ان لوگوں کے سوء خاتمہ کا ڈر نہیں، خاص کر تصور شیخ تو ایک قسم کا شرک ہے، کیونکہ مشکوٰۃ کے شروع میں حدیث ہے، اُعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ، الحدیث اللہ کی عبادت اس طرح کرو، کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تجھے یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو کم از کم تیرے دل میں یہ تو ضرور ہونا چاہئیے کہ (وہ تجھے دیکھتا ہے،

جو تصور شیخ کرتے ہیں، وہ عبادت میں غیر اللہ کی صورت بٹھاتے ہیں، اور اس کی مشق اور ریاضت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کی جگہ کسی کو دینی ہی شرک ہے، اگر صفائی مقصود ہے تو بدعت طریق سے درحقیقت صفائی نہیں، بلکہ ظلمت ہے خدا اس سے بچائے آمین:

۵:۔ عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیہا رواہ الجماعۃ الا البخاری (ابن ماجہ منتقی)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو؛
عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ و الحمام رواہ الخمسۃ الا النسائی۔ (منتقی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام زمین مسجد مگر قبرستان اور حمام،
عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجعلوا من صلوتکم فی بیوتکم ولا تتخذوہا قبورا (رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ، منتقی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کچھ نماز گھروں میں بھی پڑھ لیا کرو، اور ان کو قبریں نہ بناؤ،
عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد (متفق علیہ، مشکوۃ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا، اللہ یہود و نصاریٰ کو لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنایا؛
عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم مقابرا ان الشیطان ینفر من البیت الذی یقرأ فیہ سورۃ البقرۃ رواہ مسلم (مشکوۃ کتاب فضائل القرآن) اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے؛

پہلی حدیث میں قبروں کی طرف نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے، سوال میں جس مسجد کا ذکر ہے اگر اس کے سامنے کے سارے دروازے کھلے ہوں تو نماز قطعاً حرام ہے کیونکہ قبریں سامنے ہیں اگر دروازے بند ہوں، تو بھی ٹھیک نہیں، دروازوں کا قبلہ رُخ ہونا شبہ ڈالتا ہے، کہ یہ مسجد قبرستان کے متعلق ہے، کیونکہ دروازے قبروں کی خاطر رکھے ہیں، ایسی مسجد میں نماز ٹھیک نہیں کیونکہ چوتھی حدیث میں قبروں کو مسجد بنانے پر لعنت فرمائی ہے، دوسری حدیث میں قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کے دائیں بائیں قبروں کا ہونا یہ بھی اس بات کی تائید ہے کہ یہ

مسجد قبرستان کا حصہ ہے، اگر بالفرض مسجد پہلے ہو اور پھر بیں پیچھے بنی ہوں، تو بھی کچھ خلل آگیا کیوں تیسری اور پانچویں حدیث میں گھروں کو قبریں بنانے سے نہی فرمائی ہے، اور گھر میں قبر کی یہی صورت ہوتی ہے کہ گھر کی حدود اور صحن وغیرہ میں بنا دی جائے، دائیں طرف قبر اس قسم کی معلوم ہوتی ہے اور دوسری قبروں کا حال بھی مشتبہ ہے اس لئے ایسی مسجد میں نماز سے احتیاط کرنا چاہیے، اگر قبریں یہاں سے ہٹا دی جائیں اور ہڈیاں دوسری جگہ دفن کی جائیں، تو پھر نماز میں کوئی کھٹکا نہیں لیکن قبریں اس وقت ہٹائی جا سکتی ہیں، جب مسجد پہلے ہو، کیوں کہ اس صورت میں یہ قبریں خلاف شرع ہوں گی، جن کا ہٹانا ضروری ہوگا، ورنہ مسجد کو یہاں سے ہٹانا چاہیئے، ہاں اگر مشرکوں کی قبریں ہوں تو ہر صورت میں ہٹائی جا سکتی ہیں، مسجد نبوی اسی طرح بنی تھی، ہاں اگر قبریں حدود سے بالکل الگ ہوں، اور مسجد قبرستان کے حصہ میں نہ ہو، تو پھر ہٹانے کی کوئی ضرورت نہیں، مگر قبروں اور مسجد کے درمیان دیوار بنا دینی چاہیئے، تاکہ کسی وقت اتفاقیہ مسجد کا دروازہ کھلا رہ جائے، تو تطرنہ پڑے اس مسئلہ کی کچھ تفصیل سوال نمبر ۱۵ کے جواب میں دیکھیئے،

(۶) :- منہ پر تعریف منع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ منہ پر تعریف کرنیوالوں کے منہ میں مٹی ڈالو، (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۲) اگر بہروں کی مجلس میں ان کے سامنے مدحیہ قصائد مبالغہ آمیز پڑھے جاتے ہیں، وہ بجائے منع کرنے کے خوش ہوتے ہیں، بلکہ اکثر کو دیکھا گیا ہے، وہ انعام دیتے ہیں، سو یہ سب حرام کے مرتکب ہوتے، ہاں نبی کی تعریف منہ پر درست ہے جس کی دو وجہیں، ایک یہ کہ نبی کو فخر نہیں آسکتا، اللہ ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے دوسری یہ کہ نبی کی نبوت ایمان اور کفر کی کسوٹی ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے، پس جب اس کو اپنے منہ سے نبوت کے دعویٰ کا حکم ہوا، جو بڑا عالی مقام ہے، تو دوسروں کی مدح معمولی بات ہے، کسی اور کا یہ مقام نہیں، اس لئے خلفاء اور بزرگان دین کے سامنے ایسا کام کبھی نہیں ہوا، پھر اس طرح گھر سے نکلنا اور اپنی تعظیم کرانا یہ بھی خلاف شرع ہے، اور تواضع کے منافی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت حدیث میں آیا ہے، وَلَا يَطَأُ عُقُبَهُ رَجُلَانِ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۸) آپ کی ایڑی کو دو آدمی نہیں لتاڑتے تھے، یعنی جیسے دنیاداروں کی عادت ہوتی ہے، کہ انکے پیچھے خادم ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہ تھے، بلکہ آپ کی آمد و رفت گھر میں سادہ تھی

عن طارق قال خرج عمر الی الشام ومعنا ابو عبیدۃ فاتوا علی مخاضۃ وعمر علی ناقتہ لہ فنزل وخلع خفیہ فوضعھما علی عاتقہ فخاض فقال ابو عبیدۃ یا امیر المؤمنین انت تفعل ھذا ما یسرنی ان اھل البلد استشرفوک فقال اوہ ولو قال ذاک غیرک ابا عبیدۃ جعلناہ نکالا لامۃ محمد انا کنا اذل قوم فاعزنا بالاسلام فمھما تطلب العز بغیر ما اعزنا اللہ بہ اذلنا اللہ، رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھما) ترغیب الترھیب منذری ص۲۱۵)

حضرت عمرؓ فاروق ملک شام کی طرف نکلے ابو عبیدہ بھی ساتھ تھے، رستہ میں چھوٹا چھوٹا پانی آیا حضرت عمرؓ اونٹنی پر تھے، اونٹنی سے اتر کر جوتا اتار کر کندھے پر رکھ لیا، اور اونٹنی کی مہار ہاتھ میں پکڑ لی، ابو عبیدہؓ نے کہا اے امیر المؤمنینؓ آپ ایسے کرتے ہیں، مجھے یہ بات اچھی نہیں، کہ اہل شہر آپ کو اس حالت میں دیکھیں فرمایا، افسوس اے ابو عبیدہؓ اگر کوئی اور ایسی بات کہتا تو اس کو (تنبیہ کر کے) امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عبرت بنا دیتا، ہم بہت ذلیل قوم تھے، اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ ہمیں عزت دی پس جب اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں ہم عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج کل جس طرح اپنی عزت کراتے ہیں، درحقیقت عزت نہیں بلکہ دو جہاں کی ذلت ہے، اور اسلام کے بالکل خلاف ہے، اعاذنا اللہ منہ۔

۷:۔ جب گھروں میں قبریں بنانی درست نہ ہوئی، تو ان کی حفاظت کیسے ہو گی، بلکہ یہ منکر کام ہے اس کو تبدیل کرنا چاہیئے، حدیث میں ہے یعنی جو شخص کوئی منکر کام دیکھے، اس کو حتی الوسع بدل دے، پس یہ قبریں اگر مسلمانوں کی ہیں، تو ان کی ہڈیاں نکال کر کسی اور جگہ دفن کر دینی چاہیئے، اگر مشرکوں کی ہیں تو دیسے صاف کر دینی چاہیئے، ہاں اگر مسجد اور بنی ہو، اور قبریں مسلمانوں کی ہوں، تو مسجد کو یہاں سے ہٹا دینا چاہیئے، اور قبروں کے اوپر کی بنا گرا دینی چاہیئے، تاکہ یہ قبریں عام قبرستان کی طرح قبرستان بن جائیں، بلکہ اگر پختہ ہیں، تو سرے سے ہی مسمار کرنی چاہیئے، جیسے حضرت علیؓ کی حدیث الا سویتہ (مشکوٰۃ) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، ورنہ کم سے کم سنت کے مطابق کر دی جائیں، کیونکہ حدیث میں ہے، نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطا (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے سے نہی فرمایا ہے نیز اوپر لکھنے اور لتاڑنے سے نہی کی ہے

۸ ۔ ان قبروں کی زیارت کیلئے جانا اس وقت مسنون ہے جبکہ یہ شریعت کے مطابق ہوں، ورنہ منکر کام کے اسباب پیدا کرنا اور ہمیشہ پر جمعہ کو اجتماعی حالت میں ان کی زیارت کیلئے جانا، جس سے عوام کے دلوں میں ان قبروں کی اچھی حالت پر ہونیکا جذبہ پیدا ہو یہ ٹھیک نہیں ہے،

۹ ۔ اس قسم کا دیکھنا، بیداری میں کہیں رہا، خواب میں بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، خیر القرون میں اور بعد میں بہتیرے بزرگ گزرے ہیں، مگر کسی کو مقرر طور پر ہمیشہ اس طرح خواب نہیں آیا، یہاں تک کہ موروثی ہو گیا ہو، بلکہ بغیر موروثی ہونیکے بھی اس طرح نہیں آیا، ہاں لوگوں کے چیلے اور عملیات ایسے ہوتے ہیں، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۵۱ میں ایک لمبی حدیث ذکر کی گئی ہے،

ہشام بن عاص اموی کہتے ہیں، کہ میں اور ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں ہرقل بادشاہ روم کی طرف قاصد ہو کر گئے، اور اس دربار میں زبان سے حکم لا الہ الا اللہ واللہ اکبر نکلا یہ حکم نکلتے ہی وہ محل اس طرح ہلنے لگا جیسے آندھی سے درخت ہلتا ہے، دو دفعہ اس طرح ہوا، ہرقل نے کہا اپنے گھروں میں جب تم یہ کلمہ پڑھتے ہو، اس طرح ہوتا ہے، کہا نہیں کہنے لگا، اگر تمہارے میں ہمیشہ اس طرح ہوتا، تو میں اپنا نصف ملک (خوشی میں) لٹا دیتا ہم نے کہا کیوں کہا اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا اثر نہ ہوتا، بلکہ لوگوں کو حیلوں اور عملیات کی قسم کا ہوتا۔ (جس کا مجھے خطرہ نہیں تھا،

دیکھئے اہل کتاب بھی اس بات سے واقف تھے، کہ جو باتیں خدا کی طرف بندے کی بزرگی اور کرامت کے اظہار کیلئے ہوتی ہیں، وہ اتفاقی ہوتی ہیں چنانچہ صحابہؓ وغیرہ کے حالات سے ظاہر ہے موروثی طور پر خواب کا چلے آنا، یہ عملیات کی قسم سے ہے، پھر اعتبار نہیں، کہ کہنے والا سچ کہتا ہے یا جھوٹ اگر سچ کہتا ہے تو اس کو کیا پتہ لگا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہے یا کسی اور کی بہر حال یہ کوئی بزرگی کی علامت نہیں ہے،

(۱۰) قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آیا، کہ پیروں کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے بلکہ زکوٰۃ جو سال بسال غنی مسلمانوں پر اللہ نے فرض کی ہے، وہ اہل بیت (قوم سید) پر حرام ہے، (حتیٰ کہ ان کے غلام کیلئے ناجائز ہے) یہ ان لوگوں کے گزارے کا ڈھنگ بنا رکھا ہے، لوگوں کو جھوٹ مسائل بتا کر حرام کھاتے ہیں خدا ان کو ہدایت کرے (آمین)

(از حضرت العلام مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی)

سوال :۔ باعتبار شرع شریف کوئی ایسی قوم ہے جو من حیث القوم خیرات لینے کی مستحق ہو اگر نہیں ہے تو ایسا عقیدہ کیسا ہے سائل مذکور،

جواب :۔ کوئی قوم یا برادری یا ذات محض مخصوص قوم اور خاص برادری اور ذات ہونے کی حیثیت سے شرعاً خیرات کی مصرف اور مستحق نہیں ہے، شریعت نے صدقات وخیرات کو مسلمانوں کی کسی قوم اور ذات وبرادری کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے قرآن کریم نے قبائل وشعوب کی تقسیم محض تعارف اور توادد کے لئے رکھی ہے ہندوستانی مسلمانوں کی مروجہ قومیتیں ذاتیں اور برادریاں (جن کی بنا نسب پر ہو یا پیشہ پر یا کسی اور چیز پر) ہندؤں کے ساتھ ملنے جلنے اور رہنے سہنے کا اثر اور ثمرہ ہیں یہ تقسیم اسلامی تعلیم کے منافی ہے اسلام میں ذات پات کی تقسیم کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا پس کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو من حیث القوم خیرات لینے کی مستحق ہو ایسی حالت میں یہ عقیدہ رکھنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے،

محدث دہلی جلد نمبر ۴

سوال :۔ کیا ہم اہل اسلام اہل ہنود کے کسی ایک مذہبی امور میں ان کی امداد کے لئے کچھ چندہ وغیرہ دے سکتے ہیں یہاں ایک قریہ میں اہل ہنود بہ تعداد کثیر آباد ہیں اور وہ مندر کی تعمیر کے تحت میں مسلمانوں سے بھی چندہ طلب کرتے ہیں تو کیا از روئے شریعت چندہ دینا جائز ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اہل ہنود کی کثرت کی وجہ سے آئندہ ناجائز سلوک کا خطرہ ہو،

جواب :۔ ہندؤں کے مذہبی امور عموماً مشرکیہ وکفریہ ہوتے ہیں پس ان کے کسی مذہبی کام میں چندہ وغیرہ سے امداد کرنا جائز نہیں ہے مندر کی تعمیر میں چندہ سے امداد کرنا تو شرک وکفر اور بت پرستی کی صراحتاً اعانت وحمایت ہے جو قطعاً حرام ہے ارشاد ہے، تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (قرآن کریم) اکثریت کی طرف سے آئندہ موہومی ناجائز سلوک کے اندیشہ اور خطرہ کی بنا پر شریعت نے شرک وبت پرستی معصیت اور اثم وعدوان کی اعانت وحمایت کی اجازت نہیں دی، ہے ایمان عزیز ہے اور آپ مومن کامل ہیں تو ان موہومی خطرات کو خاطر میں نہ لائیے۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ ... هُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔ (محدث دہلی جلد ۳ ص۸)

سوال :۔ زید کہتا ہے انسان کو ضرور چاہیئے کہ کسی اچھے پرہیزگار عالم کو اپنا پیر بنائے اس

کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے اور بکر کا خیال ہے کہ کوئی ضرورت نہیں پیر مقرر کرنے کی پیر تو قرآن و حدیث ہے اُسی کو اپنا پیر بنائے کون حق بجانب ہے اور اللہ و رسول کا کیا حکم ہے،

جواب:۔ کسی شخص کو پیر بنانا اور اس پر بیعت کرنا کسی مسلمان کے لئے بھی ضروری نہیں ہے پیری مریدی کے ضروری ہونے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور ہندوستان کی موجود پیری مریدی تو مسلمانوں کی اصلاح و تربیت اور دینی و دنیوی سربلندی و کامرانی کا ذریعہ بننے کے بجائے بالعموم صدقہ خوری اور نذرانے وصول کر کے غریب مریدوں کی جیبیں خالی کرنے کا ذریعہ اور پیروں کی عیاشی کا کامیاب وسیلہ ہے حکیم مشرق سر اقبال نے سچ فرمایا ہے،

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی — گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ — مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا — ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد — زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

اللہ اور اس کے رسولؐ کا یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان صرف کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو اپنے لئے اسوہ بنائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنة رسولہ (موطا) (محدث دہلی جلد ۸ صہ ۳)

سوال:۔ ایک شخص صاحب ہوش اور عیالدار ہے مگر اپنے والد کا نافرمان ہے نہ تو اپنی بیوی کو خرچ دیتا ہے اور نہ ہی اپنی اولاد کو پوچھتا ہے بلکہ ان کو تنگ کرتا ہے باپ نے بوجہ شفقت اس کے بال بچوں کے نان نفقہ کا بوجھا اٹھایا ہوا ہے شخص مذکور صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہے لیکن والد کا نافرمان ہے کیا از رُوئے شریعت وہ نجات کا مستحق ہے،

جواب:۔ ماں اور باپ کی اطاعت و فرمانبرداری جب تک وہ معصیت الٰہی کا حکم نہ دیں فرض اور ضروری ہے اور ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے، قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا انبئکم باکبر الکبائر قلنا بلےٰ یا رسول اللہ قال الاشراک باللہ وعقوق الوالدین (بخاری) یعنی اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی عظیم ترین گناہ ہے، والعقوق ھو ایذاءھما بای نوع کان من انواع الاذی قل او کثر نھیا عنہ او لم ینھیا عنہ او مخالفتھما

فیما یامران او ینھیان بشرط انتفاء المعصیۃ فی الکل (قسطلانی) بیوی بچوں کا خرچ اور ان کی خبر گیری شوہر کے ذمہ ضروری ہے۔ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (قرآن کریم) وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ (قرآن کریم) ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، وابدا بمن تعول تقول المرأۃ اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی

ویقول العبد اطعمنی واستعملنی ویقول الابن اطعمنی الی من تدعنی (بخاری) پس صورت مسئولہ میں شخص مذکور حقوق العباد ضائع کرنے یعنی ماں باپ کی نافرمانی کرنے اور بیوی بچوں کا خرچ نہ دینے کی وجہ سے بہت بڑا ظالم اور گنہگار رہے ہے۔، وہ مسلمان جو موحد کامل ہے اور جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا اور تمام فرائض دینیہ واعمال صالحہ پر آخر تک کاربند رہا ایسے شخص کے لئے نجات اولی ہے یعنی وہ مرنے کے بعد عذاب قبر وعالم برزخ وعذاب قیامت سے محفوظ رہیگا اور بلا خدشہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اسی طرح اُس مسلمان موحد کے لئے بھی نجات اولی ہے جس نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور نیک عمل میں کوتاہی اور غفلت کی لیکن صحیح اور سچی توبہ کرکے مرا ایسا مسلمان بھی ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہ کر جنت میں داخل ہوگا (بفضل اللہ ورحمتہ) وہ مسلمان موحد جس نے اپنی زندگی میں برے کام کئے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اور انسانوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کی غرض یہ کہ نیک عمل میں غفلت کی اور بغیر بھی توبہ کے مرگیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ان شاء عذبہ وان شاء غفرلہ (بخاری) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہئے تو اس کو بغیر کسی قسم کے عذاب میں مبتلا کرنے کے ابتداءً جنت میں داخل کردے یعنی اس کو بھی نجات اولی حاصل ہو جائے (بفضلہ ورحمتہ) اور اگر چاہے تو گناہوں کی اور اچھے عملوں کے چھوڑنے کی سزا دیکر بہشت میں داخل کرے خواہ صرف عالم برزخ میں سزا دے اور قیامت کے عذاب سے محفوظ رکھے یا عالم برزخ اور قیامت دونوں جگہ عذاب میں مبتلا کیا جائے لیکن بہرحال عذاب کی مدت معینہ ختم ہو جانے کے بعد اس کے لئے بھی نجات یقینی ہے (بفضلہ ورحمتہ)

صورت مسئولہ میں شخص مذکور مرتکب گناہ کبیرہ ہے اگر اپنے عمل کی اصلاح کرے اور سچی توبہ کرکے مرے تو اس کے لئے نجات اولی ہے اگر بغیر توبہ کے مریگا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت

کے ماتحت ہے انشاء اللہ عزیہ وانشاء غفرلہ: محدث دہلی جلد ۳ نمبر ۱

سوال:۔ قبر پر سبز شاخ یا سبز ٹہنی نصب کرنی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس سے مردہ کو کیا فائدہ پہنچتا ہے،

جواب:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحاح ستہ میں اور ابو امامہؓ و ابوبکرہؓ و انس سے طبرانی اور مسند احمد میں اور ابن عمرؓ و یعلی بن سیابہؓ سے مسند احمد میں اور ابو ہریرہؓ سے مسند احمد و صحیح ابن حبان میں اور عائشہؓ سے طبرانی میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی دو تر ٹہنیاں رکھتے ہوئے فرمایا:۔ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا مَادَامَتَا رَطْبَتَیْنِ یعنی جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی عذاب میں تخفیف رہیگی ان احادیث سے قبر پر صرف کھجور کی تازہ سبز ٹہنی رکھنے کا ثبوت ہوتا ہے لیکن بظاہر یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ عذاب میں تخفیف آپ کی دعا اور سفارش سے ہوئی تھی اور اس تخفیف کی مدت کی تعیین ٹہنیوں کی نرمی باقی رہنے کی مدت سے کی گئی تھی، چنانچہ اواخر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی مطول حدیث میں ہے، اِنِّیْ مَرَرْتُ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَاَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِیْ اَنْ یُّرَفَّهَ عَنْهُمَا مَادَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَیْنِ حضرت جابرؓ کی اس حدیث میں اگرچہ دوسرا واقعہ مذکور ہے جو سفر میں پیش آیا تھا لیکن ان کے علاوہ دوسرے صحابیوں کی حدیثوں کے متعلق واقعہ کو بھی حضرت جابرؓ کی حدیث روشنی میں شفاعت و دعا ہی پر محمول کرنا قرین قیاس اور رجح ہے اسی لئے امام خطابی فرماتے ہیں:۔ محمول علی انہ دعالهما بالتخفیف مُدَّةَ بَقَاءِ النَّدَاوَةِ لَا اَنَّ فِی الْجَرِیْدَةِ مَعْنًی یَخُصُّهٗ وَلَا اَنَّ فِی الرَّطْبِ مَعْنًی لَیْسَ فِی الْیَابِسِ پس تخفیف کا اصل سبب آپ کی دعا اور سفارش تھی کھجور کی شاخ یا اس کی نرمی تخفیف عذاب کا سبب نہیں تھی اس لئے اب قبر پر کھجور یا کسی اور درخت کی تازہ شاخ رکھنی یا نصب کرنی فضول اور بیکار چیز ہے، (عبیداللہ رحمانی دہلی محدث دہلی جلد نمبر ۲)

سوال:۔ ایک حنفی مولوی صاحب نے دوران وعظ میں بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم یعنی پتلا ابھی پانی میں گیلا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پہلے پیدا ہو چکا تھا اور اسی وقت آپ پیغمبر بھی تھے مولوی صاحب مذکور نے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا پس کیا ان کا یہ ارشاد اور بیان صحیح ہے ؟

جواب :۔ مولوی صاحب کا یہ بیان درحقیقت اُن دو حدیثوں کا مجموعہ ہے جو عوام خصوصاً بریلوی حنفیوں میں بہت مشہور ہیں: (۱) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (۲) کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ لیکن یہ دونوں حدیثیں بچند وجوہ مردود ہیں۔

پہلی حدیث :۔ مدخل میں ابن الحاج مالکی نے اور بعض دوسرے لوگوں نے بلا سند ذکر کی ہے اور بے سند حدیث بالاتفاق مردود ہوتی ہے وغیرہ وہ مخالف ہے اس مشہور مرفوع صحیح حدیث کے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ الحدیث (اخرجہ احمد والترمذی وصححہ عن عبادة بن الصامت مرفوعاً) وغیرہ وہ معارض ہے ان حدیثوں کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے پانی پیدا کیا پھر عرش پھر قلم پھر آسمان و زمین وغیرہ (روی السدی فی تفسیرہ باسانید متعددة اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَخْلُقْ شَیْئًا مِمَّا خَلَقَ قَبْلَ الْمَاءِ قَالَہُ الْحَافِظُ فِی الْفَتْحِ ص۱۸۶ ج۱۳ ثُمَّ ذَکَرَ وَجْهَ الْجَمْعِ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ حَدِیْثِ عُبَادَةَ الْمُتَقَدِّمِ فَارْجِعْ اِلَیْهِ۔

وغیرہ وہ معارض ہے اس حقیقت ثابتہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم کی اولاد سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، نہ نور سے اَلنَّاسُ کُلُّهُمْ بَنُوْا اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خُلِقَ مِنَ التُّرَابِ (ترمذی، ابوداؤد، ابن حبان) وغیرہ وہ مخالف ہے اس حدیث کے جس میں وارد ہے کہ آدم کی تخلیق آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے بعد ہوئی (مسلم شریف عن ابی ہریرة)

دوسری حدیث :۔ کے متعلق ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مَا یَدُوْرُ عَلَی الْاَلْسِنَةِ بِلَفْظِ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ فَقَالَ السَّخَاوِیُّ لَمْ اَقِفْ عَلَیْهِ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَضْلًا عَنْ زِیَادَةِ کُنْتُ نَبِیًّا وَّلَا مَاءَ وَلَا طِیْنَ قَالَ وَقَالَ الزَّرْکَشِیُّ لَا اَصْلَ لَهٗ بِهٰذَا اللَّفْظِ اِنْتَهٰی مُخْتَصَرًا وَقَالَ الْعَلْقَمِیُّ قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ وَالزَّرْکَشِیُّ وَغَیْرُهُمَا مِنَ الْحُفَّاظِ لَا اَصْلَ لَهٗ وَکَذَا کُنْتُ نَبِیًّا وَّلَا اٰدَمَ وَلَا طِیْنَ (السراج المنیر ص۹۲ ج۲) وَقَالَ الصَّغَانِیُّ مَوْضُوْعٌ (تذکرة الموضوعات ص۸۶) البتہ حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کئی صحابیوں سے معتبر سندوں سے مروی ہے (فَاَخْرَجَهُ ابْنُ سَعْدٍ وَّاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ وَاَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِهٖ وَصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ عَنْ مَیْسَرَةَ الْفَخْرِ مِنْ اَعْرَابِ الْبَصْرَةِ وَابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ

أبي الحدعاء والطبراني في الكبير عن ابن عباس وأخرجه الترمذي عن أبي هريرة بلفظ قالوا يا رسول الله متى وجبت لك النبوة قال وآدم بين الروح والجسد) قال المناوي يعني أنه تعالى أخبره بمرتبته وهو روح قبل إيجاد الأجسام الإنسانية كما أخذ الميثاق على بني آدم قبل إيجاد أجسامهم وقيل في معناه أنه صلى الله عليه وسلم قد أعطي فاضلة التعليم والتربية ومنح فضيلة الإرشاد والإصلاح في عالم الأرواح فكان في تهذيب الأرواح وتكميلها۔

یعنی قبل اس کے کہ آدمؑ کی روح کا ان کے جسد عنصری کے ساتھ تعلق قائم ہو عالم ارواح میں آنحضرتؐ کی صورت مثال کو نبی اور رسول بنائے جانے کی اطلاع دیدی گئی تھی یا عالم ارواح میں آنحضرتؐ کو ارشاد و تربیت کے منصب پر فائز کر دیا گیا تھا اور آپ عالم ارواح میں بھی ارواح کی تہذیب و تکمیل میں مشغول تھے اللہ اعلم۔ وقد بسط محدث الهند الإمام ولي الله الدهلوي في معناه في فيوض الحرمين وغيره فارجع إليه إن كنت من أصحاب القوة القدسية والنفوس الزكية حتى لا يأتي نفسك من قبول ظواهره وحتى تقدر على الوصول إلى حقيقة مباحثه۔

عبید اللہ رحمانی محدث دہلی جلد ۹ ش ۷

سوال:۔ قرآن کریم میں آسمان کے سات طبق کا ذکر صراحتہ موجود ہے اور زمین کے سات طبق ہونے کا کہیں بھی ذکر نہیں پھر لوگ کیوں کہتے کہ زمین کے بھی سات طبق ہیں اور آسمان و زمین دونوں کے کل چودہ طبق ہیں،

جواب:۔ ارشاد ہے۔ اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّهُ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یعنی اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اتنی ہی زمین اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے یہ اس لئے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر شئی پر قادر ہے اور اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی طرح زمین کے بھی سات طبقے ہیں، چنانچہ ترجمان القرآن حبر الامصار حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں أي سبع أرضين (ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم، بیہقی، عبد اللہ بن حمید) ظاہر آیت اور ابن عباس کی تفسیر کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی

ہے (۱) مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِن سبع ارضين (صحيحين) وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِي خُسِفَ بِهِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ (۲) مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَمَا فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَالْأَرَضُونَ السَّبْعُونَ وَمَا فِيهِنَّ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ -

(۳) لم ير قرية يريد دخولها الا قال حين يراها اللهم رب السموٰت السبع وما اظللن ورب الارضين السبع وما اقللن الحديث ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کے بھی سات طبقے ہیں البتہ ان طبقوں کی کیفیت اور ان میں کسی مخلوق کے ہونے کا علم اللہ ہی کو ہے بغیر کسی مرفوع صحیح غیر متکلم فیہ حدیث کے یا بغیر کسی قرآنی آیت کی تصریح کے اس کی بابت ہمارا بحث کرنا قطعاً نامناسب ہے، قال الخفاجی الذی نعتقد ان الارض سبع ولها سكان من خلقه يعلمهم الله تعالى انتهى قال العلامة القنوجي فی تفسيره وهذا اعدل الاقوال واحوطها قال ويكفي الاعتقاد بكون السموٰت سبعًا والارضين سبعا كما ورد به الكتاب العزيز والسنة المطهرة ولا ينبغي الخوض فی خلقها وما فيهما فانه شئ استاثر الله سبحانه وتعالى بعلمه لا يحيط به احد سواه ولم يكلفنا الله تعالى بالخوض فی امثال هذه المسائل والتفكر فيها والكلام عليها -

عبیداللہ رحمانی محدث دہلی جلد ۹ ش ۹

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء ملت بیضاء اسلام ایسے شخص کے حق میں جو کہ ایک شخص بنام فضل شاہ سکنہ پیر عبدالرحمٰن تحصیل شورکوٹ کا ہے اور وہ ایسے مسائل بیان کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں وہی احد اور وہی احمد ہے فقط میم کا پردہ ہے ورنہ خدا اور رسول کی ایک ذات ہے اور برابر ہی شان ہے بلکہ اولیاء اللہ بھی خدا ہیں بلکہ تمام مخلوق خدا کا عین ہے ہر چیز میں خدا ہے جیسے پنبہ دانہ جس کو ہندی زبان میں بنولہ اور پنجابی میں پیوہ کہتے ہیں کہ اول بنولہ ہے اور پھر بونے سے درخت پھول پھل پتے شاخیں وغیرہ ہے اور پھر کپاس اور اس سے وہی بنولہ نکل آتا ہے پس اسیطرح تمام مخلوقات اصل میں اللہ ہی ہے صرف نام متفرق طور پر رکھے ہوئے ہیں ورنہ وہی اللہ ہے اور وہی مخلوق ہے اور جیسے پانی کا قطرہ یا جھاگ کہ حقیقت میں وہی پانی ہے صرف نام کا فرق ہے اسے طرح خدا رسول و رسول خدا ہے اور اسے واسطے سب جہان کا انتظام اولیاء اللہ اور رسول اللہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ خرافات بک بک کر بہت خلق اللہ کو گمراہ کرتا ہے اور وعظ

سناتا ہے اور لوگوں کو مرید بناتا ہے اور جو اس کے خلاف کہے مرید و کو کہتا ہے کہ یہ قتل کے لائق ہیں ان کو قتل کرو یہ کرو وہ کرو وغیرہ فتنہ وفساد مچاتا ہے اور عورتوں ہی میں مجلس و بیٹھک کرتا ہے اور گلے میں پھول باندھ کر عورتوں کو کافیاں سُنا سُنا کر مکرو فریب سے پنجہ میں لاتا ہے بینوا توجروا السائل احمد ولد مراد ذات بدبوانہ۔ احمد بقلم خود [احمد ولد مراد] گواہ شد گواہ شد [کرم خان نمبردار]

جناب الا محمود بدبوانہ۔ کرم خان نمبردار موضع بدبوانہ

جواب مسمی بتردید عقائد فضل شاہ اقول بحمد اللہ وحسن توفیقہ وھو سبحانہ تعالیٰ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ از روئے کلام اللہ واحادیث رسول اللہ وفقہ وفتاویٰ وعقائد علماء اسلام اہل سنت وجماعت ایسا شخص بیشک وبے شبہ اشد کافر دجال شیطان لعین مفسد ملحد زندیق ہے اور جو شخص ایسے آدمی سے میل جول کرے یا اس کو اپنا پیر بنائے وہ بھی مردود کافر شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکاری ہے کیوں کہ شریعت کا پہلا رکن یہی کلمہ طیب ہے، جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا معبود برحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں اور اذان وتشہد میں یہی گواہی ہے جو کہ ہر مصلی ہر نماز میں ادا کرتا ہے کہ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی میں گواہی بہر دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک بندے غلام مملوک ہیں اس اللہ تعالیٰ کے اور رسول اس کے اور اکثر عوام اور خواص یہی ہر ہر رکعت نماز میں عموماً سورۃ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ پڑھتا ہے یعنی کہہ تو اے بندہ کہ اللہ ایک ہے اور اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے نہ اس سے کوئی بنا اور نہ وہ کسی سے بنا اور کوئی بھی اس کے برابر نہیں یعنی نہ ذات میں نہ صفات میں اور اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے کہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (مریم) یعنی مالک مدبر کا حاکم۔ پالنے والا آسمانوں کا اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ ہے اس کا پس تو اسی کی عبادت کر رک رہ اور صبر سہار کر کیوں کہ اس کے نام کا اور کوئی نہیں ہے یعنی وہی اکیلا یکتا خدا وحدہ لاشریک ہے اس کے نام میں بھی جو اللہ ہے کوئی شریک نہیں اور قرآن شریف میں ہے قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ الآیۃ (مومنون) یعنی کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف وانتظام ہے اور وہ بچاتا ہے

اور اس سے کوئی چھڑا نہیں سکتا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی جہان کا منتظم و متصرف نہیں وہی ہر چیز کا رکھ والا ہے اور اس کی پکڑ سے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور فرمایا ہے وھو علیٰ کل شئ قدیر یعنی وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور فرمایا وربک علیٰ کل شئ حفیظ (سبا) یعنی تیرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اور فرمایا قُلْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (جن) یعنی اے نبی تو کہدے کہ میں اپنا اور تمہارے نفس کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں اور فرمایا فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔ (نساء) یعنی تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا اور فرمایا لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے امر میں تیرا کوئی دخل نہیں ہے پس مذکورہ بالا تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام امور ذات اور صفات میں واحد لاشریک تمام مخلوق کا آپ ہی مالک منتظم متصرف نگہبان معبود قادر مطلق ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں محض مملوک عبد بے اختیار رسول ہیں کہ بغیر حکم و مرضی الٰہی کے کچھ کر نہیں سکتے اور اسے طرح تمام انبیاء و ملائک اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے ہیں نہ وہ خدا ہیں اور نہ خدا ہونے کا انہوں نے دعویٰ کیا۔ بلکہ ایک خدا کو خدا منوانے کے لئے تشریف لائے اور جس نے اس بات کو نہ مانا ان کو جہنم رسید کرایا اسے واسطے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور فرشتوں کے حق میں فرمایا کہ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (انبیاء) یعنی جو شخص ان میں سے اللہ تعالیٰ کے سوائے خدا ہونے کا دعویٰ کرے ہم اس کو جہنم میں ڈالینگے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور فرمایا مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ (آل عمران) یعنی جس وقت یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہم تمہاری پوجا کریں اور تم کو خدا کہیں تس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کسی آدمی کو جس کو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے لائق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے پوجاری بنو یعنی مجھے خدا کہو بلکہ وہ یہی کہے گا کہ تم سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے بنجاؤ اُسے کو ایک خدا مانو اور آگے فرمایا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ یعنی کیا جب تم ایک خدا کے ماننے والے مسلمان بنگئے اور پھر وہ نہیں کفر کا حکم کرے گا ہرگز نہیں کیوں کہ اپنے تئیں یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ملک و نبی و ولی کو خدا کہنا کہلوانا امر بالکفر ہے اور اللہ پاک نے

سورہ بنی اسرائیل میں ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کفار مکہ نے کئی محال باتوں کا سوال کیا جو بشری طاقت سے باہر تھیں تو آپ نے فرمایا کہ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل) یعنی پاک ذات ہے رب میرا جس کو ہر طرح اختیار ہیں میں نہیں ہوں مگر آدمی جو رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جو حکم ہوتا ہے وہی بجالاتا ہوں اور آگے فرمایا کہ کافروں کو ایمان سے اسی بات نے روکا کہ وہ رسول کو بشر نہ سمجھتے تھے وَقَالُوْا أَبَشَرًا يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا الآية (قمر) یعنی انہوں نے کہا کیا ہم جیسا آدمی ہمارا ہادی ہوگا پس کفر کیا اور پھر گئے اور قَالُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا الآية (یٰس) یعنی انہوں نے کہا نہیں ہو تم مگر آدمی مثل ہمارے یعنی انہوں نے انکار کیا کہ رسول آدمی نہیں ہوتے بلکہ فرشتے یا اور کچھ ہوتے ہیں جس پر اللہ پاک نے کئی طرح سے انپر رد فرمایا اور ثابت کیا کہ رسول بندے ہی انسانی جنس کے آدمی ہوتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے کے لئے برگزیدہ کئے جاتے ہیں اور انپر انواع واقسام کے فضل واحسان الٰہی ہوا کرتے ہیں جیسا فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ الآية (ابراہیم) یعنی تمام نبی اپنی قوم کی طرف انہیں کی زبان میں وحی دیکر بھیجے گئے اور فرمایا قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ إلى أن قال وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ الآية (ابراہیم) یعنی ان قوموں کے رسولوں نے ان سے کہا نہیں ہیں ہم مگر آدمی مثل تمہارے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس پر چاہے فضل کرتا ہے کہ رسالت کے لئے اس کو منتخب کر لیتا ہے اور ہم بغیر حکم الٰہی تمہارے پاس معجزہ بھی نہیں لا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الآیۃ) یعنی اے نبی تو کہدے کہ میں کوئی نئی جنس کا رسول نہیں بلکہ اور رسل کے طرح میں بشر آدمی رسول ہوں اور فرمایا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ (کہف) یعنی کہدے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں مثل تمہارے بشر آدمی ہوں میری طرف وحی آتی ہے اور اللہ پاک نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ انہیں کی جنس کا رسول انمیں بھیجا اور فرمایا هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (جمعہ) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک صاحب کرم وفضل ہے جس نے ان پڑھ آدمیوں میں انہیں میں سے رسول کھڑا کر دیا، اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یعنی اے رب ہمارے ان میں سے ایک رسول کھڑا کر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ

قَبۡلِهِ الرُّسُلُ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہونے کے سوا اور کچھ خدا یا خدا کی مثل یا اس کی جز غیرہ نہیں کہ ہمیشہ رہیں بلکہ اور رسل کی طرح یہ بھی فوت ہونگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ یعنی بے شک تو بھی مرے گا اور وہ بھی مریں گے اور فرمایا كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ یعنی ہر نفس موت کا ذائقہ لینے والا ہے اور بخاری شریف باب وفات النبی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور کئی آدمیوں نے آپ کی موت کا انکار کیا تو ابوبکر صدیق نے فرمایا مَنۡ كَانَ يَعۡبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدۡ مَاتَ وَمَنۡ كَانَ يَعۡبُدُ اللّٰهَ فَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوۡتُ یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا بس اس کا خدا مر گیا اور جو اللہ تعالیٰ کو جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے پوجتا تھا پس اس کا خدا زندہ ہمیشہ قائم ہے اور اسے واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ فَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡحَيِّ الَّذِىۡ لَا يَمُوۡتُ یعنی اسی پر جو ہمیشہ زندہ اور قائم بھروسہ رکھ مضمون بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام رسل وملائک اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اولیا اللہ تعالیٰ کے بندے اور آدمیوں کی طرح آدمی ہیں لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا احسان وفضل ہے کہ ان پر وحی اتری اللہ تعالیٰ کی رسالت کے لئے برگزیدہ کئے گئے اور تمام خلق اللہ کو ان کے تابع ہونے کا حکم دیا اور جو ان کا حکم نہ مانے گا وہ جہنم کی سزا پائے گا اور اللہ کا نافرمان ٹھہرے گا اور جو ان کو بندہ اور بشر نہ کہے گا خدا یا خدا کی مثل یا اس کی جز سمجھے گا وہ بھی کافر مرتد اللہ کا نافرمان ٹھہرے گا اور وہ تمام لوازمات بشری واختیار وعجز میں عام آدمیوں کی طرح خداوند تعالیٰ کے محتاج ہیں یہاں تک کہ اس کے حکم بغیر معجزہ بھی نہیں دکھا سکتے اور تمام آدمیوں کی طرح ان پر بھی موت فوت ہے صرف بقاء اللہ واحد لاشریک کو ہے جو کوئی اور سمجھے گا وہ گمراہ منکر قرآن وحدیث وتمام شرع الٰہی ٹھہرے گا بلکہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور ائمہ مجتہدین علماء اسلام کا اور ان کی کتب کا جھٹلانے والا ہے کیونکہ ان سب کا یہی عقیدہ تھا جو قرآن وحدیث اسلام میں مرقوم ہے کہ تمام انبیاء وصلحاء اللہ کے بندے اس کے محتاج اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اس کے سامنے سب بے اختیار عاجز ہیں ہر وقت اس سے خائف لرزاں تھے بغیر اس کی مرضی واذن بول نہیں سکتے تھے اور سب ہی مر گئے یا شہید ہوئے اور قرب جوار رحمت ورضوان آلہی میں جا بسے جن کے فراق سے مسلمین اور اقربین دردمند ملول ہوئے جن کے وقائع سے تمام کتب دینیہ بھرپور ہیں پس

جو شخص ان تمام باتوں کا انکار کر کے سوال مرقومہ بالا کا مضمون بیان کرتا ہے وہ بے شک مفتری علی اللہ ہے کذاب دجال ہے ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ (الآیۃ آل عمران) یعنی جو لوگ کہ ان کے دلوں میں ٹیڑھ ہے یعنی کجی ہے پس وہ متشابہ آیت کے پیچھے لگتے ہیں فتنہ اور اوس کی تاویل بیجا ڈھونڈھنے ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص متشابہات آیات کے پیچھے پڑے پس وہی کجی والے لوگ ہیں او کما قال جیسے کبھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں موجود ہے اسے لئے ہر چیز کو خدا کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ جس طرف منہ پھیرو گے وہیں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہو گی جس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ہر چیز میں خدا ہے جس سے کتے گدھے بگھاڑ کافر چوہڑے چمار مومن مشرک درخت پتھر وغیرہ کو خدا کہتے ہیں اور اس کو خدا کی عینیت سمجھتے ہیں جو سخت درجہ کی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے بلکہ آیت کا مطلب علماء مفسرین نے بیان کیا ہے یہاں وجہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے یا جہت و قبلہ ہے کیوں کہ آیت کا شان نزول قبلہ کی طرف کسی عذر سے نماز نہ پڑھنے سے اور کسی اور طرف منہ ہو جانے کے بارہ میں ہوا ہے یا یہ آیت متشابہات میں داخل ہے کہ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسے کو معلوم نہیں اور ہر جگہ سے اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے کہ اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے اور ذات اللہ تعالیٰ کی تو وہ بموجب تصریح قرآن و حدیث و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اہل سنت و جماعت کے عرش پر ہے اور تمام مخلوقات سے جدا ہے اور علی اور متعالی اور بلند ہے اور اس کا علم تمام جگہ عرش سے تحت الثریٰ تک موجود ہے اور حاوی ہے اور یہ تمام متشابہات آیات کا بھی یہی مطلب ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کسی میں حلول کرتا ہے اور نہ کسی سے متحد ہوتا ہے اور نہ وہ اپنی مخلوق میں سما سکتا ہے بلکہ وہ برتر اعلیٰ اپنی عرش پر بلا کیف و مثال خلق سے بائن موجود ہے اور وہیں سے تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے اور تمام عمل صالح اسی کی طرف چڑھتی ہیں اور جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ غنیۃ الطالبین کا مطالعہ کرے اور اس کی مثالیں مخلوقات سے بیان کرنا نہایت کفر کا کام ہے کیوں کہ اللہ نے فرمایا ہے فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت بیان کرو اور فرمایا لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ

یعنی اللہ تعالیٰ کی مثال کوئی شئی نہیں ہے بلکہ جو مثالیں باد آگ ہوا عادت بناتات وغیرہ کسے کے ذہن و خیال میں نہیں آتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ ان سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور خیال و ذہن کا بھی وہی خالق ہے پس یہ چیزیں ناقص عاجز قابل زوال کب اس بے مثال کمیر متعال لایزال کی مثال ہو سکتی ہیں جو مثالیں وہ بیان کرتا ہے کفر ہے اور جو خصلتیں وحرکات وعادات اس کے ہیں یہ سب شیطان کی خصلتیں ہیں جو انسانی صورت بنا کر فساد فی الارض کرتے ہیں جیساکہ کسی نے کہا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دست نباید داد دست

کار شیطاں مے کند نامش ولی　　گر ولی اینست لعنت بر ولی

اور جو مفسدہ پردازیاں وہ کرتا ہے گویا امن سلطنت میں رخنہ اندازی کرنا چاہتا ہے اور جہلا کو دہریہ کافر کرکے علاوہ برسر فساد کرتا ہے جس کی سزا وہ ایکدن ضرور پائے گا کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ یعنی جو شخص کسی سے برا مکر کرتا ہے وہ اس کی سزا خود ہی بھگتتا ہے مسلمانوں کو اس کی ایذا پر صبر کرنا چاہیئے اور جو وہ حضرت کی تعریفیں بیجا کرتا ہے جس سے حضرت نے منع فرمایا ہے اس سے جاہلوں کو دھوکہ دیتا ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی الحدیث یعنے نصاریٰ کی طرح مجھے بڑھا کر خدا یا خدا کی جزو مت کہو بلکہ یہی کہو کہ میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اور مجھے یہی تعریف کافی ہے پس مسلمانوں کو چاہئے کہ واعظوں مفسدہ پردازوں کو اپنی بستیوں اور علاقہ جات میں نہ آنے دیں خواہ سرکار سے مدد لے کر انتظام کریں خواہ اپنی طاقت سے اور سب آدمیوں کو ان کی مجالس سے بچائیں اور علماء کو خصوصاً ایسے لوگوں کا بہت ہی خیال رکھنا چاہئے کیوں کہ یہ لوگ شریعت میں رخنہ اندازی چاہتے ہیں پس ایسے لوگ وجودی ہیں جو ہر چیز کو خدا کہتے اور یا حلولی ہیں جو کہتے ہیں کہ خود خدا کسی چیزیں میں داخل ہوگیا یعنی آدم میں یا عیسیٰ میں یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ عباد صالحین میں خدا ان صورتوں میں ظاہر ہوا اور یا اتحادی ہیں کہتے ہیں کہ کوئی شخص عبادت کرتے کرتے خدا کی ذات سے مل کر یک ذات ہو جائے پس یہ سب کفار کے فرق ہیں اور ہر طرح عقلی ونقلی دلائل سے کتب عقائد واصول فروع اہل سنت وجماعت میں انکار د ہے اور یہ اکثر کار بند اعتقاد جاہلوں میں گھس کر بیرو اعظ بنکر گندے گندے عقیدے واعمال واقوال شرکیہ بدعیہ پھیلاتے ہیں جن سے بچنا اور ان سے دوری کرنا عین ایمان ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر ہم ایک دو مشائخ کے قول ایسے لوگوں کے حق میں درج کر دیتے ہیں تاکہ مسلمان عبرت پکڑیں اور ان شیاطین کے پھندے میں نہ پھنسیں وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۱) ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر مصنفہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ میں نقل فرماتے ہیں منہا من مثلہ اللّٰہ بشیءٍ من خلقہ نقل کفر الی ان قال من وصف اللّٰہ وشبہ صفاتہ بصفات احد من خلق اللّٰہ فھو کافر باللّٰہ العظیم اور صفحہ ۱۹۵ میں لکھا ہے، وبعضھم قالوا انہ الہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذات یا صفات کی کسی مخلوقات

سے مثال یا مشابہت بیان کرے بیشک وہ اللہ جو بڑی عظمت والا ہے کے ساتھ کافر ہے اور وہ بھی کافر ہے جو حضرت علی کو خدا کہے اگرچہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتا ہو (۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ ص۶۱ میں مشرکین کے اقسام میں فرماتے ہیں وَمِنْهُمْ مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّيِّدُ وَهُوَ الْمُدَبِّرُ لٰكِنَّهٗ قَدْ يَخْلَعُ بَعْضَ عَبِيْدِهٖ لِبَاسَ الشَّرَفِ وَالتَّأَلُّهِ وَيَجْعَلُهٗ مُتَصَرِّفًا فِيْ بَعْضِ الْاُمُوْرِ الْخَاصَّةِ وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهٗ فِيْ عِبَادِهٖ بِمَنْزِلَةِ مَلِكِ الْمُلُوْكِ يَبْعَثُ عَلٰى كُلِّ قُطْرٍ مَلِكًا الخ - یعنی بعض مشرک ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اصل مالک اور مدبر جانتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو شرف اور الوہیت دیکر اپنے بعض کاموں پر ان کو اختیار دے دیتا ہے اور ان کی سفارش قبول کرتا ہے جیسے کوئی شہنشاہ اپنی طرف سے اپنے ملک کے کناروں میں بعض بندوں کو بادشاہ بنا کر بھیج دیتا اور اس ملک میں اکثر امور اُسی کے تصرف میں کر دیتا ہے پس مشرکین اسی طرح بزرگوں کو سمجھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے بزرگوں کی نگرانیاں اور علاقے بنائے ہیں اور ان کو ہر طرح کا اختیار اور تصرف دے دیا ہے اسی سبب سے ان کو بندہ کہنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ان کو خدا کے بیٹے یعنی جز بدن اور خدا کے معشوق اور اس کی سہاگنیں کہتے ہیں اور اپنے تئیں ان کا بندہ اور غلام کہتے ہیں جیسے عبد المسیح عبد العزیٰ عبد النبی عبد الرسول پیراں دتہ نبی بخش و محمد بخش و غلام جیلانی وغیرہ نام اسی قسم کے ہیں اور یہ بلا تمام یہود و نصاریٰ و مشرکین اور منافقین امت محمدی میں جو آج کل ہیں پھیلی ہوئی ہے اور بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ بزرگ عبادت کرتے کرتے خدا کی ذات سے مل کر یکذات ہو جاتے ہیں اسی لئے ان کو خدا کہنا درست ہے جیسا مشرکین مکہ کا اعتقاد تھا یہ خلاصہ مضمون حجۃ اللہ البالغہ کا ختم ہوا (۳) شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی مسمی بہ حضرت پیر اپنی کتاب غنیۃ الطالبین اقسام روافض کے فصل میں فرماتے ہیں جو ملتقطا درج ذیل ہیں رافضیوں کے ایک فرقہ کا نام غالیہ ہے جن کے کئی گندے عقائد ہیں اور ایک ان میں یہ بھی ہے اِنَّ الْاِمَامَ يَعْلَمُ كُلَّ شَيْءٍ مَا كَانَ وَيَكُوْنُ الخ یعنی امام جو کچھ دین و دنیا سے ہوا یا ہوگا وہ سب جانتے ہیں یعنی اماموں کو علم غیب ثابت کرتے (ب) اور کہتے ہیں کہ اِنَّ عَلِيًّا وَسَائِرَ الْاَئِمَّةِ لَمْ يَمُوْتُوْا بَلْ يَاْتُوْنَ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ الخ یعنی حضرت علی اور تمام امام نہیں مرے اور نہ قیامت تک مریں گے اور نہ موت ان پر راہ پائے بلکہ کہتے ہیں علی نبی ہے الخ اور فرمایا ایک فرقہ رافضیوں کا جربیہ ہے

وہ کہتے ہیں اِنَّ جَعْفَرًا هُوَ اللّٰهُ وَلَا يُرَى وَلٰكِنْ شُبِّهَ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ یعنی جعفر خدا ہے جو خدا کی صورت میں نمودار ہوا
(ب) ایک فرقہ رافضیوں کا ہے جو کہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْ خَمْسَةِ اَشْخَاصٍ الخ یعنی اللہ تعالیٰ پانچ شخصوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور عباس اور جعفر اور عقیل میں ہے (ر) اور ایک فرقہ مفوضیہ ہے وہ کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ فَوَّضَ تَدْبِيْرَ الْخَلْقِ اِلَى الْاَئِمَّةِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَقْدَرَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى خَلْقِ الْعَالَمِ وَتَدْبِيْرِهِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کا انتظام امور ان کو سونپ دیا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر کرنے کی قدرت دی ہے (س) اور بعض کہتے ہیں کہ اِنَّ عَلِيًّا كَانَ اِلٰهًا عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَسَائِرِ خَلْقِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَقَلَعَ اٰثَارَهُمْ وَاَبَادَ عَنَاصِرَهُمْ وَلَا جَعَلَ مِنْهُمْ فِي الْاَرْضِ دَيَّارًا اِلَّا اَنَّهُمْ بَالَغُوْا فِيْ غُلُوِّهِمْ وَمَرَدُوْا عَلَى الْكُفْرِ وَتَرَكُوا الْاِسْلَامَ وَفَارَقُوا الْاِيْمَانَ وَجَحَدُوا الْاِلٰهَ وَالرُّسُلَ وَالتَّنْزِيْلَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ ذَهَبَ اِلٰى هٰذِهِ الْمَقَالَةِ۔ یعنی تحقیق علی خدا ہیں اللہ تعالیٰ کی اور تمام فرشتوں اور مخلوقات کی قیامت تک ان پر لعنت ہو اللہ تعالیٰ اکھیڑ دے نشانیاں انکی اور خراب کرے سبزیاں ان کی اور ان کا ایک گھر بھی زمین پر آباد نہ رہے کیوں کہ انہوں نے حد سے بڑھ کر محبت میں مبالغہ کیا (کہ ان کو خدا عالم الغیب متصرف منتظم قادر نہ مرنے والے خیال کیا) اور کفر پر جھکئے اور اسلام کو چھوڑ دیا اور ایمان سے جدا ہو گئے اور انکار کیا خدا اور رسولوں) اور قرآن کا پس اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں کی بکواسوں سے پناہ میں رکھے فَسُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۱۲۔ حررہ العاجز الداعی الی الخیر عبد الحمید بدہوآنوی جھنگوی تلمیذ مجتہد العصر امام غربا جماعت اہلحدیث دہلی ابو محمد عبد الوہاب المہاجری ملتانی نزیل دہلی ۱۲۔ الجواب صحیح محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب دہلی ۱۲ الجواب صحیح محرر عبد اللطیف عفا عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی ۱۲۔ جواب بہت صحیح ہے محمد عبد القادر عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی، حررہ احمد الدہلوی مدرسہ فتحپوری، الجواب صواب محمد قاسم عفا عنہ مدرس مدرسہ امینیہ الجواب صواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ ۱۲۔ الجواب صحیح نظام حسین بیشک عقائد مذکورہ سوال شرکیہ و کفریہ عقائد ہیں ان کا قائل اور معتقد دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد زندیق ہے اس سے بیعت کرنا یا اس بزرگ سمجھنا بلکہ مسلمان جاننا بھی سخت

غلطی ہے اور گناہ ہے محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی یہ شخص جس کا سوال میں ذکر ہے
کافر مرتد ملحد زندیق ہے جو شخص اس کو مسلمان جانے وہ بھی بے ایمان مرتد ہے ایسے شخص کو حکام وقت
سے کہہ کر بستی سے خارج کرنا یا جیلخانہ میں پہنچانا عین عبادت اور ثواب ہے ایسے ہی خبیثوں نے
اسلام کو بدنام کر دیا نعوذ باللہ من ذلک ۔ حررہ محمد ابراہیم مفتی دہلوی [بقال لہ ابراہیم] جو شخص خالق
اور مخلوق کو واحد بالذات سمجھے اور صفات آلہیہ میں کسی مخلوق کو شریک سمجھے یا انبیاء و فرشتوں
و اولیاء اللہ و صلحاء کو عالم الغیب یا متصرف خلق الٰہی میں سمجھے یا اللہ پاک کو عرش پر بلا کیف نہ سمجھے
بے شک و بے شبہ ایسے لوگ کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے
قال اللہ تعالےٰ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار الایۃ وقال تعالیٰ وما ہم بخارجین منہا قال
تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الایۃ سوال مذکورہ میں جو شخص اس قسم کے کلمات کہتا
ہے وہ کافر دجال ہے شیطان صورت میں انسان کے ہے جو اس کی پیروی کرے وہ بھی گمراہ اور
شیطان کا چیلا ہے واللہ اعلم حررہ احمد اللہ سلمہ الصمد مدرس مدرسہ مسجد حاجی علیجان ۱۴ ربیع الثانی
۱۳۲۶ھ [مہر مولوی احمد] بے شک و بے شبہ ایسا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے اور ایسے شخص
سے زبانی یا تحریری وغیرہ مجادلہ کرنے والا آیت یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ۔ کا عامل اور
حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ کا حامی ہے تقویۃ الایمان میں مولانا اسماعیل شہید صاحب
نے ان مسائل کو بسط کے ساتھ لکھا ہے من شاء البسط فلیطالعہ واللہ اعلم عبدالستار کلانوری
نزیل دہلی مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ دہلی مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ الجواب صحیح ابوالحسن
محمد ہشام الدین عفی عنہ الجواب صحیح والخلاف قبیح ابوعبدالمعز محمد عبدالعزیز عفی عنہ الجواب حسن ابو
اسحاق محمد عبدالرزاق عفی عنہ الجواب صحیح ابوعبدالشکور محمد عبدالغفور عفی عنہ الجواب صحیح بقلم خود
ابوعبدالبرا الجواب صحیح ابوعبدالرحمن خیرالدین مدرس مدرسہ حمیدیہ الجواب صحیح العاجز کفایت اللہ
سلمہٗ وہ شخص جس کا ذکر سوال میں ہے بے شک و شبہ ایسا شخص کافر ہے مشرک ہے کیوں کہ
خدا کی ذات کو جو خالق ہے اس کو مخلوق کے ساتھ ملانا یعنی اونکو خدا کے کاموں میں متصرف جاننا
یہی تو شرک ہے جب خالق اور مخلوق دونوں ایک ہی ہے تو خدا وحدہٗ لاشریک لہ نے قیامت
کا دن حساب و کتاب عذاب و ثواب جنت و دوزخ کسے لئے کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی

شخص اپنے بعض اعضا کو دکھ تکلیف میں اور بعض کو عیش عشرت میں رکھے جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ خالق مخلوق میں فرق ہے دیکھو اللہ پاک رب العالمین اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو اے محمدؐ کہدے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مثل تمہارے اور دوسری جگہ میں ارشاد ہوتا ہے إِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ یعنی اگر تجھے کو اللہ مصیبت میں ڈالا دے تو بجز ذات پاک کے کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے یہی صاف عیاں ہوتا ہے کہ مخا ق اور خالق میں فرق ہے اگر سب خدا ہیں اور سب کو تصرف حاصل ہے تو کیوں ایک بیچارہ ٹکڑے کے لئے دربدر پھرتا ہے اور ایک بڑی دھوم دھام سے تخت پر بیٹھا ہے کیوں نہیں سب یکساں ہو جاتے حررہ العاجز الراجی الی رحمۃ اللہ ابوسعید محمد عبداللہ ساہیوال نزیل دہلی خادم شریعت رسول اللہ ابوسعید محمد عبداللہ بے شک وشبہ شخص مذکور کل دعاوی میں مشرک کافر بے ایمان مردود کذاب ملعون ملحد مرتد خارج از اسلام ہے اس نے جو عقیدہ اپنا خدا ورسول یعنی خالق اور مخلوق میں فرق نہ کرنا ظاہر کیا ہے بیروہریہ سے بدترین ہے اور اس کے برخلاف سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث آچکی ہیں الغرض شخص مذکور کو نہ سلام دیا جاوے نہ دعوت کی جاوے اور جب مر جاوے تو مسلمانوں کی نہ قبروں میں گاڑا جاوے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے اس کا نکاح اس کے کلمات مذکورہ کے سبب ٹوٹ گیا اور اس کی عورت آزاد ہے اگر وہ مسلمان ہو تو اور اگر اس کے گھر آباد رہے گی تو وہ زنا کرے گی اور اولاد حرام پیدا ہو گی پس جو شخص مسلمان ہو شخص مذکور سے میل جول برتاؤ رکھے گا وہ بھی خارج از اسلام شمار کیا جاوے گا فقط محمد عبدالعزیز قریشی گوجرانوالہ پنجاب واقعی جس شخص کا کہ سوال میں ذکر ہے کہ خالق اور مخلوق کو ایک جانتا ہے کافر ہے جیسے کہ سکہ و دیگر کافر موجود ہے ہمہ اوست والے ہر شئی کو عین خدا کہتے ہیں خلاف قرآن اور حدیث ویسا ہی یہ شخص کافر و دجال ہے ایسے بہت لوگ ہیں حسب ذیل توجہ کریں کتاب رہبر راہ حق مصنف مولوی سردار خاں ولد سیف دار خاں فرید خانی شہر گردی راجپوتانہ لکھتا ہے ؎

آنکھ دل کی جب کھلی معشوق اپنے میں ملا   بلبلا جسم جھاگ اٹھا عین دریا ہو گیا

بتایا تو نے جب عالم کو ظاہر اور باطن ہیں ہو ایکتائی سے احمد و احمد سے ہوا احد
اس مقدمہ سے ثابت ہوا کہ سب وہی ہے اس میں شک نہیں ہے یعنی ہم اوست
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ؎

تین تلوک اور صاحب تو ہیں تو ڈھونڈے ہے ہو ہیں تو ہیں
کہیں اللہ کہیں رام کہایا کہیں بندہ ہو پوجن آیا
مائی سے کعبہ بنوایا آپ ہی آپ اوس سیس نوایا
آپ گنگ میں نہایا پھر سوک ہو پوجن آیا
آپ انا الحق آن پکارا کیا بدنام منصور بچارا
پھر قاضی تو قابل کہنا، بردا کو سولی دہر دینا
کون چڑھا اور کون چڑھایا آپ ہی وہ کئی روپ میں آیا
مرزائیوں کا بھی ایسا ہی عقیدہ ہے اخبار بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء
محمد دیکھنے ہو جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
خدا سے تو خدا تجھ سے واللہ تیرا مرتبہ نہیں آتا بیان میں

ونیز کتاب البشریٰ ۲ صفحہ ۱۱۹ خدا نے مجھ کو امین الملک جی سنگھ بہادر کہا۔ ایضاً صفحہ ۹۴ جلد ۲
إِنَّمَا أَمْرُكَ إِذَا أَرَدْتَ شَيْئًا أَنْ تَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئی کا ارادہ
کرے تو اوسے کہدیتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ فرزند دلبند گرامی وارجمند مظہر الحق والعلیٰ
كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ترجمہ حق اور علی کا مظہر اس کا فرزند ظہور ایسا ہوگا کہ گویا اللہ تعالیٰ ہے بلند سے
نازل ہوا ایسی ہی گندے عقیدے مرزائیوں کے ہیں اور یہی عقائد سکھوں کے جیسے عبارت گرنت
اول اللہ نور ادیا قدرت کے سب بندے۔ ایک نور سے سب کچھ او پجا کون بھلے کون مندے
لوگو بھرم نہ بھولو بھائی خالق خلق خلق میں خالق پورا ہو ہی رب ٹہائی کافی بلاشاہ قصور خلیفہ سنگر
دالوں کا۔ تو ہر رنگوں میں رنگی ہے کہ بھنگی ہے کہ ٹوپی برہمن فرنگی ہے تو بندرا ئن گئو چرائے و
عبداللہ وسے گہر محمد کہلاوے عرشوں تے اوت پاک کہلاوے سانولا مکانی وسدے ہو تسی
ہر خانہ وچہ وسدے ہو یہ ایسے مردود عقائد کفار اور جوگیوں کی ہیں انہیں کے پیرو بہ مکار بھی

ہیں اور کل ایسی ہی کتابیں ان کی ہیں ۵ ۔

اوہ اکہن بندہ شکر کرے اے بیہ ذات ربیدی اہی — ایہہ غذات ربیدی شکر کرے لے غیر نہ کوئی رہی

اوہ اکہن آپے پیکر گرساں آپے ماہیو بنیاں — براوں کاہن۔ نے چاک چھو جھکدا کہر عبداللہ جنیاں

اوس رنگ رنگیلا بنوا کہا تیں رنگی سب تیں فرق کیتیں حدیث کی سب کچھ منیاں منیاں ۔

یہ گندا ناند سے گندے طعنے مار نہ میہنوں — جے شک ہووے تا کہ سنا دواں صورت ہو رہے جنے مینو

غرض ایسے ایسے کلام وکتابیں بہت ہیں اور یہ یقینی کافر ہیں عبد العزیز خاں واعظ کانفرنس اہلحدیث
بقلم خود عفی عنہ واقع میں ایسے لوگ مشرک و کافر ہیں بلا شک و شبہ العاجز ابو محمد عبد التواب عفی عنہ
الماندی خادم شریعت رسول الوہاب ابو محمد عبد التواب عفی عنہ الجواب صحیح خادم شرع متین ابو المحبوب
محمد تمیز الدین الجواب صحیح واقع میں ایسے لوگوں کو مشرک و کافر سمجھنا چاہیئے الراقم مبارک علی ندوی
الجواب صحیح ابو المنصور محمد عبد الباری غفر الکافی رنگ پوری الجواب صحیح والخلاف قبیح العاجز ابو ثناء اللہ
محمد کلیم الدین عفی عنہ الجواب صحیح ابو جعفر محمد عبد الستار عفی عنہ بلا ریب شخص مذکور کافر و مرتد ہے بلکہ
تمام چہار ہند و آریہ سے بڑھ کر اکفر ہے جتنے کہ کتے گدہے سے بھی بدتر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان
تمام شرکیہ سے پاک ہے وہ ہمیشہ وحدہ لاشریک لہ لم یلد ولم یکن لہ کفوا احد سے موصوف ہے اس
واسطے امام ابو حنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں لَا یُشْبِہُ شَیْئًا مِّنَ الْاَشْیَاءِ مِنْ خَلْقِہٖ وَلَا یُشْبِہُہٗ شَیْءٌ
مِنْ خَلْقِہٖ لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ ترجمہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں چیزوں میں سے اپنی مخلوق
سے اور نہ اللہ تعالیٰ جیسی کوئی اور چیز ہے مخلوق میں سے ہمیشہ سے ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے
اپنے ناموں اور صفاتوں کیا ساتھ احمد بن محمد الملتانی عفا اللہ عنہ صدر بازار دہلی ایسا شخص
جو فیما بین خالق ومخلوق فرق تمیز نہیں کرتا بے شک ضال مضل مفسد معاند ہے یہ شخص ان بہتر فرقوں
میں سے ہے جن کی بابت ارشاد نبوی ہے کُلُّھُمْ فِی النَّارِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَذْھَبَ الصُّوْفِیَّۃِ جَہَالَۃٌ وَبَطَالَۃٌ کتبہ
وَضَلَالَۃٌ وَمَا الدِّیْنُ اِلَّا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کیا خوب کسی نے کہا ہے ،

شعر — وَمَا اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

حررہ ابو محمد عبید اللہ عافاہ عنہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی الجواب صحیح صارم والقول
صریح واضح ابو عمران عنایت اللہ وزیر آبادی عفی عنہ الجواب صحیح والمجیب مصیب عبد الرشید

عفا عنہ الحمید مدرس مدرسہ دار اسلام جو شخص خالق و مخلوق میں فرق نہ کرے وہ ہمہ اوست کا معتقد بنا رہے
بلا ارتیاب وہ مشرک گمراہ خارج عن الاسلام حلال الدم محروم عن و مستحق نار ہے اور حدیث
انا العرب بلا عین بالاتفاق علماء کے موضوع و مخترع مختلق ہے کما ہو مصرح فی کتب اہل العلم
بالحدیث واللہ اعلم فاعا جزابو عبدالکریم محمد عبدالجلیل سامرودی جس شخص کا یہ مذہب جو سوال میں
مذکور ہے وہ کافر بلکہ وہ یہود و نصاریٰ سے اکفر ہے بلکہ کل کفار روئے زمین سے کافر تر حتیٰ کہ دہر
یہ سے بھی بدتر ہے اس واسطے کہ وجودیہ صانع عالم کے منکر اور اس جہاں کو قدیمی اور خود بخود
جانتے ہیں اور ازلی و ابدی کیوں کہ ان کی نزدیک یہی خدا ہے اور خدا تو قدیمی ہوتا ہے خلاصہ
ان کے قول کا اور نتیجہ یہی ہے کہ یہ جہاں خود بخود ہے اور خالق خود اور یہی قول دہریہ کا
لیکن دہریہ سے یہ بدتر ہیں کیوں کہ دہریہ ان مخلوقات پر اللہ عزوجل کے نام نہیں رکھتے اور یہ
وجودیہ ان پر اللہ تعالیٰ کے نام صریح بولتے ہیں اور دہریہ ان مخلوقات کی پوجا نہیں کرتے اور
یہ وجودیہ تمام مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں اور میں نے ان پر مدلل رد لکھا ہے مدفع آہی اور
صمصام میں وہاں سے دیکھ لیں فقط والسلام والحمد للہ رب العالمین عبدالاحد خانپوری عفا
اللہ عنہ امین مجھ کو تمام جواب دیکھنے کی فرصت نہیں ملی قولی فیہ ما قال عبدالواحد الغزنوی عفا
عنہ از لاہور اس بیہودہ عقیدہ کا موجد بعض گمراہ فلسفی ہے جس کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے
کے بعض چیلے اسلامی طبقہ میں رونما ہو کر مسلمانوں کو اندر اندر گمراہ کرنا چاہتے ہیں پھر اصل اُسی
مذہب والے ہیں مگر جہاں جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا رنگ اختیار کر کے اپنا کام کرتے ہیں مسلمانوں کو ان سے
ہوشیار رہنا چاہیئے مسلمانوں کا سچا مذہب قرآن و حدیث ہے جو اس کے مطابق ہو اس کو تو صحیح کہیں
ورنہ غلط ہم جب اس عقیدہ کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کے ایسا خلاف
پاتے ہیں کہ اگر اس عقیدہ کو اختیار کریں تو قرآن و حدیث اُڑ جائے آپ خیال کریں کہ جب تمام مخلوق عین خدا
ٹھہرے تو ہم لوگ خدا ہو کر پھر عبادت کیوں کریں اب قرآن و حدیث کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہی شرک الگ
لازم آیا جو قرآن و حدیث کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے معاذ اللہ یہ تو مشرکین عرب سے بھی بڑھ گئے
ان کے ہاں تو تین سو ساٹھ ہی بت تھے اور یہاں بے انتہا ہر چیز بت بننے کے قابل ہے اور پھر وہ
لوگ اس کو عین خدا نہیں کہتے تھے انہوں نے تو غضب ڈھایا شرک انتہا ہی کر دیا عیسائیوں سے

جس نمبر بڑھادیا خدا کے بے انتہا ٹکڑے کرڈالے اور لطف یہ کہ خدا ہو کر کیا کیا پاکیزہ حرکات کرتے ہیں
کہ سبحان اللہ واہ رے میاں خدا خدا کے ایسے ہی ایسے حرکات و افعال ہوتے ہیں اور خدا کی ایسی ہی صورت
و شکل ۔ ہے اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے بحران میں جو نہ نکلیں تھوڑا ہے ان کے
مالیخولیا کا جب تک پورا علاج نہ ہو اور ان کی چندیا نہ سہلائی جائے ان کا خیال درست والا نہیں ان کا
خیال اگر صحیح مانا جائے تو پھر فرعون اپنے خدائی دعوی میں کیوں معتقب ہو گیا اظہار حق پر بھی عذاب
ہونا ہے اور اب دوزخ کی بھی ضرورت نہ رہی خدا بھی کہیں دوزخ میں جائے گا اور جتنی قومیں رسول
کی عدم اطاعت کی وجہ سے معذب ہوئیں سب غلط خدا ہو کر اطاعت کیا معنی پس صاف یوں کہو کہ قرآن
و حدیث غلط اور یہ مسئلہ صحیح صحیح نہیں تف ہے ایسی سمجھ پر یہ ہے اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم
کتبہ عبدالنور مدرس اول مدرسہ دارالہدی نانتی باغ کلکتہ ۔ حامداً و مصلیاً واضح ہو کہ خالق مخلوق کو ایک
سمجھنا دوسروں کو بتانا یہ عقیدہ اور دعوی اہل تثلیث و تمام مذاہب کفار سے بدتر اور قرآن کریم کی تعلیم سے
بہت دور فرمایا اللہ تعالی: یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ یعنے اے لوگو اپنے
پالنہار کی بندگی و پرستش کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو بنایا اور اسے کو اللہ تعالے نے موجب نجات
و بچاؤ ٹھہرایا اگر تمام آدمی مخلوق مربوب عین ذات خدا ہوتے تو ان کو اللہ تعالی اور خالق ہونے کی
حاجت نہ تھی اور نہ اللہ تعالی کو ان پر یہ حق تھا کہ اپنی عبادت کا حکم دیتا اور فرمایا اللہ تعالی نے خلق کل شیء
کل شیء مطلب یہ ہے یعنے ہر چیز کا وہی سنبھالنے والا ہے اور فرمایا اپنے نبی کو مخاطب کر کے ،
قل ھو اللہ احد یعنی کہدے اے محمد وہ شان والا اکیلا و نرالا ہے اللہ الصمد اللہ تعالی بے
نیاز ہے کسی سے اس کو کوئی حاجت نہیں نہ اس کو کوئی ضرورت ذاتی مثل بھوک پیاس شہوت سونا
پہننا اوڑھنا لم یلد اسے نے کسے کو نہیں جنا ولم یولد اور نہ کسی سے جنا گیا جب دونوں تعلق ندارد
ہیں یعنے نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے پھر نتیجہ صاف ہے ولم یکن لہ کفوا احد اور
نہیں ہے اس کی کوئی ہم جنس غرض کہ حدیث حمدیت کا یہی مقتضا ہے وہ سب سے بے پرواہ اور
جدا اور سب اس کے محتاج جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ
ھو الغنی الحمید یعنے اے لوگوں تم سب اللہ کے محتاج اور بھکاری ہو اور اللہ تعالی ہی بے
پرواہ خوبیوں والا ہے مختصر یہ کہ اگر تمام مخلوقات اللہ ہی کا عین ہے تو یہ خرابیاں اور محتاجیاں

ان میں کیوں ہو نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو محتاج کر کے کیوں پکارا حاصل یہ کہ مذہب وہی اللہ وہی مخلوق اسلام سے کیا دائرہ انسانیت سے خارج ہو رہا ہے مشرکین عرب عجم نے بھی اپنے معبودوں کو خدا کی ذات میں شریک نہیں کیا ایسے مذہب والا ان سے بھی بہت بڑھا ہوا مشرک کافر خارج از اسلام ہے قرآن حدیث میں اس کی بہت کچھ تفصیل ہے سمجھنے اور گمراہی سے بچنے کو یہ بہت ہے حررہ عبید الرحمن الراجی الی رحمۃ المنان کفاہ المنان مدرسہ دار الہدیٰ دہلی أَقُوْلُ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ میں بوجہ اپنی کم فرصتی کے اور تقاضوں کے جلدی کے جواب مکمل نہیں دیکھ سکا جو عقائد سوال میں موجود ہیں وہ سب کفریہ عقائد ہیں اللہ رب العالمین اپنے عرش پر اپنی کل مخلوق سے بائن ہے اس پر کل اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کلام اللہ کی سینکڑوں آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ شاہد ہیں اور اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والا بالاجماع کافر ہے قال اللہ تبارک وتعالیٰ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وقال اللہ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ

بفرمودہ شیخ الاسلام

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نقلا اتفق سلف الامۃ وائمتہا علی ان الخالق بائن مخلوقاتہ لیس فی ذاتہ شیء من مخلوقاتہ ولا فی مخلوقاتہ شیء من ذاتہ والسلف والائمۃ کفروا الجہمیۃ لما قالوا انہ فی کل مکان وکان مما انکروہ علیہم انہ کیف یکون فی البطون والحشوش والاخلیۃ تعالیٰ اللہ عن ذلک فکیف من یجعلہ نفس وجود البطون والحشوش والاخلیۃ والنجاسات والاقذار ۔
یعنی ائمہ سلف نے اسبات پر اتفاق کیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنی مخلوقات سے بائن ہے اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی ذات میں نہیں اور نہ اس کی ذات مخلوقات میں سے کسی میں ہے چونکہ جہمیہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانتے ہیں اس نے انہیں کافر کہا ہے بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک پیٹوں اور پاخانوں میں اور جنگلوں میں ہو اور جب یہ کافر ہوئے تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نفس وجود پیٹوں اور پاخانوں وغیرہ کا مانیں ان کے کفر میں کیا کلام رہا تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا ہذا ما عندی وعلم اللہ اتم واحکم۔ کتبہ بقلمہ وقال بفمہ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم جوناگڈھی ثم الدہلوی مدرس مدرسہ محمدیہ عربیہ اجمیری دروازہ دہلی واقعی ایسا شخص مرتد مطلق ہے اس سے میل جول رکھنا نہیں چاہئے ایسے شخص سے توبہ کرانی چاہئے اگر توبہ نہ کرے تو جانو کہ یہ شخص کافر ہے ایسوں کو پیر پکڑنا مشرکوں کا کام ہے رسول اللہ صلعم بشر ہیں مانند ہمارے مگر ان کی طرف وحی کیجاتی تھی نہ ہماری طرف فرق یہ ہے العاجز ابو عبد الرزاق محمد اسحاق ڈیپٹی صاحب لدری ؛ حررہ ابو محمد عبد الحی الکھنڈیلوی مدرسہ مدرس اشاعۃ القرآن والحدیث موضع کھنڈیلہ ریاست جے پور :: الجواب صحیح والرأی نجیح ابو محمد عبد الوہاب الملتانی امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی ۔

اپنے خالق کی پہچان

سائنس کی روشنی میں

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور زمین میں یقین رکھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور تمہاری جانوں میں بھی کیا تم دیکھتے نہیں ہو!

رحم مادر کی چند انچ جگہ میں پڑا ہوا ایک جسد بے جان اس قدر چھوٹا خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتا مگر تمام انسانی اعضاء کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ کیا اتنا بڑا انسان خود بخود بن گیا ہے؟ —— یقیناً اس کا خالق ہے ——!

ہماری زمین اپنے محور کے گرد ۲۴ گھنٹوں میں ایک چکر پورا کرتی ہے جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ سورج کے گرد سال میں اپنی ایک گردش پوری کرتی ہے، جس سے گرمی، سردی، خزاں اور بہار چار موسم مہیا ہوتے ہیں —— زمین اپنی تمام گنجان آبادیوں، پہاڑوں اور کانوں سمیت خلا میں ۶۶۴۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے ...... غور کریں ایک ہلکے بوجھ کو دوسری جگہ لے جانے کیلئے یا ایک ساکن شے کو حرکت میں لا کر اس کی حرکت کو مستقل طور سے جاری رکھنے کیلئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، مگر ہماری زمین اور دیگر اجرام فلکی جو فضا میں گردش کر رہے ہیں، ان کی حرکت کیلئے کتنی بے پناہ قوت کی ضرورت ہوگی اور ان کو حرکت میں رکھنے والا ہاتھ کس قوت کا مالک ہوگا؟ —— وہی ہمارا خالق ہے!

مختلف اجرام سماویہ کا اپنے مقررہ راستوں پر بالالتزام چلنا کہ انسانی ہاتھوں کی بنی ہوئی بہترین گھڑیاں جو ہر ہفتہ میں چند سیکنڈ ضرور غلطی کرتی ہیں اور ان کی اصلاح صرف ستاروں کی گردش کا حساب رکھنے والے سائنسی آلات کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ کیا یہ قوانین جو ساری کائنات پر محیط ہیں اور جن سے کچھ بھی باہر نہیں از خود جاری ہو گئے ہیں؟ —— ہرگز نہیں بلکہ اس نظام کو چلانے والی ذات ہمارا خالق ہے ——!

اگرچھوٹا سا گلوب از خود تیار ہو کر کمرہ میں نصیب نہیں ہو سکتا تو اتنا پر گلوب یعنی ہماری دنیا اور دوسرے انگنت گلوب جن کے مقابلہ میں ہماری دنیا ایک ذرہ خاک سے بھی کم ہے خود بخود کس طرح پیدا ہو سکتی ہیں ۔ راز تمام ان کو بنانے والا ہمارا خالق ہے۔

روشنی حاصل کرنے کیلئے یا گرمی حاصل کرنے کیلئے ایندھن سے جلائی ہوئی آگ چند گز تک مؤثر ہوتی ہے اور تھوڑی سی حرارت پیدا ہوتی ہے، لیکن سورج سے روشنی اور حرارت پیدا کرنے والے دونوں عمل محدود جگہ کے لئے نہیں بلکہ جہانوں کے لئے کس درجہ کمال سے سرانجام پارہے ہیں اور کروڑ ہا سال سے نہ اس کی روشنی میں کمی آئی ہے اور نہ حرارت میں — اس نظام کے مالک کو خالق نہ کہیں تو بتائیے اور کیا کہیں —؟

روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے سفر طے کرتی ہے یعنی ایک سیکنڈ میں ہماری دنیا کے گرد سات مرتبہ چکر لگا لیتی ہے اور سال بھر کی مدت میں یہ ساٹھ کھرب میل کی مسافت طے کر لیتی ہے گویا ایک نوری سال ساٹھ کھرب میل کے فاصلہ کے برابر ہے۔ سائنس والوں کے قول کے مطابق بعض اجرام سماویہ ہماری دنیا سے چالیس لاکھ نوری سالوں کی دوری پر واقع ہے — انسانی عقل ورطۂ حیرت میں گم ہو کر آواز دیتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے —!

سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ میں پہنچتی ہے۔ لیکن ربط الجوزا ستارے سے سو سال کے اندر پہنچتی ہے اور اس کا قطر ۲ کروڑ تیس لاکھ میل ہے اور بعض عظیم ستاروں کا قطر (یعنی، ایک طرف سے دوسری طرف کا فاصلہ) ایک ارب میل سے بھی زیادہ ہے اور بعض ستارے مثلاً CEPHED اس قدر روشن ہیں کہ ہمارے سورج سے ان کی روشنی ۶۰ ہزار گنا زیادہ ہے — ....

پھر ہمارے نظام شمسی کی طرح دوسرے بے شمار نظامہائے شمسی اور ستارے خلا میں تیر رہے ہیں .... پھر کہکشاں سے باہر تو ستاروں کے ایسے نہ ختم ہونے والے جزائر اور سلاسل ہیں کہ ان کے مقابلہ میں کہکشاں میں موجود سب کچھ ہیچ ہے ....

... ہر پہلے سے طاقتور دوربین جب انسان بنا لیتا ہے تو اس کی مدد سے اسے خلا میں مزید ستاروں کی دنیاؤں کا سراغ مل جاتا ہے اور یہ سلسلہ دن بدن آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سائنس

اور علم ہیئت کے ماہرین نے اجرام سماویہ اور کائنات کی وسعتوں کے متعلق تا حال جو کچھ بھی دریافت کیا ہے، وہ اصل حقیقت کا ابتدائی اور دھندلا سا نقشہ ہے...... پس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ تمام چیزیں خالق کائنات اور صانع عالم کے وجود پر گواہی دے رہی ہیں......!

نیوٹن NEWTON نے سب سے پہلے اجرام سماویہ کی حرکت کے قوانین دریافت کئے، جب وہ ان کو دریافت کر چکا تو بے اختیار ہو کر پکار اٹھا کہ یہ مادی عالم ایک عظیم الشان اور بہت بڑی قدرتوں والی ذات (جس نے اسے پیدا کیا ہے) کی واضح نشان دہی کرتا ہے اور یہ ذات ہمیشہ سے ہے اور ہر جگہ ہے اور اس عالم کو پیدا کرنے کے بعد اس پر اس کی ایسی کامل حکومت ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہمارے جسموں اور اعضاء پر ہماری حکومت بالکل ہیچ ہے۔

ابواب اصول الدین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الذکر بلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی وَبَعْدُ فَقَدْ وَقَعَ السُّوَالُ مِنْ بَعْضِ اَعْلَامٍ عَنْ رَجُلٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَیَقُوْلُ فِیْ ذِکْرِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاَنْکَرَ عَلَیْہِ بَعْضُ مَنْ لَا مَعْرِفَۃَ لَہٗ بِذٰلِکَ وَقَالَ اِنَّ ذٰلِکَ بِدْعَۃٌ بَلْ شِرْکٌ فَافِیْدُوْنَا بِمَا یَشْفِیْ وَیَکْفِیْ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ جُزِیْتُمْ خَیْرًا فَاَجَابَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

واللہ الموفق للصواب اِنَّ ھذا الرجل الذی یذکر اللہ عزوجل ویقول فی ذکرہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم داخل فی عموم قولہ تعالٰی وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا وقال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ فاذا اضاف الذاکر المذکور الی لفظ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فقط فقد اتی بالحسنٰی واستحق الثواب۔

بعض عالموں سے دریافت کیا گیا کہ ایک انسان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر کرتا ہے کیا یہ درست ہے کسی جاہل عالم نے جواب میں فرمایا کہ صاحب یہ تو درست نہیں، بدعت ہے بلکہ شرک ہے اس لئے اب ہم آپ سے سوال کرتے ہیں۔ آپ ہمیں شافی و کافی جواب کتاب و سنت کی روشنی میں دیں خدا انہیں اچھا بدلہ دے،

بیشک یہ انسان جو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے اور اپنے ذکر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے یہ اس جماعت میں داخل ہے جن کے متعلق اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (الاٰیۃ) فرمان نبوی ہے بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے اگر مذکور ذاکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ صرف

فقد أخرج ابن عساكر عن الحسن في قوله تعالى ورفعنا لك ذكرك قال ألا ترى أن الله لا يذكر في موضع إلا ذكر معه نبيه صلى الله عليه وسلم وأخرج البيهقي في سننه عن الحسن ورفعنا لك ذكرك۔

قال إذا ذكر الله ذكر رسوله وأخرج أبو يعلى وابن جرير وابن أبي حاتم وابن حبان وابن مردويه وأبو نعيم في الدلائل عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أتاني جبريل فقال إن ربك يقول أتدري كيف رفعت ذكرك قلت الله أعلم قال إذا ذكرت ذكرت معي وأخرج ابن أبي حاتم

عن عدي بن ثابت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ربي مسألة وددت أني لم أكن سألته قلت أي رب اتخذت إبراهيم خليلا وكلمت موسى تكليما قال يا محمد ألم أجدك يتيما فآويت وضالا

محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھا ہے، تو اس نے بہت عمدہ نیکی کی جس کی وجہ سے وہ عمدہ ثواب کا مستحق ٹھہرا،

...سے ابن عساکر نے اللہ تعالیٰ کے قول، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے تحت حضرت حسن نے ندا کیا ہے اثرم فرماتے ہیں کہ جس جگہ میں اللہ کا ذکر ہے وہاں اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر موجود ہے۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں حضرت حسن سے نقل کیا ہے۔

کہ انہوں نے فرمایا جہاں اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ہے وہاں اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تذکرہ ہے ابو یعلیٰ۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابو نعیم دلائل میں حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے کہنے لگے کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے تیرا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ زیادہ جانتا ہے تو خداوند کریم نے فرمایا جب میں یاد کیا جاؤنگا تو تیرا بھی ذکر کیا جائے گا اور ابن حاتم نے ،

نمبلہ۔ عدی بن ثابت سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے ایک بار پوچھا کاش کہ میں نہ ہی پوچھتا میں نے کہا اے پروردگار آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کو کلام کرنے کا شرف بخشا دیا مجھے کیا دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمدؐ میں نے تجھے یتیم پاکر

فَهَدَيْتُ وَعَائِلًا فَأَغْنَيْتُ وَشَرَحْتُ لَكَ صَدْرَكَ وَحَطَطْتُ عَنْكَ وِزْرَكَ وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا أُذْكَرُ إِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيَ وَاتَّخَذْتُكَ خَلِيلًا وَأَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الدَّلَائِلِ ؛

عنہ۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا فَرَغْتُ مِنْ أَمْرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قُلْتُ يَا رَبِّ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا وَقَدْ أَكْرَمْتَهُ اتَّخَذْتَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَمُوسٰى كَلِيمًا وَسَخَّرْتَ لِدَاوُدَ الْجِبَالَ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ وَالشَّيَاطِينَ وَأَحْيَيْتَ لِعِيسَى الْمَوْتٰى فَمَا جَعَلْتَ لِي قَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتُكَ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ أَنْ لَا أُذْكَرُ إِلَّا ذُكِرْتَ وَجَعَلْتُ صُدُورَ أُمَّتِكَ أَنَاجِيلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ ظَاهِرًا وَلَمْ أُعْطِهَا أُمَّةً وَأَعْطَيْتُكَ كَنْزًا مِنْ كُنُوزِ عَرْشِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ طَرِيقِ الْكَلْبِيِّ ـ

جگہ دی بھٹکا ہوا دیکھ کر ہدایت دی اور فقیر پا کر غنی کیا۔ میں نے تیرا سینہ کھولا تیرے بوجھ کو دور کیا اور تیرا ذکر اتنا بلند کیا کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا بھی ہوگا نیز میں نے تجھے اپنا خلیل بنایا اور ابو نعیم دلائل میں،

عنہ..... حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے زمین و آسمان کے امور کے متعلق سوالات سے فارغ ہو کر کہا اے میرے پروردگار آپ نے مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی آئے، ان کو عزت دی ابراہیم علیہ السلام کو آپ نے خلیل اپنا بنایا موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑ مطیع کیئے سلیمان علیہ السلام کے تابع ہوا اور شیاطین دجن وغیرہ، کیئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مُردے زندہ کرنے کی طاقت دی مجھے کیا دیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل درجہ نہیں دیا کہ جہاں میرا ذکر ہوگا تیرا بھی ساتھ ہوگا اور میں نے تیری امت کے سینوں کو کئی انجیلیں دیں وہ قرآن کو ظاہر اباہر پڑھیں گے کیا میں نے تجھے کچھ نہیں دیا، حالانکہ میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں سے ایک خزانہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ عطا کیا ہے اور ابن عساکر کلبی کے طریق سے لیئے ہیں،

عنہ:۔ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ قَالَ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ إِلَّا ذُكِرَ مَعَهُ وَفِي شِعْرِ حَسَّانٍ مِنْ قَصِيدَةٍ مَا يُؤَيِّدُ مَا قُلْنَاهُ ؎

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُوْرٍ يَلُوْحُ وَيَشْهَدُ
وَضَمَّ الْإِلٰهُ إِسْمَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنْ إِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

ع۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اسْتَخْلَصَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا مَدًّا الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَفَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ أَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ لَهٗ بِطَاقَةٌ فِيْهَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ وَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ رواه الترمذی وقال حدیث حسن غریب وابن ماجة وابن حبان

ع۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن میری امت سے ایک انسان کو تمام مخلوق کے سامنے پسند فرمائیں گے اس کے سامنے اس کے اعمال کے ننانوے دفاتر پھیلا دیئے جائیں گے ہر ایک دفتر کی لمبائی اس کی نظر کی انتہا جتنی ہوگی پھر اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کیا تجھے ان میں سے کسی گناہ کا انکار ہے، کیا میرے نگہبان کاتبوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے وہ کہے گا نہیں پروردگار اللہ فرمائیں گے کوئی عذر تیرا ہے تو وہ کہے گا نہیں پروردگار تب اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوگا کیوں نہیں ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی موجود ہے آج کے دن تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پس اس کا ایک رسالہ (کتابچہ) نکالا جائیگا جس میں کلمہ شہادتین ہوگا اللہ فرمائیں گے ابھی اپنے کام کے تول کے پاس تو وہ کہے گا یا اللہ یہ کتابچہ ان دفاتر کے ہوتے ہوئے کیا کفایت کرے گا اللہ تعالےٰ فرمائیں گے (ہاں) تو سہی، آج کے دن تجھ پر ظلم نہ ہوگا تب ان دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھے گے اور کلمہ شہادتین کو دوسرے میں۔ دفاتر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ کتابچہ بھاری ہو جائیگا اللہ کے نام سے بوجھل کوئی چیز نہیں اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کر کے حسن غریب کہا ہے ابن ماجہ، ابن حبان اپنی صحیح میں اور

فِی صَحِیحِہٖ وَالحَاکِمُ وَقَالَ الحَاکِمُ صحیح عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ فَھٰذَا اَیْضًا فِیْہِ مِنَ الحَدِّ احتج مَا یُؤَیِّدُ مَا ذَکَرْنَاہُ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الْمُتَقَدِّمَۃِ بَلْ فِیْہِ زِیَادَۃٌ عَلٰی ذٰلِکَ مِنْ حِیَازَۃِ الْاَجْرِ الْعَظِیْمِ وَالْفَضْلِ الْجَسِیْمِ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ وَاجَادَ۔

فَھٰذِہِ الْاَحَادِیْثُ الْمَذْکُوْرَۃُ نَصٌّ صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّ قَوْلَ الذَّاکِرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ جُمْلَۃِ الذِّکْرِ بَلْ مِنْ اَفْضَلِہٖ وَلَا یُلْتَفَتُ اِلٰی قَوْلِ مَنْ قَالَ بِاَنَّہٗ بِدْعَۃٌ بَلْ شِرْکٌ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَاشِئٌ مِنْہُ عَنْ جَھْلِہٖ وَوَرَدَ اَیْضًا زِیَادَۃٌ عَلٰی مَا فِی السُّؤَالِ وَھُوَ قَوْلُہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کَمَا فِیْ حَدِیْثِ الْبِطَاقَۃِ قَالَ الْحَافِظُ الْمُنْذِرِیُّ فِیْ کِتَابِہِ التَّرْغِیْبِ وَالتَّرْھِیْبِ فِیْ قَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَا جَاءَ فِیْ فَضْلِھَا ؛

حاکم بھی لاٰبئں ہیں ہماری مذکورہ احادیث کی تائید کرتی ہیں، بلکہ اس حدیث میں بڑا اجر اور بہت فضل کے جمع کرنے کی زیادتی ہے خدا شاعر کا بھلا کرے اس نے کیا عمدہ شعر کہا ہے،

عـہ مَھْمَا تَفَکَّرْتُ فِیْ ذُنُوْبِیْ ۔۔۔ خَفَّتْ عَلٰی قَلْبِیْ اِحْتِرَاقُہٗ
لٰکِنَّہٗ یَنْطَفِیْ لَھِیْبِیْ ۔۔۔ بِذِکْرِ مَا جَاءَ فِی الْبِطَاقَۃِ

عـہ ۔ کہ حضرت عباس نے فرمایا اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی ذکر کیا جائیگا۔ ہمارے کلام کی تائید حضرت حسان بن ثابت کے ایک قصیدے کے اشعار سے بھی ہوتی ہے (۱) آپ پر مہر نبوت روشن ہے جو کہ خدا کی طرف سے روشنی ہے اور یہ گواہ ہے (آپ کی رسالت پر) (۲) خدا تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اپنے ساتھ ملایا ہے، دیکھو پانچوں اذانوں میں موذن اشہد کہتا ہے (اشھد ان محمدا الخ) (۳) اور اللہ تعالےٰ نے ان کو بزرگی عطا کرنے کیلئے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے پس عرش والا محمود اور آپ محمد ہیں، مذکورہ احادیث صراحتًا دلالت کرتی ہیں کہ ذاکر کا قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ذکر کے زمرہ سے ہے بلکہ یہ افضل ذکر ہے اور اسے بدعت بلکہ شرک کہنے والے کا قول لائق توجہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی جہالت کا کرشمہ ہے سوال سے زیادہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے وہ کلمہ شہادت ہے جیسے کہ رسالے والی حدیث میں ہے حافظ منذری اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں لا الہ الا اللہ کی رغبت دلاتے ہوئے اور اسکی فضیلت کرتے ہوئے، . .

هٰذَا مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ وَفِي ذٰلِكَ كِفَايَةٌ لِمَنْ وُفِّقَ لِلْهِدَايَةِ وَلَهُ دِرَايَةٌ فَالْحَقُّ أَحَقُّ بِالْإِتِّبَاعِ وَشَرُّ الْأُمُوْرِ الْإِبْتِدَاعُ وَعَلٰى مَنْ قَالَ إِنَّ ذٰلِكَ بِدْعَةٌ بَلْ شِرْكٌ اَلْإِرْتِدَاعُ عَمَّا صَدَرَ مِنْهُ وَالْإِسْتِغْفَارُ وَالتَّوْبَةُ عَمَّا وَقَعَ فِيْهِ تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْهُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔ (فتاوی نور العین ص۱۴۱ تا ۱۴۲)

نمبر ۱۰ جب بھی میں اپنے گناہوں کے متعلق سوچتا ہوں میرا دل جلنے لگ جاتا ہے،

... لیکن گنا بخشنے والا اور تعمیرے ابھرتے ہوئے شعلوں کو بجھا دیتا ہے یہ ہیں وہ احادیث جنکا ہمیں پتہ چل سکا ہے اور اتنے میں کفایت ہے اس انسان کیلئے جس کو توفیق ہدایت کی ملی ہو اور اسے سمجھ بھی ہو بس حق اتباع کا زیادہ مستحق ہے اور برے کام بدعت ہوتے ہیں اور جس انسان نے اس ذکر کو بدعت بلکہ شرک کہا ہے اسے یہ لازم ہے کہ اپنے قول سے رک جائے اور خدا تعالیٰ سے اپنے کئے کیوجہ سے استغفار کرے اور توبہ کرے خدا اس سے اور ہم سے درگذر کرے اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ عالم ہے اللہ کی بہترین مخلوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ال اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔

۱۔ فِيْ رَدِّ وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ

وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ جَوَابِ سَوَالٍ وَرَدَ عَلَيْهِ فِيْ وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ وَغَيْرِهَا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ إِعْلَمْ أَنَّ جَوَابَ هٰذَا السَّوَالِ لَابُدَّ فِيْهِ أَوَّلًا مِنْ مَعْرِفَةِ حَقِيْقَةِ التَّوْحِيْدِ فَأَقُوْلُ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ شَرْحِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِيْ كِتَابِ التَّوْحِيْدِ قَالَ الْجُنَيْدُ فِيْمَا حَكَاهُ أَبُو الْقَاسِمِ التَّمِيْمِيُّ فِيْ كِتَابِ الْحُجَّةِ التَّوْحِيْدُ مَصْدَرُ وَحَّدَ يُوَحِّدُ وَمَعْنٰى وَحَّدْتُ اللّٰهَ اِعْتَقَدْتُهٗ مُنْفَرِدًا بِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ لَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا شَبِيْهَ وَقِيْلَ مَعْنٰى وَحَّدْتُهٗ عَلِمْتُهٗ وَاحِدًا وَقِيْلَ سَلَبْتُ عَنْهُ الْكَيْفِيَّةَ وَالْكَمِّيَّةَ فَهُوَ وَاحِدٌ فِيْ ذَاتِهٖ لَا انْقِسَامَ لَهٗ وَفِيْ صِفَاتِهٖ لَا شَبِيْهَ لَهٗ وَفِيْ إِلٰهِيَّتِهٖ وَمُلْكِهٖ وَتَدْبِيْرِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ وَلَا خَالِقَ غَيْرُهٗ انتهٰى ؛

اردو مصنفؒ نے سائل کے وحدت الوجود وغیرہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالٰی جو کہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے کے نام سے شروع کرتا ہوں سب حمدیں اللہ کیلئے ہیں، جانو کہ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلی توحید کی حقیقت کو پہچان لینا ضروری ہے حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری کے کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم تمیمی حجۃ کا قول کتاب الحجۃ میں نقل کرتے ہیں، التوحید، یہ باب تفعیلا کا مصدر ہے اور وحدت اللہ کا معنی ہے میں نے اللہ کے ذات وصفات میں یکتا و بیمثل و بے نظیر ہونیکا اعتقاد رکھا گیا ہے اس کا معنی میں نے اسے یکتا پایا۔ اور جانا ہے اور کہا گیا (اس کا معنی ہے) کہ میں نے اس سے کیفیت و کمیت کو دور کر دیا پس وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کی تقسیم نہیں ہے وہ صفات میں بے مثل ہے اور اس کی ہیئت بادشاہی، اور تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں اس کے بغیر نہ کوئی پروردگار اور نہ ہی کوئی خالق ہے

:۔ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ بَابِ مَاجَاءَ فِیْ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُمَّتَہٗ اِلٰی تَوْحِیْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْمُرَادُ بِتَوْحِیْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنَّہٗ اِلٰہٌ وَاحِدٌ وَھٰذَا الَّذِیْ یُسَمِّیْہِ بَعْضُ غُلَاۃِ الصُّوْفِیَّۃِ تَوْحِیْدَ الْعَامَّۃِ وَقَدْ اِدَّعٰی طَائِفَتَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ التَّوْحِیْدِ اَمْرَیْنِ اِخْتَرَعُوْھُمَا اَحَدُھُمَا تَفْسِیْرُ الْمُعْتَزِلَۃِ وَقَدْ سَمَّی الْمُعْتَزِلَۃُ اَنْفُسَھُمْ اَھْلَ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِیْدِ وَعَنَوْا بِالتَّوْحِیْدِ مَا اعْتَقَدُوْہُ مِنْ نَفْیِ الصِّفَاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ لِاعْتِقَادِھِمْ اِنَّ اِثْبَاتَھَا یَسْتَلْزِمُ التَّشْبِیْہَ وَمَنْ شَبَّہَ اللّٰہَ تَعَالٰی بِخَلْقِہٖ اَشْرَکَ وَھُمْ فِی النَّفْیِ مُوَافِقُوْنَ لِلْجَھْمِیَّۃِ۔

ثَانِیْھُمَا غُلَاۃُ الصُّوْفِیَّۃِ فَاِنَّ اَکَابِرَھُمْ لَمَّا تَکَلَّمُوْا فِیْ مَسْأَلَۃِ الْمَحْوِ وَالْفَنَاءِ وَکَانَ مُرَادُھُمْ بِذٰلِکَ الْمُبَالَغَۃَ فِی الرِّضَا وَالتَّسْلِیْمِ وَتَفْوِیْضِ الْاَمْرِ بَالَغَ بَعْضُھُمْ حَتّٰی ضَاھَی الْمُرْجِئَۃَ فِیْ نَفْیِ نِسْبَۃِ الْفِعْلِ اِلَی الْعَبْدِ وَجَرَّ ذٰلِکَ بَعْضَھُمْ اِلٰی مَعْذِرَۃِ الْعُصَاۃِ ثُمَّ غَلَا بَعْضُھُمْ فَعَذَرَ الْکُفَّارَ ثُمَّ غَلَا بَعْضُھُمْ فَزَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّوْحِیْدِ اِعْتِقَادُ وَحْدَۃِ الْوُجُوْدِ وَعَظُمَ الْخَطْبُ حَتّٰی سَاءَ ظَنُّ کَثِیْرٍ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ بِمُتَقَدِّمِیْھِمْ وَحَاشَاھُمْ مِنْ ذٰلِکَ وَقَدْ قَدَّمْتُ کَلَامَ شَیْخِ الطَّائِفَۃِ الْجُنَیْدِ وَھُوَ فِیْ غَایَۃِ الْحُسْنِ وَالْاِیْجَازِ وَقَدْ رَدَّ

عَلَيْهِ بَعْضُ مَنْ قَالَ بِالْوَحْدَةِ الْمُطْلَقَةِ فَقَالَ وَهَلْ مِنْ غَيْرٍ وَلَهُمْ فِي ذٰلِكَ كَلَامٌ طَوِيلٌ يَنْبُوْا عَنْهُ سَمْعُ كُلِّ مَنْ كَانَ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ انتہٰی۔

نمبرا :۔ اور حافظ ابن حجرؒ رسول اللہ کی امت کو توحید کی دعوت دینے کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی توحید سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا معبود ہے اسی کو بعض متشدد صوفی عام توحید کا نام دیتے ہیں توحید کی تفسیر میں دو گروہوں نے دو نئے امروں کو ایجاد کیا ہے

اُن سے پہلی تفسیر معتزلہ کی ہے اور معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید وانصاف وتوحید (ایسے) رکھا ہے اور وہ توحید سے مراد لیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی صفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کے ثابت کرنے سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جس نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے شرک کیا یہ صفات کی نفی کرتے میں جہمیہ فرقہ کے موافق ہیں، دوسرا گروہ متشدد صوفیوں کا ہے، کیونکہ جب ان کے اکابر نے اپنے نفس کو ختم اور مٹا دینے میں کلام کیا ان کی مراد اس سے خدا تعالےٰ کی رضا اپنے نفس کو اس کی طرف سونپ دینے اور تمام امور کو خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کرنے میں مبالغہ تھی، بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ کام کو انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں، مرجئہ کے مشابہ ہو گئے اور جن کو مبالغہ نے گنہگاروں کو معذور خیال کرنے تک پہنچا دیا، پھر بعض نے تو اتنا غلو کیا، کہ کافروں کو بھی معذور قرار دے دیا اور بعض نے اس قدر زیادتی سے کام لیا کہ انہوں نے خیال کیا، کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا اعتقاد ہے اس مسئلہ میں، کلام بہت ہوئی حتیٰ کہ بہت سے اہل علم کا اپنے متقدمین کے متعلق بد ظن ہو گیا حالانکہ وہ تو اس سے بالکل پاک ہیں میں نے صوفیوں کے گروہ کے شیخ جنید کا قول ذکر کر دیا ہے وہ نہایت ہی اچھا اور مختصر ہے جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں اس میں سے بعض نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کیا اس توحید کی اور تعریف نہیں ہے (یعنی ہے) اور ان کا کلام اس مسئلہ میں بہت طویل ہے ہر مسلمان کے کان اس کے سننے سے پھٹ جائیں گے خدا ہی مددگار ہے :۔

لہ :۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا فَالْعَالَمُ نَاطِقُهٗ وَجَمَادُهٗ وَعُلُوُّهٗ وَسِفْلُهٗ وَرَفِيْعُهٗ وَوَضِيْعُهٗ كُلُّهٗ حَادِثٌ وَمَخْلُوْقٌ

لِلّٰهِ وَكَلَامُ السَّائِلِ كُلُّهُ جَهْلٌ قَبِيحٌ وَكُفْرٌ صَرِيحٌ فَإِنَّ فِيهِ قِسْمَيْنِ مِنَ الْكُفْرِ فَالْأَوَّلُ كُفْرٌ مُطْلَقٌ وَهِيَ الْكَلِمَاتُ الْكُفْرِيَّةُ الصَّرِيحَةُ وَالثَّانِي الْكُفْرُ الْمُقَيَّدُ وَهِيَ الْقَوْلُ بِوَحْدَةِ الْوُجُودِ وَمَعْنَاهَا عِنْدَ جُهَّالِ الصُّوفِيَّةِ الْمُتَزَنْدِقَةِ إِنَّ اللّٰهَ عَيْنُ كُلِّ مَوْجُودٍ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا إِذْ كَيْفَ يَكُونُ الْحَادِثُ عَيْنَ الْقَدِيمِ قَالَ الْعَلَّامَةُ الشَّيْبَانِيُّ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَنَابِلَةِ الْمُتَقَدِّمِينَ فِي مَنْظُومَتِهِ فِي وَصْفِ اللّٰهِ تَعَالَى هُوَ الْأَوَّلُ الْمُبْدِي بِغَيْرِ بِدَايَةٍ وَآخِرُ مَا يَبْقَى مُقِيمًا مُؤَيَّدًا سَمِيعٌ بَصِيرٌ عَالِمٌ مُتَكَلِّمٌ قَدِيرٌ يُعِيدُ الْعَالَمِينَ كَمَا بَدَا إِذَا الْكَوْنُ مَخْلُوقٌ وَرَبِّي خَالِقٌ. لَقَدْ كَانَ قَبْلَ الْكَوْنِ رَبًّا وَسَيِّدًا۔ وَقَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ رِسْلَانَ مِنْ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ فِي مَنْظُومَتِهِ فِي الْعَقَائِدِ۔ فَاقْطَعْ يَقِينًا بِالْفُؤَادِ وَاحْزِمْ۔ بِحَدَثِ الْعَالَمِ بَعْدَ الْعَدَمِ أَحْدَثَهُ لَا لِاحْتِيَاجِهِ الْإِلٰهُ۔ وَلَوْ أَرَادَ تَرْكَهُ لَمَا ابْتَدَاهُ۔ فَهُوَ لِمَا يُرِيدُهُ فَعَّالٌ۔ وَلَيْسَ فِي الْخَلْقِ لَهُ مِثَالٌ۔ قُدْرَتُهُ لِكُلِّ مَقْدُورٍ جَعَلَ۔ وَعِلْمُهُ لِكُلِّ مَعْلُومٍ شَمَلَ مُنْفَرِدٌ بِالْخَلْقِ وَالتَّدْبِيرِ۔ جَلَّ عَنِ الشَّبِيهِ وَالنَّظِيرِ۔ حَيٌّ مُؤَيَّدٌ قَادِرٌ عَلَّامٌ لَهُ الْبَقَاءُ السَّمْعُ وَالْكَلَامُ۔ كَلَامُهُ كَوَصْفِهِ الْقَدِيمِ۔ لَمْ يُحْدِثِ الْمَسْمُوعُ لِلْكَلِيمِ۔

ارشاد الٰہی ہے، سب تعریفیں جہانوں کے پروردگار ہی کیلئے ہیں نیز فرمان خدا ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی رحمن کا مطیع و غلام ہو کر آئیگا۔ بس جہان کی ہر ایک چیز بولنے والی، جامد، بلند، پست معزز اور ذلیل حادث (نوپیدا) ہے اور اللہ کی پیدا کردہ ہے سائل کا کلام سارے کا سارا یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنا) قبیح جہالت اور کفر بواح پر مشتمل ہے کیونکہ اس عقیدہ میں کفر کی دو قسمیں ہیں، پہلی کفر مطلق، صریح کلمات کفر والے کفریہ کا نام ہے دو سری: کفر مقید وحدت کا عقیدہ رکھنا، وحدت الوجود کا معنی، ملحد و جاہل صوفیوں کے نزدیک ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر موجود چیز کی ذات ہے، خدا تعالےٰ ان ظالموں کے قول سے بہت بلند ہے (سوچو تو سہی) کہ حادث قدیم چیز کا عین وذات کیسے ہو سکتا ہے، متقدمین حنبلیوں سے علامہ شیبانی نے اپنی نظم میں اللہ تعالیٰ کی

صفت بیان کی ہے، (۱) پہلا ایجاد کرنے والا (عالم کا) ہے بغیر کسی کی راہنمائی کے اور وہی مہربانی سے آخر ہمیشہ کیلئے مقیم ہے (۲) وہ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ عالم اور کلام کرنے والا ہے، قادر ہے جیسے جہان کو ایجاد کیا ایسے ہی دوبارہ لوٹائے گا (بَعثْ بَعدَ الموت پر قادر ہے (۳) کیونکہ ہر موجود چیز مخلوق ہے، اور میرا پروردگار خالق ہے وہ تو موجود کے وجود سے بھی قبل پروردگار تھا۔

اور شافعیہ کے امام علامہ ابن رسلان اپنی عقائد والی نظم میں فرماتے ہیں (۱) جہان کے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے کے متعلق اپنے دل میں قطعی یقین اور پختگی کرے (۲) خدا تعالےٰ نے اسے اپنی ضرورت کیلئے نہیں پیدا کیا اور اگر خدا تعالےٰ اس حادث کے ترک کا ارادہ کر لیتے تو اس کی ابتداء تک نہ ہوتی، (۳) وہ جو چاہے کرنیوالا ہے مخلوق میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی (۴) اس کی قدرت نے ہر چیز کو بنایا اور اسکا علم معلوم پر حاوی و محیط ہے (۵) وہ پیدا کرنیوالا اور تدبیر میں یکتا ہے، اور مثیل و نظیر سے بلند و برتر ہے (۶) وہ زندہ مدد کرنیوالا قدرت رکھنے والا ہے اسی ہی کیلئے ہے باقی رہنا اور سننا اور کلام کرنا۔ (۷) اس کا کلام اس کی صفت کی طرح قدیم ہے سنی گئی بات متکلم کو حادث نہیں بنا دیا کرتی۔

(نور العین فتاویٰ شیخ حسین)

قَالَ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ الرَّؤُفِ الْمُنَاوِيُّ فِي شَرْحِهِ عَلَيْهَا وَالْعَالَمُ بِفَتْحِ اللَّامِ وَاَصْلُهُ مَا يُعْلَمُ بِهِ كَالْخَاتَمِ وَالْغَالِبُ غَلَبَ عَلَيْهِ فِيمَا يُعْلَمُ بِهِ الصَّانِعُ وَهُوَ مَا سِوَى ذَاتِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَصِفَاتِهِ مِنَ الْجَوَاهِرِ وَالْاَعْرَاضِ سُمِّيَ بِهِ لِاَنَّهُ عَلَمٌ عَلٰى وُجُوْدِ الصَّانِعِ بَعْدَ الْعَدَمِ اَيْ بَعْدَ اَنْ لَمْ يَكُنْ لِاَنَّهُ اِمَّا اَعْيَانٌ اَوْ اَعْرَاضٌ لِاَنَّهُ اِنْ قَامَ بِذَاتِهِ فَعَيْنٌ وَاِلَّا نَعَرَضَ وَكُلٌّ مِنْهُمَا حَادِثٌ اَمَّا الْاَعْرَاضُ فَبَعْضُهَا بِالْمُشَاهَدَةِ كَالْحَرَكَةِ بَعْدَ السُّكُوْنِ وَالضَّوْءِ بَعْدَ الظُّلْمَةِ وَبَعْضُهَا بِالدَّلِيْلِ وَهُوَ طَرْدُ الْعَدَمِ كَمَا فِي اَضْدَادِ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْقِدَمَ يُنَافِي الْعَدَمَ وَاَمَّا الْاَعْيَانُ فَلِاَنَّهَا لَا تَخْلُوْ عَنِ الْحَوَادِثِ وَاَنَّ مَا لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحَوَادِثِ حَادِثٌ فَثَبَتَ اَنَّ الْعَالَمَ حَادِثٌ وَكُلُّ حَادِثٍ مِنَ الْمُمْكِنَاتِ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مُحْدِثٍ اَوْجَدَهُ مِنَ الْعَدَمِ اِذِ امْتِنَاعُ تَرَجُّحِ اَحَدِ طَرَفَيِ الْمُمْكِنِ بِلَا مُرَجِّحٍ ضَرُوْرِيٌّ وَذٰلِكَ الْمُحْدِثُ هُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَيِ الذَّاتُ الْوَاجِبُ الْوُجُوْدِ اِذْ لَوْ كَانَ غَيْرَهُ

علامہ عبدالرؤف مناوی اسپر شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَلعَالَمُ لام کے فتح کے ساتھ اسکا اصل معنی یہ ہے کہ وہ چیز جس سے کوئی دوسری معلوم ہو یعنی معلوم کرانے کا آلہ ہو، جیسے خاتم ختم کا آلہ ہے اور عام طور پر اسکا غلبہ ہوگیا اس چیز پر جس سے کاریگر (اللہ تعالیٰ) کا پتہ چلے اور عالم خدا کے علاوہ ہر ایک چیز ہے اور اسکی صفات بھی خواہ وہ قائم بالذات ہوں یا قائم بالغیر ہوں اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ یہ خدا کے وجود پر نشانی ہیں وہ خدا جس نے ان کو عدم سے وجود میں کیا کیونکہ یا تو یہ جواہر ہوں گی یا عرض اگر قائم بالذات ہیں تو عین ورنہ عرض اور جوہر و عرض دونوں حادث ہیں بعض عرضی اشیاء تو مشاھدہ سے حادث ہیں جیسے کہ حرکت سکون کے بعد، روشنی اندھیرے کے بعد، اور بعض دلیل ان پر عدم کا طاری ہونا ہے جیسے کہ گذشتہ مثالوں کے عکس میں ہے (حرکت کے بعد چیز کا ساکن ہو جانا، پہلے حرکت موجود تھی اب معدوم ہوگئی الخ) کیونکہ قدیم ہونا عدم کے مخالف ہے تو ثابت ہوگیا کہ عالم حادث ہے اور ممکنات میں سے ہر ایک حادث کیلئے پیدا کرنیوالا ہونا ضروری ہے جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیونکہ ممکن کی دونوں طرفوں (عدم و وجود) میں سے ایک کو ترجیح بلا مرجح لانا ممتنع ہے اور وہ پیدا کرنیوالا واجب الوجود اللہ تعالیٰ ہے

یلزم کونہ من جملۃ العالم وما ھو من جملتہ لا یصلح محدثا لما عرفت من انہ بجمیع اجزائہ ممکن ومحدث فلو کان بعض اجزائہ محدثا لکلہ للزم کونہ محدثا لنفسہ ایضا فاستنہا انہ لابد للممکنات من واجب وللمحدثات من قدیم قطعا للدور والتسلسل وقد شاع فی الکتاب الالٰھی الارشاد الی الاستدلال بالآفاق وبالانفس ذواتہا وصفاتہا حدوثہا وامکانہا سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم والاستکثار من ذلک ربما یفضی الی الیقین ولقد احسن بعضھم حیث قال الحق موجود باقتضاء ذاتہ ووجودہ وھو واجب الوجود والعالم دلیل علیہ وھو مدلولہ والدلیل علی نوعین العالم الاکبر وھو ھیاۃ صورۃ السموات العلی والملکوت الاعلی الی ماتحت الثری والعالم الاصغر وھو انواع العالم کلیۃ وھو الصورۃ الانسانیۃ وھی اول علیہ من جمیع الدلائل القاطعۃ والآیات الناطقۃ الی ان قال فذاتنا دلیل علی ذاتہ وصفاتنا دلیل علی صفاتہ انتہی۔

کیونکہ اگر اس کے بغیر کوئی اور ہو تو لازمی طور پر وہ بھی منجملۂ عالم ہوگا اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جو چیز عالم سے وہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ چیز اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے محدث و ممکن ہے پس اگر اسکے بعض اجزا محدث ہیں اسکے کل کیلئے (عالم کیلئے)، تو لازما وہ اپنے نفس کا بھی پیدا کرنیوالا ہوگا اور اس صورت میں دور اور تسلسل لازم آتا ہے کیونکہ قطعی طور پر ممکنات کیلئے واجب اور محدثات کیلئے قدیم ہونا ضروری ہے۔ اور کتاب اللہ میں آفاق انفس اور ان کی صفات حدوث اور امکان سے خدا تعالیٰ پر استدلال کیطرف بہت راہنمائی کی ہے ارشاد باری ہے (عنقریب ہم ان لوگوں کے نفسوں اور آفاق میں دکھائیں گے) اور استدلال زیادہ کرنا انسان کو یقین تک پہنچا دیتا ہے اور تحقیق بعض لوگوں نے اس چیز کو پا بھی لیا ہے بعض نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وجود اور ذات کے تقاضا سے موجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور یہ عالم اس پر دلیل دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ مدلول ہے اور دال کی دو اقسام ہیں

۱۔ عالم کبیر، بلند آسمانوں کی شکل اور ملکوتی جانب سے لیکر نیچے کی انتہا تک کو کہتے ہیں۔

۲۔ عالم صغیر۔ یہ تمام جہانوں سے عمدہ ہے اور یہ صورت انسانی کا نام ہے اور یہ تمام قطعی دلائل اور آیات ناطقہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسی لئے تو بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہمارا وجود خدا کے وجود کی دلیل ہے اور ہماری صفات اس کی صفات پر دال ہے۔

فَاِذَا كَانَ الْعَالَمُ كُلُّهٗ حَدَثًا فَكَيْفَ يَكُوْنُ عَيْنَ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى كَمَا زَعَمَ غُلَاةُ الصُّوْفِيَّةِ وَمَعْنٰى وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ اَنَّ الْعَالَمَ لَيْسَ مَوْجُوْدًا ثَانِيًا مُسْتَقِلًّا بِنَفْسِهٖ بَلْ بِاِحْدَاثِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَاِيْجَادِهٖ فَكَيْفَ يَكُوْنُ عَيْنَ الْحَقِّ قَالَ الشَّيْخُ الْعَلَّامَةُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَسَنِ الْكُوْرَانِيُّ الْكُرْدِيُّ الْمَدَنِيُّ فِيْ كِتَابِهٖ قَصْدُ السَّبِيْلِ فِيْ بَحْثِ الْوَاجِبِ وَلَيْسَ مَعْنٰى وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ اِنَّ الْعَالَمَ عَيْنُ الْحَقِّ حَتّٰى يُتَوَهَّمَ مِنْ مَقَالَاتِ الْمُحَقِّقِيْنَ اِنَّهُمْ خَرَجُوْا عَنْ دَائِرَةِ الشَّرْعِ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ اَنَّ الْعَالَمَ لَيْسَ مَوْجُوْدًا ثَانِيًا مُسْتَقِلًّا لَمَّا تَقَرَّرَ انْتَهٰى۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْكَلَامَ الْمَذْكُوْرَ فِي السُّوَالِ كَلَامٌ قَبِيْحٌ وَكُفْرٌ صَرِيْحٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هٰذَا كُفْرًا فَلَيْسَ فِي الدُّنْيَا كُفْرٌ فَاِنَّ الْقَوْلَ بِاَنَّ مَا سِوَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ هُوَ عَيْنُ اللّٰهِ هُوَ قَوْلٌ يَرُدُّهٗ كُلُّ ذِيْ عَقْلٍ سَلِيْمٍ وَدِيْنٍ مُسْتَقِيْمٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْكَفِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

جب تمام عالم محدث ہوا تو یہ خدا تعالیٰ کا عین کیسے ہوسکتا ہے جیسے کہ بعض سرکش صوفیوں کا خیال ہے اور معنی وحدت الوجود کا یہ ہے کہ عالم مستقل بنفسہ ایک دوسرا موجود نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے پیدا اور اختراع کے ساتھ ہے تو پھر عالم خدا کا عین کیسے ٹھہرا علامہ ابراہیم بن حسن کورانی وکردی اور مدنی اپنی کتاب قصد السبیل کی بحث الواجب میں فرماتے ہیں کہ معنی وحدت الوجود کا خدا تعالےٰ کا عین نہیں ہے یہ معنی تسلیم کریں تو بہت سے محققین کی کلاموں سے ان کے شریعت کے دائرہ سے خارج ہونیکا وہم پڑتا ہے تحقیق مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کوئی دوسرا مستقل موجود نہیں ہے (جیسے اللہ تعالیٰ مستقل موجود ہے، جیسے پہلے ثابت ہوچکا ہے) تو نتیجہ یہ نکلا کہ سوال میں مذکور عقیدہ رکھنا بہت ہی قبیح اور کفر صریح ہے اگر یہ کفر نہیں تو دنیا میں کفر کی کوئی اور صورت نہیں ہے کیونکہ خدا کے ماسوا کو خدا کا عین کہنا اس کی ہر ایک عقل سلیم والا تردید کرے گا اور دین مستقیم، اور اللہ تعالےٰ ہم سے زیادہ عالم ہے اس کا علم کامل و محکم ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بہترین مددگار اور بہترین ضامن ہے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اسی خدائے بلند و برتر کی مدد سے ہوگی، ہماری آخری پکار ہے کہ تمام حمدین جہانوں کے پروردگار ہی کیلئے ہیں خدا تعالےٰ مخلوق سے بہترین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل اور ساتھیوں پہ بہت بہت رحمت وسلامتی کرے منصف کی دعا ہے کہ اللہ ان کو اور تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول کے علوم سے فائدہ عطا کرے

جہان کو بتانا کہ اللہ تعالےٰ ظالم نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک الحق المبین واشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ الصادق الامین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین وعلی التابعین لھم باحسان الی یوم الدین، وبعد فانہ وقع من بعض المعاصرین عفا اللہ عنھم موافقۃ المعتزلۃ الضالین القول بان اللہ سبحانہ وتعالےٰ لو عذب عبادہ المطیعین فرضا وانعم علی العاصین والکافرین ایضا فرضا لکان ذلک منہ ظلما تعالےٰ اللہ عزوجل عن ذلک وعما یقول الظالمون علوا کبیرا فانہ سبحانہ وتعالیٰ مالک الامر وکل العالمین ملک یدہ وتحت قھرہ یفعل فیھم ما یشاء لا یسأل عما یفعل وھم یسألون ویفعل ما یشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقلبون ویرحم من یشاء ویعذب من یشاء وھو علی کل شیء قدیر۔

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، سب تعریفیں پروردگار جہان کیلئے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کیلئے ہے اور زیادتی صرف ظالموں ہی پر ہوگی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے حقیقی و روشن بادشاہی اسی کیلئے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد اس کے بندے اور اس کے سچے اور امین رسول ہیں خدا ان پر ان کی آل پر تمام صحابہؓ پر اور ان لوگوں پر جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں (نیکی کے ساتھ) تا قیامت رحمتیں نازل فرمائے،

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہو کہ بعض معاصرین نے اپنے اقوال میں معتزلہ (گمراہ فرقہ) کی موافقت کی ہے کہ اگر بالغرض اللہ تعالیٰ اپنے تابعدار بندوں کو عذاب دے یہ گنہگاروں پر انعام کرے اور بالغرض کافروں پر بھی تو یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظلم ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کے قول اور ظالموں کے اقوال سے بہت بلند و برتر ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ صاحب الحکم ہے سارے جہانوں کے قبضہ قدرت اور غلبہ کے تحت ہیں جو چاہیے کرے اس سے کئے ہونے کا سوال نہیں ہوگا ان بندوں سے ہوگا جو چاہیے کرے جس کو چاہیے عذاب دے جس پر چاہیے رحم کرے اور لوگ اسی کیطرف لوٹائے جائیں گے اور جس پر چاہیے رحم کرے اور جس کو چاہیے عذاب اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

فالبحث فی ھذہ المسألۃ ونسبۃ الظلم فیھا الی رب العالمین مما لا یلیق بالمؤمن الصادق فی ایمانہ لانہ بذلک یوقع فی قلوب العوام الجھال ما لا یلیق نسبتہ الی رب العالمین ولا شک ان القائل بذلک ما قدر اللہ حق قدرہ ومما تکاد السموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا اعاذنا اللہ من ذلک وجمیع اخواننا المؤمنین ورزقنا التسلیم لما قالہ اللہ عزوجل فی کتابہ الکریم وبما قالتہ رسلہ المکرمین والقیام لہ بما یجب علینا من التسلیم فانہ بیدہ ملکوت کل شیئ وکل العالمین ملک بیدہ وتحت قھرہ وھو علی کل شیئ قدیر۔

وقد اتفق علماء الاصول والحقائق واھل السنۃ المحققون علی استحالۃ وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کما اخبر عن نفسہ بقولہ تعالی ولا یظلم ربک احدا ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لا یظلم الناس شیئا قال الامام السبکی فی کتابہ المسمی جمع الجوامع فی الاصول مع شرحہ العلامۃ الخطیب الشربینی الشافعی رحمھم اللہ تعالے اجمعین۔

اس مسئلہ میں بحث کرنا، اور ظلم کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف کرنا ایک سچے مومن کیلئے تو لائق نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے عام جاہلوں کے دلوں میں وہ اوہام پیدا ہوتے ہیں جن کی نسبت پروردگار عالم کی طرف کرنا حرام ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے معتقد نے خدا تعالےٰ کی حقیقی قدر نہیں کی اور یہ اعتقاد تو اس قسم کا ہے کہ اس سے آسمانوں کے ٹوٹنے زمین کے پھٹنے اور پہاڑوں کے گرکر ریزہ ریزہ ہوجانیکا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو اس سے بچائے اور خدا تعالیٰ اپنے قرآن کریم اور معزز رسولوں کے فرامین پر کہنے اور عمل پیرا ہونیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم پر مان لینا لازم ہے کیونکہ ہر چیز پر تسلط وغلبہ خدا تعالیٰ ہی کا ہے اور تمام جہان اس کے قبضۂ قدرت اور غلبہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام علمائے اصول وعقائد اور محققین اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خدا تعالےٰ کا ظلم کی صفت سے متصف ہونا ممتنع ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ نے خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالےٰ ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالےٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا امام سبکی اپنی جمع الجوامع فی الاصول میں فرماتے ہیں (جسکی شرح علامہ خطیب شربینی شافعی نے کی ہے خدا ان پر رحم کرے۔

واعلم انه يكون اى يوجد ما اراد الله وجوده فارادته تعالى تابعة لعلمه هذا مذهب اهل الحق وعند المعتزلة الارادة تابعة للامر فقالوا ان الله يريد ما امر به من خير او طاعة سواء وقع ذلك امر لا ولا يريد ما نهى عنه من شر او معصية سواء وقع ذالك امر لا وتظهر فائدة الخلاف في ايمان ابي جهل فعند اهل السنة ايمانه مامور به وليس مراد الله تعالى لقوله تعالى ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها وكفره منهي عنه ومراد له تعالى لقوله تعالى يريد الله ان لا يجعل لهم حظا في الاخرة وعند المعتزلة بالعكس انتهى -

وفيه ايضا مع شرحه المذكور ويثيب الله الطايع فضلا منه كما قاله اهل السنة لا وجوبا كما قاله المعتزلة بل له سبحانه وتعالى اثابة العاصي وتعذيب المطيع لانهم ملكه يتصرف فيهم كيف يشاء لكنه لا يفعل ذلك لاخباره عزوجل باثابة المطيع وتعذيب العاصي انتهى -

---

اور یقین کرو کہ جس چیز کے وجود کو خدا چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے پس خدا کا ارادہ اسکے علم کے تابع ہے یہ تو مذہب ہے اہل حق کا اور معتزلہ کے ہاں اللہ تعالےٰ کا ارادہ اس کے حکم کا تابع وخادم ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالےٰ جس بھلائی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اسکا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ بھلائی وغیرہ واقع ہو یا نہ ہو اور اللہ تعالےٰ نے جس برائی اور معصیت سے روکا ہے اسکا وہ ارادہ ہی نہیں کرتا خواہ برائی واقع ہو یا نہ ہو اور اختلاف کا ثمرہ ابوجہل کے ایمان کی بحث میں حاصل ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں اسے ایمان کا حکم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کا یہ مقصود ومطلوب نہیں ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے اور اگر ہم ہر نفس کی ہدایت کو چاہتے تو ضرور اسے ہدایت کر دیتے اور اللہ تعالےٰ نے ابوجہل کو کفر سے روکا ہے اور یہ اللہ کی مراد ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ان کافروں کیلئے آخرت میں کوئی حصہ بھلائی کا نہ کرے اور معتزلہ کا مسلک اس کے بالکل برعکس ہے، اور اس سبکی کی مذکورہ کتاب اور اس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ مطیع کو ثواب دیگا اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے اس پر ثواب دینا لازم نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ اگر نافرمان کو ثواب اور تابعدار کو عذاب دے تو دے سکتا ہے کیونکہ یہ تمام اسی کے ملک میں ہیں جیسے چاہیئے ان میں تصرف کرے لیکن اللہ تعالےٰ ایسے کریں گے نہیں کیونکہ انہوں نے خود مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دینے کی اطلاع فرمائی ہے،

وفیہ ایضاً مع شرحہ المذکورۃ ویستحیل علیہ سبحانہ وتعالیٰ صفۃ الظلم لانہ مالک الامر علی الاطلاق یفعل ما یشاء وقد قال تعالیٰ ولا یظلم ربک احدا وقال تعالیٰ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وقال تعالیٰ ان اللہ لا یظلم الناس شیئا وما ربک بظلام للعبید انتہی۔

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی منہاج السنۃ فی المجلد الاول فی صفحۃ مائۃ وتسعۃ وعشرین بعد کلام طویل ولکن لو قدر ان اللہ ان عذب من یشاء لم یکن لاحد منعہ کما قال تعالیٰ فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وفی الحدیث الذی رواہ ابوداؤد وغیرہ ان اللہ لو عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم قال والتحقیق انہ اذا قدر انہ یفعل ذلک فلا یفعلہ الا بحق وہو غیر ظالم انتہی المقصود وقال تلمیذہ المحقق ابن القیم فی کتابہ المسمی بالتبیان فی اقسام القرآن فی صفحۃ تسعۃ وعشرین۔

اور اس مذکورہ کتاب اور اس کی شرح میں ہے کہ اللہ ظلم سے متصف ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ ہر ایک امر کا مالک ہے مطلقاً جو چاہے کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا نیز فرمایا خداوند کریم نے بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کریگا اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور اے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ ص۱۲۹/ج۱ میں کلام طویل کے بعد فرماتے ہیں اور لیکن اگر بالفرض اگر اللہ تعالیٰ عذاب دے جن کو چاہئے تو کسی کو روکنے کی طاقت نہیں جیسے خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کون اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک ہے اگر وہ عیسیٰ بن مریمؑ ان کی والدہ اور تمام اہل زمین کو ہلاک کردے اور اس حدیث میں ہے (جسے امام ابوداؤد اور اسکے غیر نے روایت کیا ہے) بیشک اللہ تعالیٰ اگر آسمانوں اور دنیا والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور اگر ان تمام پر رحم کرے تو اسکی رحمت انکے اعمال سے ان کیلئے زیادہ فائدہ مند ہوگی امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کرے پھر وہ حق کی وجہ سے کرے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ختم شد اس کا مقصد امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید محقق ابن قیم اپنی کتاب التبیان فی اقسام القرآن ص۲۹ میں فرماتے ہیں،

وقد قال اعلم الخلق بالله عز وجل صلے الله علیہ وسلم لن یدخل احد منکم بعملہ الجنة قالوا ولا
انت یا رسول الله قال ولا انا الا ان یتغمدنی الله برحمة منه وفضل فاخبر ان دخول
الجنة برحمة الله وفضله وذلك محض منته علیه صلے الله علیه وسلم وعلى سائر عباده
وکما انه سبحانه وتعالے المنان بارسال رسله وبالتوفیق لطاعته وبالاعانة علیها فهو
المنان باعطاء الجزاء وذلك كله محض منته وجوده لا حق لاحد علیه بحیث اذا وفاه
ایاه لم یکن له علیه منة فان كان فی الدنیا بالتم عدل فهذا امنة فان قیل كیف تقولون
هذا وقد اخبر رسول الله صلے الله علیه وسلم بان حق العباد على الله اذا
وحدوه ان لا یعذبهم وقد اخبر سبحانه وتعالے وكان حقا علینا نصر
المؤمنین وهذا من اعظم منته على عباده ان جعل على نفسه حقا بحكم
وعده الصادق ان لا یعذبهم اذا عبدوه ووحدوه فهذا من تمام منته
فانه لو عذب اهل سمواته واهل ارضه لعذبهم وهو غیر ظالم لهم

تحقیق فرمایا ہے تمام دنیا سے اللہ کو زیادہ جاننے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اے صحابہؓ تم سے ایک بھی
اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ بھی نہیں داخل ہوں گے فرمایا
نہیں ہاں اگر اللہ تعالے کی رحمت اور اسکا فضل شامل حال ہوگیا (تو داخل ہو جاؤنگا) پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دخول جنت اللہ کے فضل و رحمت سے ہوگا اور اللہ کا فضل و کرم رسول اللہ اور تمام دنیا پر احسان ہے اور جیسے
اللہ تعالے اپنے رسول بھیج کر دنیا کو اپنی اطاعت کی توفیق دیکر اور ان کی اس معاملہ میں مدد کر کے محسن ہے اسی طرح جزاء
دینے میں بھی وہ محسن ہے اور یہ محض اللہ تعالے کی سخاوت اور احسان ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ جب انسان
نے اللہ سے وفا کی تو اللہ پر اس کا احسان نہیں بلکہ وہ انسان دنیا میں نیک اور منصف اللہ کی توفیق سے تھا (بل اللہ
یمن علیکم ان ھداکم للایمان) اگر خدا کو یکتا تسلیم کریں تو ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ ان کو عذاب نہ کرے اور
خود اللہ تعالے نے فرمایا ہے ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے اور یہ تو اللہ تعالے کا بندوں
سے سب سے بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سچے وعدے سے کہ اگر وہ اسکی توحید بیان کریں اور اسی کی عبادت
کریں اپنے پر یہ حق ٹھہرا لیا کہ ان کو عذاب نہ دے گا پس یہ تو اس کا کامل احسان ہو کیونکہ اگر وہ اپنے زمین و آسمان

لهم ولكن اقتضت منته ان احق على نفسه ثواب عابديه واجابة سائليه۔

ما للعباد عليه حق واجب ۔۔۔ كلا ولا سعي لديه ضائع !!

ان عذبوا فبعدله او نعموا ۔۔۔ فبفضله فهو الكريم الواسع

كلام ابن القيم في كتابه المسمى بالاقسام من الله في القرآن بلفظه وقال العلامة الامام النووي في شرح مسلم بعد ايراد حديث لن يدخل احدا عمله الجنة الحديث ما لفظه مذهب اهل السنة انه لا يجب على الله شيء بل العالم ملكه والدنيا والآخرة تحت سلطانه يفعل فيهما ما يشاء ويحكم ما يريد فلو عذب المطيعين والصالحين اجمعين وادخلهم النار كان ذلك عدلا منه واذا اكرمهم ونعمهم وادخلهم الجنة فهو من فضله فاذا انعم على العاصين وادخلهم الجنة ففضل منه سبحانه وتعالى انتهى۔

وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري في كتاب الرقاق في باب القصد بالمداومة على العمل قال ابن

والوں کو عذاب کرے تو وہ ظالم نہ ہوگا لیکن اس کے احسان نے تقاضا کیا کہ اس نے اپنے پر اپنے عابدین کا ثواب اور سائلین کے سوال کو قبول کرنا ضروری ٹھہرالیا (۱) بندوں کا اللہ پر حق واجب نہیں ہے، خبردار اور نہیں کوشش کرتا اللہ کی اطاعت میں اپنے عمل کو ضائع کرنے والا (۲) اگر ان کو عذاب دیا جائے تو اسکا انصاف ہوگا یا یہ نعمت دیئے جائیں تو اس کے فضل وکرم کی وجہ سے پس وہی واسع سخی ہے، ابن قیم کا کلام ان کی کتاب التبیان فی اقسام القرآن والا انہی کے الفاظ میں ختم ہوگیا، امام نووی شرح مسلم میں کسی کو اسکا عمل ہرگز داخل نہیں کرے گا (حدیث) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے بلکہ سارا جہان اس کے قبضۂ قدرت میں اور دنیا و آخرت اس کے تسلط وغلبہ میں ہے پس اگر وہ مطیع اور صالح لوگوں کو عذاب دے کر آگ میں داخل کردے تو یہ اسکا انصاف ہوگا اور جب ان کی عزت کرے اور نعمت ان کو دے کر جنت میں داخل کردے پس یہ اسکا فضل ہو اور جب گنہگاروں پر انعام کر کے جنت میں داخل کردے پس یہ اسی سبحانہ تعالےٰ کا فضل ہوگا ان کی کلام ختم ہوئی، اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے کتاب الرقاق کے باب القصد بالمداومة علی العمل میں فرماتے ہیں ابن جوزی نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ کے اس قول، اور یہ جنت وہ ہے

المجوزی تحصل من مجموع قوله تعالٰی وتلك الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون۔ الاول ان التوفیق للعمل من رحمة الله ولولا رحمة الله السابقة للعبد ما حصل لا الایمان ولا الطاعة التی تحصل بها النجاة۔ الثانی ان منافع العبد لسیده فعمله مستحق لمولاه فاذا انعم علیه بالجزاء فمن فضله۔ الثالث جاء فی بعض الاحادیث ان نفس دخول الجنة برحمة الله عز وجل واقتسام المنازل والدرجات بالاعمال الرابع ان اعمال الطاعات کانت فی زمن یسیر والثواب لا ینفد فالانعام الذی لا ینفد فی جزاء ما ینفد بالفضل لا بمقابلة الاعمال۔

وقال الکرمانی فی قوله تعالٰی ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون لیست الباء للالصاق والمصاحبة ای اورثتموها ملابسة او مصاحبة او للمقابلة نحو اشتریت الشاة بدرهم وبهذا الاخیر جزم الشیخ جمال الدین بن هشام فی المغنی وقد سبق الیه فقال ترد الباء للمقابلة وهی الداخلة

جن کے تم وارث اپنے اعمال کی وجہ سے کئے گئے ہو (قرآن) کے مجموعے سے چار دلائل حاصل ہوتے ہیں پہلی:۔ اگر بندے پر خدا کی رحمت پہلے نہ ہوتی ہوتی تو اسے ایمان اور اطاعت نہ حاصل ہو سکتے جن کے ذریعہ سے نجات حاصل ہوتی ہے، دوسری: بیشک غلام کے منافع اپنے آقا کیلئے ہوتے ہیں تو اس کے کام کا مستحق اسکا آقا ہے پس جب آقا غلام کو اس کام پر جزا دے تو اسکا فضل ہوگا تیسری:۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت نفس دخول یہ تو اللہ کی رحمت سے ہوگا اور درجات و مراتب کی اقسام اعمال کے لحاظ سے ہوں گی، چوتھی:۔ بیشک اطاعت کے کام بہت تھوڑے زمانہ میں ہوتے ہیں اور ثواب تو ختم ہی نہ ہوگا پس ختم ہونیوالی چیز کی جزاء پر نہ ختم ہونیوالی چیز کا انعام کرنا خدا کے فضل سے ہوگا اعمال کے مقابلہ کی وجہ سے نہ ہوگا،، اور کرمانی فرماتے ہیں اللہ تعالٰے کے قول، داخل ہو جاؤ جنت کے اس حال میں اپنے اعمال کے سبب میں باء الصاق اور مصاحبت کیلئے نہیں ہے تو اس وقت معنی یہ ہوگا داخل ہو جاؤ تم وارث بنائے گئے جنت کے اس حال میں کہ وہ جنت ساتھی بننے والی اور تمہارے ساتھ ملنے والی ہے اور یہ معنی غیر درست ہے، اسی طرح یہ باء مقابلہ کیلئے بھی نہ ہوگا، مثال میں نے بکری کو دراہم کے مقابلہ میں خریدا اس آخری

عَلَى الْأَعْوَاضِ كَاشْتَرَيْتُهُ بِأَلْفٍ وَمِنْهُ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَإِنَّمَا لَمْ نُقَدِّرْهُ لِلسَّبَبِيَّةِ كَمَا قَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ وَكَمَا قَالَ الْجَمِيعُ فِي لَنْ يَدْخُلَ أَحَدًا الْجَنَّةَ بِعَمَلِهِ لِأَنَّ الْمُعْطِي قَدْ يُعْطِي مَجَّانًا بِخِلَافِ الْمُسَبَّبِ فَلَا يُوجَدُ بِدُونِ السَّبَبِ قَالَ وَعَلَى هٰذَا يَنْتَفِي التَّعَارُضُ بَيْنَ الْحَدِيثِ وَالْآيَةِ۔ وَسَبَقَهُ إِلَى ذٰلِكَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي مِفْتَاحِ دَارِ السَّعَادَةِ فَقَالَ الْبَاءُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلدُّخُولِ غَيْرُ الْبَاءِ الَّتِي نَفَى مَعَهَا الدُّخُولُ فَالْمُقْتَضِيَةُ هِيَ بَاءُ السَّبَبِيَّةِ الدَّالَّةِ عَلَى أَنَّ الْأَعْمَالَ سَبَبٌ لِلدُّخُولِ مُقْتَضِيَةٌ لَهُ كَاقْتِضَاءِ سَائِرِ الْأَعْمَالِ لِمُسَبَّبَاتِهَا وَالْبَاءُ الَّتِي نَفَى بِهَا الدُّخُولَ هِيَ بَاءُ الْمُعَاوَضَةِ وَالْمُقَابَلَةِ الَّتِي فِي نَحْوِ قَوْلِهِمْ اشْتَرَيْتُ هٰذَا بِهٰذَا فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دُخُولَ الْجَنَّةِ لَيْسَ فِي مُقَابَلَةِ عَمَلِ أَحَدٍ وَإِنَّهُ لَوْلَا تَغَمُّدُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْعَبْدَ بِرَحْمَتِهِ لَمَا أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ فَلَيْسَ عَمَلُ الْعَبْدِ وَإِنْ تَنَاهَا مُوجِبًا بِمُجَرَّدِهِ لِدُخُولِ الْجَنَّةِ وَلَا عِوَضًا لَهَا فَإِنَّ أَعْمَالَهُ وَإِنْ وَقَعَتْ

معنی کے ساتھ جزم کیا ہے شیخ جمال الدین ہشام نے المغنی میں اور وہ کرمانی سے سبقت لے گئے ہیں فرماتے ہیں باء مقابلہ کیلئے بھی وارد ہوتی ہے مقابلہ والی کی تعریف یہ ہے جو عوض پر داخل ہو۔ مثال میں نے اس چیز کو ہزار کے بدلہ و عوض میں خریدا اور ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون (الدینہ) والی باء بھی اس قسم سے ہے اور باء یہاں سببت کا معنی ہرگز نہیں دیتی جیسے کہ معتزلہ نے کہا اور کہ تمام علماء کا کہنا ہے لن ید خل الجنۃ احد بعملہ الحدیث والی باء کے متعلق کیونکہ دینے والا کبھی کبھی بغیر عوض اور بدلہ کے بھی دیتا ہے بخلاف مسبب کے وہ سبب کے بغیر نہیں پایا جاتا شیخ صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں آیت، تلك الجنۃ اور حدیث (لن ید خل) میں تعارض ہے وہ ختم ہو جاتا ہے (یعنی حدیث والی سبب کا معنی دیتی ہے اور قرآن کریم والی باء مقابلہ کا معنی دیتی ہے شیخ صاحب سے حافظ ابن قیم سبقت لے گئے اس بارے میں تو حافظ صاحب اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں فرماتے ہیں جو باء دخول جنت کا تقاضا کرتی ہے یہ اس باء کے مخالف ہے جو دخول جنت کے نفی کے مقام کے ساتھ آئی ہے دخول جنت کے مقام والی باء سببیت کیلئے ہے، آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اعمال دخول جنت کا سبب اور اس کے مقتضی ہیں جیسے تمام اعمال اپنے مسببات کو چاہتے ہیں اور وہ باء جس سے دخول جنت کی نفی کی گئی ہے عوض اور مقابلہ والی ہے جیسے اس قول میں ہے خریدا میں نے اس کو اس کے عوض و بدلہ میں، پس رسول کریم نے فرمایا کہ دخول جنت کس کے اعمال کے

مِنْهُ عَلَى الْوَجْهِ الْمَرْضِيِّ الَّذِي يُحِبُّهُ اللهُ وَيَرْضَاهُ فَهِيَ لَا تُقَاوِمُ نِعْمَةَ اللهِ الَّتِي أَنْعَمَ بِهَا عَلَيْهِ فِي دَارِ الدُّنْيَا وَلَا تُعَادِلُهَا بَلْ لَوْ حَاسَبَهُ أَوْدَتَعَتْ أَعْمَالُهُ كُلُّهَا فِي مُقَابَلَةِ الْيَسِيرِ مِنْ نِعَمِهِ وَتَبْقَى بَقِيَّةُ النِّعَمِ مُقْتَضِيَةً لِشُكْرِهِ فَلَوْ عَذَّبَهُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ لَعَذَّبَهُ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُ وَلَوْ رَحِمَهُ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُ مِنْ عَمَلِهِ كَمَا فِي السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَحُذَيْفَةَ وَغَيْرِهِمَا مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ لَوْ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ قَالَ وَهَذَا فَصْلُ الْخِطَابِ بَيْنَ الْمُرْجِئَةِ الَّذِينَ أَنْكَرُوا أَنْ تَكُونَ الْأَعْمَالُ سَبَبًا فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَبَيْنَ الْحَدَرِيَّةِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ الْجَنَّةَ عِوَضٌ عَنِ الْأَعْمَالِ وَالْحَدِيثُ يُبْطِلُ دَعْوَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللهُ أَعْلَمُ انْتَهَى۔

مقابلہ میں نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ کی رحمت بندے کے شامل حال نہ ہو تو اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا پس صرف بندے کا عمل اگرچہ وہ انتہائی کیوں نہ ہو دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، اور نہ ہی جنت کا یہ بدلہ ہے کیونکہ بندے کے اعمال اللہ کے پسندیدہ طریقے پر واقع ہوں پھر بھی اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کی قیمت اور اس کے برابر نہیں ہو سکتے جو اس نے بندے پر دنیا میں کی ہے بلکہ اگر خدا اس کا حساب کرے تو انسان کے تمام اعمال اللہ کی معمولی سی نعمت کے مقابلہ میں ہوں گے اور اسکے دوسری باقی نعمیں اللہ کے شکر کیلئے مقتضی ہیں اگر اللہ اس حالت میں بندے کو عذاب کرے تو وہ اس کیلئے ظالم نہ ہو گا اور اگر اس پر رحم کرے تو اس کی رحمت بندے کے اعمال سے بہتر ہو گی، روایت ہے زید بن ثابت اور حذیفہ اور ان کے علاوہ سے مرفوعا طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشک آپؐ نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ اگر عذاب کرے آسمان والوں اور زمین والوں کو البتہ عذاب دئے ان کو اور وہ نہیں ظلم کرنے والے اور اگر رحمت کرے ان پر البتہ ہو گی اس کی رحمت بہتر ان کیلئے ان کے اعمال سے حافظ ابن حجر صاحب فرماتے ہیں یہ مطلب قول فیصل ہے مرجئہ کے درمیان جن کا انکار ہے کہ اعمال کسی طریق سے بھی دخولِ جنت کا سبب نہیں اور حدریہ فرقہ کے درمیان جنکا زعم ہے کہ جنت بدلہ ہے اعمال کا اور حدیث ان دونوں گروہوں کے دعاوی کو باطل کرتی ہے اور خدا ہم سے زیادہ عالم ہے

مَا نَقَلَهُ الْحَافِظُ فِي فَتْحِ الْبَارِي عَنِ ابْنِ الْقَيِّمِ رَحِمَهُ اللهُ بِلَفْظِهِ مُرْتَضِيًا لَهُ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي فَتْحِ الْبَارِي اَيْضًا وَجَوَّزَ الْكِرْمَانِي اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ اَنَّ الدُّخُوْلَ لَيْسَ بِالْعَمَلِ وَالْاِدْخَالَ الْمُسْتَفَادَ مِنَ الْاِرْثِ بِالْعَمَلِ وَهٰذَا وَاِنْ مَشٰى فِي الْجَوَابِ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَا يَتَمَشّٰى فِي الْجَوَابِ بَيْنَ الْاٰيَةِ وَالْحَدِيْثِ وَعِنْدِيْ اَنَّ فِي الْحَدِيْثِ جَوَابًا اٰخَرَ وَهُوَ اَنْ يُّحْمَلَ الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ الْعَمَلَ مِنْ حَيْثُ هُوَ عَمَلٌ لَا يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ الْعَامِلُ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ مَا لَمْ يَكُنْ مَقْبُوْلًا فَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَاَمْرُ الْقَبُوْلِ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَاِنَّمَا يَحْصُلُ بِرَحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى لِمَنْ يَّقْبَلُ مِنْهُ فَعَلٰى هٰذَا فَمَعْنٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اَيْ تَعْمَلُوْنَهُ مِنَ الْعَمَلِ الْمَقْبُوْلِ وَلَا يَضُرُّ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ تَكُوْنَ الْبَاءُ لِلْمُصَاحَبَةِ اَوْ لِلْمُقَابَلَةِ اَوْ لِلْاِلْصَاقِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تَكُوْنَ سَبَبِيَّةً ثُمَّ رَاَيْتُ النَّوَوِيْ جَزَمَ بِاَنَّ ظَاهِرَ الْاٰيَاتِ اَنَّ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ بِسَبَبِ الْاَعْمَالِ وَالْجَمْعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْحَدِيْثِ بِاَنَّ التَّوْفِيْقَ لِلْاَعْمَالِ۔

حافظ صاحب نے جو کلام نقل کی ہے فتح الباری میں حافظ ابن قیم اور دیگر علماء سے وہ ختم ہو گئی یہی پسندیدہ ہے حافظ صاحب کا فتح الباری میں نیز فرماتے ہیں اور کرمانی نے جائز کہا ہے کہ مراد :: یہ ہے کہ دخول جنت عمل کیوجہ سے نہیں ہے اور جنت میں داخل کرنا یہ عمل کے ساتھ وارث ہونے سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے اور یہ جواب اگرچہ اللہ تعالے کے قول اورثتموھا بما کنتم تعلمون (قرآن) میں چل جاتا ہے لیکن آیت اور حدیث کے درمیان مطابق پیدا کرنے کیلئے نہیں چلیگا اور میرے نزدیک حدیث کا ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل میں حیث العمل ہونیکی وجہ سے عامل اس سے جنت میں داخل ہونیکا فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا جب تک وہ عمل مقبول نہ ہو پس جب معاملہ ایسے ہوگا تو قبول والا کام اللہ کے سپرد ہے اور بیشک جنت حاصل ہوگی اللہ کی رحمت کے ساتھ اس انسان کیلئے جس کا عمل قبول ہوا پس اس صورت پر فرمان خدا ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون کہ جو تم مقبول اعمال کرتے تھے اور اس کے بعد باء مصاحبت، مقابلہ یا الصاق کیلئے بنانا کوئی تکلیف نہ دیگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باء سببیت کیلئے ہے پھر میں امام نووی کو دیکھتا ہوں انہوں نے جزم کیا ہے کہ بیشک ظاہر آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت اعمال کے سبب ہے اور دونوں آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق ایسے ہے کہ بیشک اعمال :

وَالْعِبَادَةِ وَقَبُولُهَا إِنَّمَا هُوَ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَيَصِحُّ أَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ بِمُجَرَّدِ الْعَمَلِ وَهُوَ مُرَادُ الْحَدِيْثِ وَيَصِحُّ أَنَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِسَبَبِ الْعَمَلِ وَهُوَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَرَدَّ الْكِرْمَانِي الْأَخِيْرَ بِأَنَّهُ خِلَافُ صَرِيْحِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ الْمَازِرِيُّ ذَهَبَ أَهْلُ السُّنَّةِ إِلَى أَنَّ إِثَابَةَ اللّٰهِ مَنْ أَطَاعَهُ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ انْتِقَامُهُ مِمَّنْ عَصَاهُ بِعَدْلٍ مِنْهُ وَلَا يَثْبُتُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا إِلَّا بِالسَّمْعِ وَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَنْ يُعَذِّبَ الْمُطِيْعَ وَيُنْعِمَ الْعَاصِيَ وَلٰكِنَّهُ أَخْبَرَ أَنَّهُ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ وَخَبَرُهُ صِدْقٌ لَا خُلْفَ فِيْهِ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ يَرُدُّ مَقَالَتَهُمْ وَيَرُدُّ عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ حَيْثُ أَوْجَبُوْا أَعْوَاضَ الْأَعْمَالِ وَلَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ خَبْطٌ كَثِيْرٌ وَتَفْصِيْلٌ طَوِيْلٌ انْتَهٰى كَلَامُ الْحَافِظِ بْنِ حَجَرٍ فِي الْفَتْحِ بِلَفْظِهِ. وَقَالَ الْحَافِظُ أَيْضًا فِيْ كِتَابِ التَّوْحِيْدِ بَابٌ فِي الْمَشِيَّةِ وَالْإِرَادَةِ بَعْدَ ذِكْرِ الْآيَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ الدَّالَّةِ عَلٰى إِثْبَاتِ الْمَشِيَّةِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَقَالَ وَحَرَّفَ الْمُعْتَزِلَةُ الْمَسْأَلَةَ وَقَاسُوْا فِعْلَ الْخَالِقِ عَلٰى

اور عبادت کی توفیق اور ان کا قبول کرنا سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوگا پس صحیح ہو جائیگا کہ خالی اعمال سے جنت میں دخول نہیں ہے اور یہی مطلب حدیث کا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عمل دخول جنت کا سبب ہو اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوگا اور کرمانی نے نووی کے آخری معنی کی تردید کی ہے کہ وہ صریح حدیث کے خلاف ہے مازری کہتے ہیں اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ بیشک اللہ کا اپنے مطیع کو ثواب دینا اس کے فضل سے ہے اور اسطرح اللہ تعالٰے کا گنہگار سے انتقام لینا اس کا انصاف ہے اور ثواب و انتقام میں سے کوئی ایک چیز بھی شارع علیہ السلام سے سننے کے بغیر نہیں ثابت ہوتی اور اللہ کیلئے حق ہے کہ وہ مطیع کو عذاب دیدے اور عاصی کو نعمت دے دے اور لیکن اس نے خود خبر دیدی کہ وہ ایسے نہ کریگا اور اللہ کا خبر دینا سچا اس میں خلاف ہونا نہیں ہے اور یہ حدیث اہل سنت اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے جبکہ معتزلہ نے اعمال کا بدلہ واجب ٹھہرایا اور ان لوگوں نے اس بحث میں ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے حافظ صاحب کا کلام فتح الباری میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوا حافظ ابن حجر نیز کتاب التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ میں خدا تعالٰے کے چلنے اور جو چاہیئے کر سکتا ہے پر آیات قرآنیہ ذکر کرتے کے بعد فرماتے ہیں اور معتزلہ نے مسئلہ کی تعریف کر کے خالق کے فعل پر قیاس کیا ہے کیونکہ اگر مخلوق اپنے مطیعوں کو عذاب دیدے تو وہ ضرور ظالم ہوگا کیونکہ

الْمَخْلُوقِ فَإِنَّ الْمَخْلُوقَ لَوْ عَاقَبَ مَنْ يُطِيعُهُ مِنْ أَتْبَاعِهِ لَكَانَ ظَالِمًا لِكَوْنِهِمْ لَيْسَ مِلْكَهُ حَقِيقَةً وَالْخَالِقُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَوْ عَذَّبَ مَنْ يُطِيعُهُ لَمْ يَكُنْ ظَالِمًا لِأَنَّ الْجَمِيعَ مِلْكُهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَفِي ذَلِكَ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْأُمُورَ كُلَّهَا مَوْقُوفَةٌ بِمَشِيئَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِرَادَتِهِ۔ قَالَ الرَّاغِبُ وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْأُمُورَ مُتَعَلِّقَةٌ بِمَشِيئَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَوْقُوفَةٌ عَلَيْهَا مَا اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى تَعْلِيقِ الْاِسْتِثْنَاءِ فِي جَمِيعِ الْأَفْعَالِ وَقَدْ أَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ مِنْ طَرِيقِ بْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَأْمُرُ بِرِوَايَةِ قَصِيدَةِ لَبِيدٍ الَّتِي يَقُولُ فِيهَا ؎

إِنَّ تَقْوَى رَبِّنَا خَيْرُ نَفَلٍ	وَبِإِذْنِ اللهِ رَيْثِي وَعَجَلْ
أَحْمَدُ اللهَ فَلَا نِدَّ لَهُ	بِيَدَيْهِ الْخَيْرُ مَا شَاءَ فَعَلْ
مَنْ هَدَاهُ سُبُلَ الْخَيْرِ اهْتَدَى	نَاعِمَ الْبَالِ وَمَنْ شَاءَ أَضَلّْ

وَالْخِلَافُ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ أَنَّ الْإِرَادَةَ تَابِعَةٌ لِلْعِلْمِ وَعِنْدَهُمُ الْإِرَادَةُ تَابِعَةٌ لِلْأَمْرِ وَيَدُلُّ لِأَهْلِ السُّنَّةِ قَوْلُهُ تَعَالَى يُرِيدُ اللهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ انتهى المقصود

وہ اس کا ملک حقیقی نہیں ہے اور خالق سبحانہ وتعالیٰ اگر اپنے مطیع کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا کیونکہ تمام اس کے قبضہ وملک میں ہے جو چاہے کرے اس سے کام کا سوال نہ ہوگا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تمام کام اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے راغب کہتے ہیں اور دلالت کرتی ہے یہ بات اس پر کہ تمام کام متعلق ہیں خدا کی مشیت کے ساتھ اور موقوف ہیں اس پر جیسے کہ لوگوں کا اجماع ہے اس پر کہ تمام افعال استثناء پر معلق ہیں (انشاء اللہ پر) ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن اخی زہری کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب لبید شاعر کے اس قصیدہ کو روایت کرنیکا حکم دیا کرتے تھے جس میں لبید نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں (۱) بیشک اللہ کا ڈر بہتر عطیہ ہے اور اللہ کے حکم سے ہے میرا دیر کرنا اور جلدی کرنا: (۲) میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں پس نہیں ہم فخر کرنے اسی کے ہاتھ میں بھلائی اور جو وہ چاہیئے کرے (۳) جس کو بھلائی کے راستوں کی طرف راھنمائی کردے تو وہ ہدایت پالیگا اور اچھے حال ہوگا اور جس کو وہ چاہیئے گمراہ کردے معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ کا ارادہ علم کے تابع ہے لیکن معتزلہ کے ہاں تابع نہیں، اور اہل سنت کی تائید اللہ تعالےٰ

مِنْ عِبَارَةِ فَتْحِ الْبَارِي وَفِيهِ كَلَامٌ طَوِيلٌ فَانْظُرْهُ إِنْ أَرَدْتَهُ وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ مَا أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ
وَأَبُو دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَخَشِيتُ
أَنْ يُفْسِدَ عَلَيَّ دِينِي وَأَمْرِي فَأَتَيْتُ أُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ وَقَعَ فِي
نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَخَشِيتُ أَنْ يُفْسِدَ عَلَيَّ دِينِي وَأَمْرِي فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ لَعَلَّ اللّٰهَ
أَنْ يُذْهِبَهُ عَنِّي لَوْ أَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوٰتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ
وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ مِثْلَ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَبًا أَوْ مِثْلَ أُحُدٍ .
ذَهَبًا تُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ فَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَخْطَاكَ لَمْ
يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَإِنَّكَ لَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ
وَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَأْتِيَ أَخِي عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَتَسْأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ
بْنَ مَسْعُودٍ فَذَكَرَ مِثْلَ مَا قَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَقَالَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَأْتِيَ حُذَيْفَةَ فَتَسْأَلَهُ

کے اس قول سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے اور آخرت میں ان کیلئے کوئی حصہ نہ کرے، فتح
کی عبارت سے مقصود ختم، اور اس میں کلام بہت طویل ہے اگر آپ چاہئیں تو فتح الباری کو دیکھ لو، امام احمد
امام ابوداؤد اور ابن ماجہ جو ابن دیلمی کی حدیث لاتے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے (حدیث یہ ہے) ابن
دیلمی کہتے ہیں میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا جس سے مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا دین
اور میرا معاملہ اسلام والا خراب نہ ہو جائے پس میں ابی بن کعب کے پاس گیا میں نے کہا اے ابا منذر میرے
دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میرے دین اور میرے طریق اسلام کو خراب
نہ کردے پس اس لئے تقدیر کے متعلق کچھ خبر دو شاید کہ اللہ مجھ سے یہ شبہ دور کردے پس اس نے کہا اگر
اللہ تعالےٰ زمین وآسمان کے اہل کو عذاب دے تو اس کا حق ہے دے سکتا ہے اور وہ ظالم نہ ہوگا، اور
اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے افضل ہے اور اگر تیرے پاس احد پہاڑ جتنا
سونا ہو جسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تجھ سے قبول نہیں کریگا جب تک تیرا تقدیر پر ایمان نہ ہوگا
اور تو نہ جان لے کہ جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے
خطا نہیں کرسکتی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو اس اعتقاد وایمان کے بغیر مرگیا تو آگ میں داخل

عَنْ ذٰلِكَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَا وَقَالَ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَاْتِيَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ كَانَ مِثْلَ جَبَلِ اُحُدٍ ذَهَبًا اَوْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا تُنْفِقُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَاِنَّكَ اِنْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ عَلِيُّ الْقَارِيْ فِيْ شَرْحِ الْمِشْكٰوةِ فَصَارَ الْحَدِيْثُ مَرْفُوْعًا مِنْ طَرِيْقِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَقَالَ اَيْضًا قَوْلُهٗ اَيْ قَوْلُ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِنَ الْقَدْرِ اَيْ حَزَازَةٌ وَاِضْطِرَابٌ عَظِيْمٌ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الْقَضَاءَ وَالْقَدْرَ بِاعْتِبَارِ الْعَقْلِ لَا بِمُوْجِبِ النَّقْلِ

ہوگا اور آپ کیلئے کوئی عار نہیں کہ آپ میرے بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جاکر اس کے متعلق دریافت کریں پس میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اس نے بھی وہی ذکر کیا جو ابی بن کعب نے کہا تھا اور اس نے کہا آپ کیلئے کوئی ڈر نہیں کہ آپ حذیفہ کے پاس جاکر اس کے متعلق سوال کریں اس نے بھی ان دونوں کی طرح ذکر کیا اور اس نے کہا آپ پر کوئی تنگی نہیں کہ آپ زید بن ثابت کے پاس جائیں میں اس کے پاس آیا پس اس نے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اگر اللہ تعالےٰ زمین وآسمان والوں کو عذاب کرے تو ان کو عذاب کرے گا اور ظالم نہ ہوگا اور اگر ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو جسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اللہ تعالےٰ تجھ سے قبول نہیں کریگا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے گا پس جان لے تو جو تجھے مصیبت نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے دور اور خطا نہ کرسکتی تھی اور اسمیں کوئی شک نہیں اور اگر تو اس پر ایمان لانے کے علاوہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا، علامہ ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ہوگئی حدیث مرفوع زید بن ثابت کے طریق سے اور قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن دیلمی کا قول، وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِنَ الْقَدْرِ کا معنی ہے میرے دل میں حرکت اور بڑا اضطراب واقع ہوگیا قضاء، قدر کے متعلق عقل کے اعتبار سے بہ شبہ تھا نقل کے اعتبار سے نہ تھا اور حافظ ابن

وَقَالَ اِبْنُ جُرَاىٍ مِنْ بَعْضِ شُبَهِ الْقَدَرِ الَّتِي رُبَّمَا تَجُرُّ الشَّخْصَ اِلَى الشِّرْكِ فِيهِ كَاعْتِقَادِ اَنَّ الْاِنْسَانَ يَخْلُقُ فِعْلَ نَفْسِهِ كَمَا قَالَهُ الْمُعْتَزِلَةُ وَاَنَّهُ مَجْبُورٌ عَلَى الْفِعْلِ كَمَا قَالَهُ الْجَبْرِيَّةُ فَكَيْفَ يُعَذَّبُ وَاَنَا اُرِيدُ الْخَلَاصَ مِنْ هٰذَا الْبَحْثِ فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُذْهِبَهُ عَنْ قَلْبِي اَيْ رَجَاءَ اَنْ يُزِيلَ ذٰلِكَ عَنِّي وَقَالَ اَوَّلًا فِي نَفْسِي وَثَانِيًا مِنْ قَلْبِي اِشْعَارًا بِاَنَّ ذٰلِكَ تَمَكَّنَ مِنْهُ وَاَخَذَ بِمَجَامِعِهِ وَذَاتِهِ وَكَذَا قَالَهُ الطِّيبِيُّ وَالْاَظْهَرُ اَنَّ الْحَرَارَةَ نَشَاتْ عَنِ الْخَطَرَاتِ النَّفْسِيَّةِ وَالثَّبَاتِ وَالْاِطْمِينَانِ مِنَ الصِّفَاتِ الْقَلْبِيَّةِ ـ فَقَالَ لَهُ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُتَحَرِّيًا غَايَةَ الْبَيَانِ الشَّافِي وَنِهَايَةَ الْاِرْشَادِ الْوَافِي لَوْ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فَرْضًا عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهِ اَيِ الْمَلٰئِكَةَ الْمُقَرَّبِينَ وَاَهْلَ اَرْضِهِ اَيِ الْاَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِينَ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمُ الْحَدِيثَ قَالَ الطِّيبِيُّ وَفِي سُوَالِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ وَاتِّفَاقِهِمْ فِي

حجر فرماتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق شبہات میں سے کوئی شبہ، وہ شبہات کہ اکثر دفعہ انسان کو اس میں شرک کی تعریف تک کھینچ لاتے ہیں جیسے یہ اعتقاد کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے اور یہ شبہ کہ بیشک انسان کام پر مجبور ہے جیسے کہ جبریہ فرقہ نے کہا۔ پس اس وقت اسے کیسے عذاب دیا جائیگا اور میں اس بحث سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں پس اس لئے آپ مجھے کوئی حدیث نبوی بتائیں شاید کہ اللہ تعالےٰ اسے میرے نفس سے دور کر دے۔ یعنی اس امید پر کہ اللہ سے مجھ سے دور کر دے ابن دیلمیؒ نے پہلے فی نفس (میری جان میں) اور دوسری دفعہ عن قلبیؒ (میرے دل سے) کے لفظ یہ معلوم کرانے کیلئے کہے کہ بیشک یہ شبہ اس سے پختہ ہوگیا ہے اور اس کے دل کے تمام گوشوں کو اس نے پکڑ لیا ہے اور اس کی ذات میں داخل ہوگیا ہے اور اسیطرح طیبی نے معنی کئے ہیں، اور اظہر بات یہ ہے کہ اس کے نفس خطرات سے حرکت و اضطراب پیدا ہوا اور دل کی صفت ثبات و طمینان تھی ابی ابن کعب نے اسے انتہائی شافی بیان کو تلاش کرتے ہوئے اور انتہائی راہنمائی کر کے جواب دیا کہ اگر بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ بالفرض آسمان والوں مقرب فرشتے اور زمین والوں انبیاء و رسل کو عذاب دے تو ان کو عذاب دیگا اور وہ ظالم نہ ہوگا، الحدیث طیبی نے کہا ہے کہ ابن دیلمی کے صحابہ میں سے ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنے میں اور ان کے جواب میں متعلق ہونے میں بغیر کسی تغیر کے اور پھر آخری

الجواب من غیر تغییر ثم انتہا۔ الجواب الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل علی الاجماع المستند الی النص فمن خالف فی ذلک فقد عاند الحق وقولہ ولو عذبہم لعذبہم وھو غیر ظالم لہم الواو فیہ للحال ای لانہ متصرف فی ملکہ وملکہ فعذابہ عدل وثوابہ فضل۔ وفیہ ارشاد عظیم وبیان شاف لازالۃ ما طلبہ منہ لانہ یھدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین لانہ مالک الجمیع فلہ ان یتصرف کیف یشاء ولا ظلم وفیہ اشکال واجیب عنہ بان لو الشرطیۃ غیر لازمۃ الوقوع وفیہ دلیل الی ان الامور الکائنۃ کلہا منہ سبحانہ وتعالی خیرہا وشرہا حلوھا ومرھا نفعہا وضرھا قلیلہا وکثیرھا کبیرھا وصغیرھا کلہا بقضاء اللہ سبحانہ وتعالی وارادتہ وامرہ وانہ لیس للعبد فیہا الا الکسب ومباشرۃ الفعل والمراد ھنا کمال الایمان وسلب القبول ثم فقد یوذن بان المبتدعۃ لا تقبل اعمالہم ای لا یثابون علیہا ما داموا علی بدعتہم ویؤیدہ حدیث ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یتوب وفیہ بان المبتدعۃ لیسوا من المتقین لقولہ تعالی انما یتقبل اللہ من المتقین وانہ لا یحبہم فان اللہ

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے میں دلیل ہے کہ اس کے حدیث ہونے پر اجماع ہے پس جو اس میں خلاف کرے گا اس نے حق سے سرکشی کی اور حدیث کے یہ الفاظ لو عذبہم لعذبہم وھو غیر ظالم میں واؤ حالیہ ہے معنی یہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے ملک اور بادشاہی میں تصرف کرنیوالا ہے پس اسلیئے اسکا عذاب عدل ہوا اور ثواب دینا فضل ٹھہرا اور اس جواب میں بڑی راہنمائی ہے اور بیان شافی ہے اس کی طلب کی گئی چیز کے ازالہ کیلئے کیونکہ یہ جواب عقلی حسن و قبح کے قاعدے کو گرا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالے ہر ایک کا مالک ہے پس اس میں اس کا حق ہے، جیسے چاہئے تصرف کرے اور ظلم نہ ہوگا، اور اس میں ایک اشکال ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لو شرطیہ چیز کے وقوع کو لازم نہیں ہے اور اسمیں دلیل ہے اس بات کی طرف کہ بیشک تمام ممکنات امور اللہ تعالے کی طرف سے ہیں خواہ بہتر ہوں یا برے ہوں شیریں ہوں کڑوے ہوں، نفع مند ہوں ان کی تکلیف کم یا زیادہ ہو اور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں تمام اللہ سبحانہ کی قضاء و قدر سے ہوتے ہیں اور بیشک اللہ ہی کیلئے ارادہ اور حکم ہے بندے کا تو کمانا اور فعل کو ملنا ہے اور یہاں مراد پورا ایمان ہے اور اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے خدا تعالی بدعتی کے قبول عمل سے انکار کرتے ہیں حتی کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرے اور اس میں اس بات کو معلوم

یجب المتقین انتہی کلام العلامۃ علی القاری فی شرح المشکوٰۃ بلفظہ۔
وقال العلامۃ ابو الحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ وقال الطیبی رفی الحدیث ارشاد عظیم وبیان شاف لازالۃ ما طلبہ منہ لانہ یقدم ربہ قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین وبین فیہ بانہ تعالی مالک الملک فلہ ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء ولا یتصور منہ ظلم لان حقیقۃ الظلم التصرف فی ملک الغیر ولا ملک لغیر اللہ تعالی اصلا ثم بین بقولہ ولو رحمہم کانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم بان النجاۃ من العذاب انما ہی برحمۃ اللہ عز وجل لا باعمال فالرحمۃ خیر منہا وقولہ ولو کان لک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ما قبلہ اللہ منک حتی تؤمن بالقدر فیہ اشارۃ الی انہ لا قبول لعمل المبتدع عند اللہ وہو مبنی علی القول بکفر منکرہ انتہی کلام ابی الحسن السندی فی حاشیتہ علی ابن ماجۃ بلفظہ۔

کرانا ہے کہ بدعتی لوگ متقیوں میں سے نہیں ہیں، (علامہ قاری ملا علی کا کلام شرح مشکاۃ میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوئی، اور علامہ ابو الحسن سندھی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اور طیبیؒ نے کہا ہے اور حدیث میں بڑی راھنمائی اور بیان شافی ہے ابن دیلمی کے طلب کردہ سوال کے ازالہ کیلئے کیونکہ اس سے عقلی حسن و قبح والا قاعدہ منعدم ہو جاتا ہے اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالے تمام بادشاہی کا مالک ہے پس اس کا حق ہے کہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہیے تصرف کرے اور جیسا اس کا ظلم نہ تصور کیا جائیگا کیونکہ ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا اور غیر اللہ کے ملک میں قطعی طور پر کوئی چیز نہیں پھر آپؐ نے اپنے اس قول کہ اور اگر اللہ تعالے ان پر رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کیلئے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہوگی یہ بیان فرمایا کہ بیشک عذاب سے نجات اللہ کی رحمت سے ہے نہ کہ اعمال کا نتیجہ۔ پس رحمت اعمال سے افضل ٹھہری اور آپؐ کے اس قول اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو یا احد کی مثل ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تب بھی اللہ تعالے اسے قبول نہ فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائیگا اس کی طرف کہ بدعتی کے عمل کا قبول کرنا اللہ کے ہاں نہیں ہے اس کی بناء اس پر ہے تقدیر کا منکر کافر ہے ابو الحسن سندھی کا کلام ابن ماجہ کے حاشیہ والی انہی کے الفاظ میں ختم ہوا)

وَفِي الْمُوَطَّأِ لِلْإِمَامِ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَالَ شَارِحُهُ الْعَلَّامَةُ الزُّرْقَانِيُّ أَيْ لِمَوْتِهِ قَبْلَ الْبُلُوغِ مَأْخُوذٌ مِنْ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ فَعَدَّ مِنْهَا وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تُكْتَبُ لَهُ الْحَسَنَاتُ وَلَا تُكْتَبُ عَلَيْهِ السَّيِّئَاتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ غَيْرَ فِتْنَةٍ بِدَلَائِلَ مِنَ السُّنَّةِ الثَّابِتَةِ وَلَوْ عَذَّبَ اللهُ عِبَادَهُ أَجْمَعِينَ لَمْ يَظْلِمْهُمْ انْتَهَى الْمَقْصُودُ وَقَالَ الْعَلَّامَةُ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ الْغَزَالِيُّ فِي الْإِحْيَاءِ فِي الْجُزْءِ الْأَوَّلِ وَلِلّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِيلَامُ الْخَلْقِ وَتَعْذِيبُهُمْ مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ سَابِقٍ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ لِأَنَّهُ مُتَصَرِّفٌ فِي مِلْكِهِ وَلَا يُتَصَوَّرُ أَنْ يَعْدُوَ تَصَرُّفُهُ مُلْكَهُ إِلَى آخِرِ مَا أَطَالَ بِهِ وَفِيهِ أَيْضًا وَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مُتَفَضِّلٌ بِالْخَلْقِ وَالْاِخْتِرَاعِ وَالتَّكْلِيفِ لَا عَنْ جِهَةِ وُجُوبٍ عَلَيْهِ وَمُتَطَوِّلٌ بِالْإِنْعَامِ وَالْإِصْلَاحِ لَا عَنْ لُزُومٍ فَلَهُ الْفَضْلُ وَالْإِحْسَانُ وَالنِّعْمَةُ وَالْاِمْتِنَانُ إِذْ كَانَ قَادِرًا عَلَى أَنْ يَصُبَّ عَلَى عِبَادِهِ أَنْوَاعَ الْعَذَابِ وَيَبْتَلِيَهُمْ بِضُرُوبِ الْآلَامِ وَالْأَوْصَابِ وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَكَانَ مِنْهُ عَدْلًا وَلَمْ يَكُنْ

مؤطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی ایک معصوم بچے پر مؤطا شریف کے شارح علامہ زرقانی فرماتے ہیں کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے مرگیا تھا یہ ماخوذ ہے حدیث قلم تین انسانوں سے اٹھالی گئی ہے پس آپ نے ان سے شمار کیا ہے بچہ محتلم ہونے سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتی پس میں نے حضرت ابی ہریرہ سے سنا آپ یہ دعا پڑھتے تھے یا اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عذاب قبر عذاب قبر کے فتنہ سے الگ ہے اسکے سنت سے بہت دلائل ثابتہ ہیں اور اگر اللہ تعالےٰ اپنے تمام بندوں کو عذاب دے تو ان پر ظلم نہ کرے گا مقصود ختم ہوا، حجۃ الاسلام علامہ غزالی احیاء العلوم جزء اول میں فرماتے ہیں اور اللہ سبحانہ کا حق ہے کہ مخلوق کو عذاب اور درد پہنچائے بغیر کسی پہلے گناہ کے بدلہ میں معتزلہ کے مسلک کے برعکس یہ معاملہ ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ملک میں تصرف ہے اور اس کا ملک ختم نہیں ہوتا اگرچہ اس کا تصرف کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو جائے اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اس میں سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی پیدا کرنے ایجاد کرنے اور تکلیف کرنے کی وجہ سے فضیلت والا ہے یہ چیزیں اس پر واجب

مِنْهُ قَبِيحًا وَلَا ظُلْمًا وَإِنَّهُ يُثِيبُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الطَّاعَةِ بِحُكْمِ الْكَرَمِ وَالْوَعْدِ بِحُكْمِ الْاسْتِحْقَاقِ وَاللُّزُومِ وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَقٌّ لِأَحَدٍ وَإِنَّ حَقَّهُ فِي الطَّاعَةِ وَاجِبٌ عَلَى الْخَلْقِ بِإِيجَابِهِ عَلَى أَلْسُنِ أَنْبِيَائِهِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَامُهُ إِلَى آخِرِ كَلَامِ الْإِمَامِ الْغَزَالِيِّ فَانْظُرْهُ فَإِنَّ فِيهِ الشِّفَاءَ لِمَنْ كَانَ عَلَى شَفَا وَأَيْضًا إِيلَامُ الْأَطْفَالِ وَالدَّوَابِّ مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ سَابِقٍ مِنْهُمْ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ فِي الْأَطْفَالِ الدَّوَابِّ وَلَا يُنْسَبُ فِي فِعْلِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى ذٰلِكَ بِهِمْ إِلَى الظُّلْمِ فَالْقَائِلُونَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَوْ عَذَّبَ عِبَادَهُ الطَّائِعِينَ وَأَنْعَمَ عَلَى الْعَاصِينَ يَكُونُ ذٰلِكَ ظُلْمًا مِنْهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا وَلَيْسَ لَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ دَلِيلٌ صَرِيحٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا نَشَأَ ذٰلِكَ مِنْ فَهْمِهِمْ وَذٰلِكَ خِلَافُ مَا أَخْبَرَ بِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مِنْ إِثَابَةِ الْمُطِيعِ وَتَعْذِيبِ الْعَاصِي وَهُوَ صَحِيحٌ۔

نہیں ہیں اور وہ انعام و اصلاح کو زیادہ کرنیوالا ہے یہ اس پر لازم نہیں بلکہ اسی کیلئے ہے فضل کرنا۔ احسان کرنا نعمت دینا اور نعمت کا جتلانا، کیونکہ وہ قادر ہے اس پر کہ اپنے بندوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچائے اور ان کو ہر قسم کے داد اور دائمی بیماریوں سے آزمائے اور اگر وہ یہ کردے تو اسکا عدل ہوگا اور یہ فعل اس سے قبیح اور ظلم کیوجہ سے صادر نہ ہوگا اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ثواب دیگا طاعت کرنے پر کرم کیلئے اور استحقاق و التزام کے وعدہ کیلئے اور اس پر کسی کا حق لازم نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسکا حق مخلوق پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں جیسے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی زبانوں کے ساتھ لازم کیا ہے علامہ غزالی کے کلام آخر تک پس آپ اس کلام کو دیکھیں اس میں اس انسان کیلئے شفا ہے جو گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو (گمراہی کے) اور یہ بھی یاد رکھو اللہ تعالےٰ کا بچوں اور چارپاؤں کو درد پہنچانا ان کے سابق جرم کی وجہ سے نہیں ہے (کیونکہ وہ تو معصوم ہیں) جیسے کہ آپ اسکا مشاہدہ بچوں اور چارپاؤں میں کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ یہ فعل ان کے ساتھ کرنا اسے ظلم کی طرف منسوب نہ کیا جائیگا پس جو لوگ اس کے قائل نہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ اپنے مطیع انسانوں کو عذاب دے اور نافرمانوں کو انعام دے تو یہ اسکا ظلم ہوگا اللہ بلند و منزہ ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے اور انکی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے اور یہ تو صرف ان کی اپنی سمجھ کا نتیجہ ہے اور یہ خلاف ہے اسکے جو اللہ تعالےٰ نے اطلاع دی ہے کر دہ۔

وَلٰكِنْ لَيْسَ ذٰلِكَ مِنْهُ عَلٰى جِهَةِ الْوُجُوْبِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَلَا نَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ بَابِ الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ الْعَقْلِيَيْنِ وَهٰذِهٖ قَاعِدَةٌ بَاطِلَةٌ لَا دَلِيْلَ عَلٰى صِحَّتِهَا وَهٰذِهِ الْقَاعِدَةُ هِيَ الَّتِيْ بِنَاءُ عَلَيْهَا الْمُعْتَزِلَةُ وَبَعْضُ الْحَنَفِيَّةِ ذٰلِكَ الْمَذْهَبُ وَقَدْ قَالَ الْعَلَّامَةُ الْمُحَقِّقُ الْعَيْنِيُّ اِنَّهَا قَاعِدَةٌ بَاطِلَةٌ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ شَرْعِيَّةٍ يَجِبُ قَبُوْلُهَا كَمَا سَيَاْتِيْ فَالْحَاصِلُ اَنَّ الَّذِيْ نَقَلْنَاهُ مِنْ كَلَامِ الْاَئِمَّةِ الْمُحَقِّقِيْنَ صَرِيْحٌ فِيْ بُطْلَانِ مَا قَالَهُ الْمُعْتَزِلَةُ وَبَعْضُ الْحَنَفِيَّةِ مِنْ جَوَازِ نِسْبَةِ الظُّلْمِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ رَبُّ الْاَرْبَابِ وَمِمَّا يُؤَيِّدُ نَفْيَ وُقُوْعِ ذٰلِكَ مِنْهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى رَدًّا عَلَى النَّصَارٰى قَوْلُهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا قَالَ الْعَلَّامَةُ سُلَيْمَانُ الْجَمَلُ فِيْ حَاشِيَتِهٖ عَلَى الْجَلَالَيْنِ وَتَعْمِيْمُ اِرَادَةِ الْاِهْلَاكِ لِلْكُلِّ مَعَ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ بِالْاِقْتِصَارِ عَلَيْهِ تَهْوِيْلًا لِلْخَطْبِ

مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دیگا یہ تو درست ہے لیکن اس کا یہ جزاء و سزا دینا وجوب کیلئے نہیں ہے اور چونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی حسن و قبح کے قبیل سے ہے اور یہ تو قاعدہ ہی باطل ہے اس کی صحت پر کوئی دلیل ہی نہیں علامہ محقق عینی فرماتے ہیں یہ قاعدہ کوئی دلیل شرعی نہیں ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے جیسے کہ اس کی بحث عنقریب آئیگی پس حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ محققین کے کلام سے ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ معتزلہ کے قول کے بطلان کیلئے صریح ہے اور بعض احناف کے قول کے بطلان کیلئے بھی صریح ہے جو کہ نسبت ظلم اللہ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ رب الارباب ہے اور اس کے وقوع کی نفی کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے جس میں اللہ تعالیٰ نصاریٰ کی تردید فرما رہے ہیں تحقیق کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ بیشک اللہ ہی مسیح بن مریم ہے (الآیۃ) ان تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دے اگر اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرنا چاہئے تو کون انہیں چھڑاتے کا مالک ہے اللہ تعالیٰ کی سے (الآیۃ) علامہ سلیمان الجمل جلالین کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں اور عام کرنا ارادے کو تمام کے ہلاک کیلئے باوجودیکہ مقصود تو صرف مسیح پر ہی اقتصار کرنے سے حاصل تھا اس لئے ہے کہ مخاطب کو ڈرانے کیلئے اور کمال عجیب کو ظاہر کرنے کیلئے ہے اس کے بیان کے ساتھ کر

وَإِظْهَارُ الْكَمَالِ الْعَجَبِ بِبَيَانِ إِنَّ الْكُلَّ تَحْتَ قَهْرِهِ تَعَالٰى وَتَخْصِيصُ أُمِّهِ بِالذِّكْرِ مَعَ انْدِرَاجِهَا فِي ضِمْنِ مَنْ فِي الْأَرْضِ لِزِيَادَةِ تَاكِيدِ عَجْزِ الْمَسِيحِ انْتَهٰى۔

وَقَالَ الْإِمَامُ فَخْرُ الدِّينِ الرَّازِي تَحْتَ قَوْلِهِ تَعَالٰى فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا هٰذِهِ جُمْلَةٌ شَرْطِيَّةٌ تَقَدَّمَ فِيهَا الْجَزَاءُ عَلَى الشَّرْطِ وَالتَّقْدِيرُ إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَمَنْ ذَا الَّذِي يَقْدِرُ أَنْ يَّدْفَعَهُ عَنْ مُرَادِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَمَقْدُورِهِ وَقَوْلُهُ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا أَيْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنْ أَفْعَالِ اللّٰهِ شَيْئًا وَالْمُلْكُ هُوَ الْقُدْرَةُ وَالْمَعْنٰى مَنْ ذَا الَّذِي يَقْدِرُ عَلٰى دَفْعِ شَيْءٍ مِنْ أَفْعَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَنْعِهِ عَنْ مُرَادِهِ تَعَالٰى وَقَوْلُهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا يَعْنِي إِنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مُشَاكِلٌ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ فِي الصُّورَةِ وَالْجِسْمِيَّةِ وَالتَّرْكِيبِ وَتَغْيِيرِ الصِّفَاتِ وَالْأَحْوَالِ فَلَمَّا سَلَّمْتُمْ كَوْنَهُ تَعَالٰى الْوَاحِدُ الْقَاهِرُ لِلْكُلِّ مُدَبِّرًا لِلْكُلِّ وَجَبَ أَنْ يَّكُونَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَيْضًا خَالِقًا لِعِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ انْتَهٰى كَلَامُ الْإِمَامِ فَخْرِ الدِّينِ الرَّازِي بِلَفْظِهِ فَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ۔

ہر چیز اس کے غلبہ میں ہے اور اس کی والدہ کے ذکر کی تخصیص کرنا مسیح کے عجز کی تاکید کیلئے ہے باوجودیکہ وہ مَنْ فِي الْأَرْضِ میں داخل تھا، اور امام فخر الدین رازی اللہ تعالٰے کے قول: پس کون مالک ہے اللہ تعالٰے سے چھڑانے کا اگر وہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دے کے تحت فرماتے ہیں جملہ یہ شرطیہ ہے اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے اور تقدیر یہ ہے اگر ارادہ کرے کہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرے پس کون ہے وہ انسان جو دفع کرے اللہ کے ارادہ کو اور اس کی مقدور کو اور اللہ تعالٰی کا قول فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا یعنی کون مالک ہے اللہ کے افعال میں سے کسی کا اور مالک کا معنٰی طاقت ہے اور معنٰی یہ ہے کون ہے جو اللہ کے افعال میں سے کسی فعل کو دفع کرنے اور اس کے مراد کو منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اللہ تعالٰی کا قول اور جو کچھ بھی زمین میں ہے اللہ کی مراد یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اہل ارض کے ہم مثل ہیں صورت، جسمیت، ترکیب اور صفات و احوال کے تغیر و تبدل میں پس کیوں تم نے اس کو اللہ یکتا، غالب اور ہر چیز کا مدبر تسلیم کیا ہے ضروری ٹھہرا کہ اللہ تعالٰے عیسٰی علیہ السلام کا بھی خالق ہو ختم شد امام غزالی کا کلام انہی کے الفاظ ہیں،

وکما قاله العلامة سلیمان الجمل فی حاشیته علی الجلالین والامام الفخر الدین الرازی فی بیان معناها من ان الکل تحت قهره حتی من هو افضل خلقه عیسی علیه السلام وجمیع من فی الارض فکیف لا یقدر علی فعل ما یریده فیهم اجمعین من خیر او من شر لان الجمیع تحت قهره وفی قبضته وفی ملکه وملکه یتصرف فیهم کیف یشاء لا یسأل عما یفعل ویفعل الله ما یشاء فلا ظلم فیما یفعله سبحانه وتعالی من تعذیب المطیع واثابة العاصی ولکنه لا یفعل ذلك بهم فضلا واحسانا وجودا علی عباده لا انه لا یقدر علی ذلك نعلم من هذا انه سبحانه وتعالی اوجد الاشیاء مرتبة ترتیبا بدیعا محکما لا یتحول عن ذلك الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم لا انه لا قدرة له سبحانه وتعالی علی التحویل والتبدیل والا لزم خروج بعض الممکنات عن حیز قدرته وذلك عجز تعالی الله عن ذلك علوا کبیرا وعلی کل حال فتطویل الکلام والبحث فی هذه المسألة والمناقشة مع انها قضیة فرضیة لا وقوعیة بالاتفاق ثبت علی جوازها فرضا لا وقوعا من

پس اس آیت کریمہ کی تشریح میں جو کچھ علامہ سلیمان الجمل نے جلالین کے حاشیہ پر اور علامہ رازی نے فرمایا ہے کہ بیشک ہر چیز اس کے غلبہ کے تحت ہے حتی کہ اس کی مخلوق کا اشرف فرد عیسیٰ علیہ السلام بھی تابع ہے اور تمام اہل ارض مطیع ہیں پس وہ کیسے طاقت نہیں رکھتا ان تمام کے بارے میں خیر و شر کے ارادہ پر کیونکہ ہر چیز اس کے تسلط، قبضہ اور ملک میں ہے اور اپنے ملک میں جیسے چاہتے کرے اس کے کام کا اس سے سوال نہ کیا جائیگا اور اللہ جو چاہتے کرے اس کا کام ظلم نہ ہوگا، خواہ وہ مطیع کو عذاب کو دینے سے اور عاصی کو ثواب دینا ہی کیوں نہ ہو، اور لیکن وہ ان پر فضل احسان اور ان کے سخاوت کرنے کی غرض سے یہ کرے گا نہیں کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اشیاء کی ترتیب کو بڑا مضبوط و مستحکم اور عجیب بنایا ہے وہ اشیا ترتیب سے پھیرے گا نہیں کیونکہ اس کے علم میں پھرنا اور تبدیل نہیں ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ اس پر قادر نہیں تحول اور تبدیل پہ، ورنہ بعض ممکنات کا اس کے قبضہ قدرت سے خروج لازم آئیگا اور یہ عجز کی بات ہے اللہ تعالے عجز سے بہت بلند و برتر ہے بہر حال یہ ایک فرضی قضیہ ہے اس کا وقوع نہ ہوگا اس لئے اس میں بحث کلام کو طول دینا اور مناقشہ کرنا درست نہیں (اس کے وقوع نہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے) اس فرضی طور پر جواز کتاب و سنت سے ملتا ہے وقوعی طور پر نہیں ملتا لیکن قرآن کی دلیل، حافظ ابن حجر فتح الباری میں

اَلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَمَّا الْكِتَابُ فَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي اَنَّ اَهْلَ السُّنَّةِ تَمَسَّكُوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا يُسْاَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَاَمَّا السُّنَّةُ فَحَدِيْثُ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ الَّذِيْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ مَعَ مَا قَالَهٗ فِيْهِ شُرَّاحُهٗ وَقَالَ بِمَضْمُوْنِهَا الْمُحَدِّثُوْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ كَالْمَازِرِيِّ وَالْمُهَلَّبِ وَالْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ وَاَفْتٰى بِمَضْمُوْنِهٖ بَعْضُ اَجِلَّاءِ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ كَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَحُذَيْفَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَيْثُ سُئِلُوْا عَنِ الْقَدْرِ فَاَجَابُوْا بِمَضْمُوْنِهٖ مِنْ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنَدًا وَتَقَدَّمَ اَنَّ الْحَافِظَ ابْنَ حَجَرٍ قَالَ فِيْهِ اِنَّ فِيْهِ حُجَّةً عَلَى الْمُرْجِئَةِ وَالْمُجْبِرَةِ وَنَقَلَهُ الْاِمَامُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِيْ مِنْهَاجِ السُّنَّةِ وَتِلْمِيْذُهُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِيْ

فرماتے ہیں اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کے قول: (فعل کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے والآیۃ) لیکن سنت کی دلیل، پس وہ حدیث ابن دیلمی کی ہے جس کا ذکر شارحین کی تشریح کے سمیت گزر چکا ہے اور اس کے مضمون کے مطابق محدثون نے فرمایا تھا جیسے کہ مازری مہلب حافظ ابن حجر ابن عبدالبر اور اسی کے مضمون کے مطابق صحابہ میں سے بعض جلیل القدر علماء نے فتویٰ دیا تھا، مثلاً ابی بن کعب رضؓ حذیفہ رضؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ عمران بن حصینؓ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ ان سے سوال قدر کے متعلق کیا گیا، پس انہوں نے اسی کے مضمون کے ساتھ جواب دیا کہ بیشک اگر اللہ تعالےٰ زمین وآسمان والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دیگا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ان کیلئے اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے ان کیلئے بہتر ہوگی اور یہ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع ثابت ہو چکی ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا تھا کہ بیشک اس میں دلیل مخالف ہے مرجئہ اور مجبرہ فرقہ پر اور اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ نے مفتاح دار السعادۃ اور التبیان فی اقسام القرآن میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن قیمؒ سے پسند کرتے

مفتاح دار السعادة وفي التبيان في أقسام الله في القرآن ونقله الحافظ بن حجر مرتضياً له عن ابن القيم كما تقدم فلو كان غير قابل للاحتجاج لما قال فيه ما قال وحينئذ فنسبة وقوع الظلم في ذلك إلى الباري سبحانه وتعالى مما تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ومما يليق نسبته إلى الباري تعالى فالتسليم لذلك والتفويض فيه إلى الله عز وجل هو اللائق بالسني الذي يدعي أنه من أهل السنة فإنه سبحانه مالك الأمر كله القادر القاهر فوق عباده كل العالمين تحت قهره وتصرفه يفعل فيهم ما يشاء لا راد لما قضاه ولا راد لما قضاه لا يسأل عما يفعل ويفعل ما يشاء. وقال العلامة ابن رجب في شرحه على الأربعين الحديث للنووي عند إيراده حديث يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما الحديث يعني أنه سبحانه وتعالى منع نفسه عن الظلم لعباده كما قال وما أنا بظلام للعبيد وقال تعالى وما الله يريد ظلما للعالمين وقال

ہوئے نقل کیا ہے پس اگر یہ حدیث دلیل کے قابل نہ ہوتی تو یہ لوگ اسکے متعلق نہ کہتے جو انہوں نے کہا ہے اور ایسے ظلم کی نسبت اس کی طرف معاملہ میں اس سے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے بندوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف حرام ہے پس اسے تسلیم کر لینا اور اس مسئلہ میں اللہ ہی کی طرف سونپ دینا ہی لائق ہے ایک سنی کیلئے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک امر کا مالک اپنے بندوں پر غالب وقادر ہے سارا جہان اس کے غلبہ و تصرف کے تحت ہے ان میں وہ جو چاہیئے کرے اس کے فیصلے ارادے اور پسندیدہ کام کو کوئی رد کرنیوالا نہیں اس سے اس کے کام کے متعلق سوال نہ ہوگا وہ جو چاہیئے کرتا ہے، اور علامہ ابن رجب حدیث کی کتاب اربعین نووی کی شرح میں حدیث، اے میرے بندو بیشک میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے اور اسے تم پر حرام ٹھہرا، (حدیث) وارد کرنے کے موقع پر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اپنے نفس کو روک لیا ہے جیسے ارشاد باری ہے اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنیوالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اور اللہ تعالیٰ جہانوں پر ظلم کرنیکا ارادہ نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، بیشک اللہ تعالیٰ رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اور جو بھی مومن ہو کر نیک کام کرے گا پس نہیں

تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَقَالَ تَعَالیٰ وَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحَاتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا فَالْھَضْمُ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَالظُّلْمُ اَنْ یُعَاقَبَ بِذُنُوْبِ غَیْرِہٖ وَمِثْلُ ھٰذَا کَثِیْرٌ فِی الْقُرْاٰنِ وَھُوَ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلَی الظُّلْمِ وَلٰکِنْ لَا یَفْعَلُہٗ جُوْدًا وَّکَرَمًا وَّاِحْسَانًا اِلٰی عِبَادِہٖ وَقَدْ فَسَّرَ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ الظُّلْمَ بِاَنَّہٗ وَضْعُ الْاَشْیَاءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہَا وَاَمَّا مَنْ فَسَّرَہٗ بِالْمُتَصَرِّفِ فِیْ مِلْکِ الْغَیْرِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَقَدْ نُقِلَ نَحْوُہٗ عَنْ اِیَاسِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ الظُّلْمَ مُسْتَحِیْلٌ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰے غَیْرُ مُتَصَوَّرٍ فِیْ حَقِّہٖ لِاَنَّ کُلَّ مَا یَفْعَلُہٗ فَھُوَ تَصَرُّفٌ فِیْ مُلْکِہٖ وَبِنَحْوِ ذٰلِکَ اَجَابَ اَبُو الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِیُّ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ حِیْنَ سَاَلَہٗ عَنِ الْقَدَرِ وَاَخْرَجَ اَبُوْدَاؤٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ سِنَانٍ عَنْ وَھْبِ بْنِ خَالِدِ الْحِمْصِیِّ عَنِ ابْنِ الدَّیْلَمِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ اُبَیَّ ابْنَ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ملکہ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ لَوْ عَذَّبَ اَھْلَ سَمٰوٰتِہٖ وَاَھْلَ اَرْضِہٖ لَعَذَّبَھُمْ وَھُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ لَّھُمْ وَلَوْ رَحِمَھُمْ لَکَانَتْ رَحْمَتُہٗ خَیْرًا لَّھُمْ

ڈرے گا وہ ظلم ونقصان سے پس ہضم کی تعریف یہ ہے اس کی نیکیاں کم کر دی جائیں اور ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہ کے جرام میں اسے سزا دی جائے اور ایسی آیات قرآن میں بہت ہیں اور وہ آیات ان دلائل سے ہیں جو کہ دلالت کرتے ہیں کہ بیشک اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن یہ فعل وہ کرم سخاوت اور اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے نہیں کریگا اور تحقیق اکثر اہل علم نے ظلم کی تعریف کی ہے، چیز کا اس کے محل کے بغیر کسی دوسرے محل پر رکھنا اور لیکن وہ انسان جس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ غیر کے ملک میں اس کے اذن کے بغیر تصرف کرنا یہ تعریف ایاس بن معاویہ جیسے لوگوں سے منقول ہے پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ بیشک ظلم اللہ پر محال ہے اس کے حق میں اس کا تصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جو بھی کریگا پس وہ اپنے ملک میں تصرف ہوگا اور ابوالاسود دوئی نے بھی عمران بن حصین کو بھی اسی طرح کا جواب دیا تھا جب کہ اس نے اس سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تھا اور امام ابوداؤد اور ابن ماجہ حدیث لائے ہیں ابی سنان راوی ہیں وہب بن خالد حمصی سے وہ ابن دیلمی سے کہ اس نے ابی ابن کعب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بیشک اگر اللہ تعالےٰ اپنے زمین و آسمان والوں کو عذاب دے تو وہ انکو عذاب دیگا حالانکہ وہ ظالم نہ ہوگا اور ان پر رحمت کرے تو اکی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بہتر ہو

مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَاِنَّهُ اَتَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَاَلَهُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَى زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْمَشْهُوْرِ بِالْعِلْمِ وَقَدْ يُحْمَلُ عَلٰى اِنَّهُ لَوْ اَرَادَ تَعْذِيْبَهُمْ لَقَدَّرَ عَلَيْهِمْ مَا يُعَذِّبُهُمْ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ غَيْرَ ظَالِمٍ حِيْنَئِذٍ لِكَوْنِهِ خَلَقَ اَفْعَالَهُمْ وَفِيْهَا الظُّلْمُ وَلَا يَقْتَضِيْ وَصْفَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِالظُّلْمِ كَمَا لَا يُوْصَفُ سَائِرَ النَّتَائِجِ الَّتِيْ يَفْعَلُهَا عِبَادُهُ وَهِيَ خَلْقُهُ وَتَقْدِيْرُهُ فَاِنَّهُ لَا يُوْصَفُ بِاَفْعَالِ عِبَادِهِ فَاِنَّ اَفْعَالَ عِبَادِهِ مِنْ مَخْلُوْقَاتِهِ وَمَفْعُوْلَاتِهِ وَهُوَ لَا يُوْصَفُ بِشَيْءٍ مِنْهَا وَاِنَّمَا يُوْصَفُ بِمَا قَامَ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ وَاَفْعَالِهِ اِنْتَهٰى كَلَامُ ابْنِ رَجَبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِلَفْظِهِ وَلٰكِنْ قَوْلُهُ فِيْ اِسْنَادِ حَدِيْثِ ابْنِ الدَّيْلَمِيْ وَهْبُ ابْنُ خَالِدٍ الْحِمْصِيُّ وَلَيْسَ بِالْمَشْهُوْرِ بِالْعِلْمِ فَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي التَّقْرِيْبِ وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ الْحِمْيَرِيُّ اَبُوْ خَالِدٍ ثِقَةٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَقَالَ فِي الْخُلَاصَةِ وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِيْنٍ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَاَخْرَجَ لَهُ اَبُوْ

افضل ہوگا اور ابن دیلمی نے ابن مسعودؓ سے جاکر پوچھا انہوں نے ویسے ہی کہا پھر وہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے اسے اسیطرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں وہب بن خالد راوی علم میں قدرے مشہور نہیں ہے اور اسے اس پر حمل کیا جائیگا کہ اگر وہ ان کی تعذیب کا ارادہ کرے تو وہ .. اپنے ارادہ تعذیب پر قادر ہے پس وہ ظالم نہ ہوگا اس وقت واسطے اس کے بندوں کے افعال کا خالق ہونے کیلئے اور ان کے افعال میں سے ایک ظلم بھی ہے اور تمام کاموں کا خالق ہونا یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ظلم اس کی صفت ہے، جیسے اور دوسرے کام جن کو اس کے بندے کرتے ہیں اور وہ کام اللہ کی قدرت میں ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اس کی صفت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ صرف اپنے افعال سے متصف ہے اپنے بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال تو اس کے مخلوق و مفعول ہیں اور وہ تو صرف ان صفات و افعال کے ساتھ موصوف ہے جن کے ساتھ وہ قائم ہے ابن رجب کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور لیکن ابن رجب کا ابن دیلمی والی حدیث. حدیث کے راوی وہب بن خالد حمصی کے متعلق کہنا کہ وہ علم کے ساتھ مشہور نہیں (اس میں نظر ہے) حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں، وہب بن خالد حمیری ابو خالد ثقہ ہے ساتوں طبقہ کا انسان ہے، اور "خلاصہ" میں فرماتے ہیں، اسے ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے

داود والترمذی وابن ماجة ووثقه ابوداؤد وسعید بن سنان الکوفی البرجمی بضم الجیم بینهما راء ساکنة ابوسنان الکوفی الاصغر نزیل قزوین وثقه ابن معین وابن ابی حاتم کذا فی الخلاصة وقد اجاب ابوالاسود الدیلی حین سأل عمران بن حصین عن القدر کما فی صحیح مسلم فقال له عمران بن حصین ارأیت ما یکدح الناس الیوم ویعملون اشیء قضی علیهم ومضی فیهم من قدر سبق او فیما یستقبلون مما اتاهم به نبیهم وثبتت علیهم الحجة فقال بل شیء قضی علیهم ومضی فیهم فقال له عمران بن حصین افلا یکون ظلما فقال ابوالاسود ففزعت من ذلك فزعا شدیدا فقلت کل شیء خلق الله وملك یده لا یسأل عما یفعل وهم یسألون قال ابوالاسود فقال لی عمران بن حصین یرحمك الله لم ارد بما سألتك الا لاحزر عقلك ثم ذکر عمران بن حصین الحدیث فاقرار عمران بن حصین اباالاسود علی

ثقہ بتایا ہے اور اسکی حدیث کو امام ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ لاتے ہیں اور امام ابوداؤد نے اسے ثقہ بتایا ہے اور سعید بن سنان کوفی برجمی (جو اس روایت ہے) جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ضمہ باء کے ساتھ باء اور جیم کے مابین راء ساکنہ ہے یہ ابوسنان کوفی اصغر قزوین میں کوچ کرکے آیا تھا اسے ابن معین اور ابن ابی حاتم نے ثقہ بتایا ہے خلاصہ میں بھی اسیطرح ہے اور ابوالاسود دؤلی نے عمران بن حصین کو جواب دیا تھا جب کہ اس سے دریافت کیا تھا جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے عمران بن حصین نے کہا کہ آج کل جو لوگ کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں ان کے متعلق خبر دو اور حکم جاری ہو چکا ہے یا یہ وہ کام ہیں جو یہ کریں گے جو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس لائے اور ان پر دلیل ثابت ہو گی پس ابوالاسود دوئی نے جواب دیا بلکہ یہ ان کاموں سے ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جن کے متعلق حکم گزر چکا ہے، عمران بن حصین نے کہا کیا یہ ظلم نہ ہو جائیگا ابوالاسود دولی کہتا ہے کہ میں اس بات سے سخت گھبرا گیا پس اسلئے میں نے کہا ہر چیز اس کی مخلوق اور اس کا ملک ہے اس کے کام سے سوال نہ کیا جائیگا ان لوگوں کے کاموں سے سوال ہوگا ابوالاسود کہتا ہے مجھے عمران نے کہا میں نے تو صرف اپنے سوال سے تیری کل عقل کو آزمانے کا ارادہ کیا تھا پھر عمران بن حصین کا اقرار کرنا جب کہ اس نے وہ شئی جو اس کی سمجھ میں آگئی کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کا

مَا فِيهِمْ بِقَوْلِهِ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَ اللّٰهُ وَمِلْكُ يَدِهِ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ فَهٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِمَّا يُقَوِّي حَدِيثَ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ عَلَى فَرْضِ ضُعْفِهِ وَإِلَّا فَقَدْ تَبَيَّنَ لَكَ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنْ حَالِ رِجَالِ إِسْنَادِهِ إِنَّهُ حَدِيثٌ قَابِلٌ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهِ كَمَا قَالَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ كَمَا تَقَدَّمَ وَفِي الْحَدِيثِ رَدٌّ عَلَى الْمُرْجِئَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَذَكَرَهُ ابْنُ الْقَيِّمِ كَمَا تَقَدَّمَ فِي مِفْتَاحِ دَارِ السَّعَادَةِ وَفِي التِّبْيَانِ فِي أَقْسَامِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ وَعَلَى فَرْضِ ضُعْفِهِ فَالْحَدِيثُ الْوَارِدُ فِي الْقَدَرِ يَزِيدُهُ قُوَّةً لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْ تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ الْمَرْوِيُّ فِي مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ الْمَرْوِيُّ فِي مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ وَالْآيَاتُ الْقُرْآنِيَّةُ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ كَمَا أَجَابَ أَبُو الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيُّ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَقَوْلِهِ تَعَالٰى إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَكُلُّ مَا ذُكِرَ مِمَّا يُقَوِّي حَدِيثَ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ وَقَدْ تَقَدَّمَ إِنَّهُ صَرَّحَ بِمَضْمُونِهِ الْمَازِرِيُّ وَالْمُهَلَّبُ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَدُعَاءُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

ملک ہے نہیں سوال ہوگا اس کے کام سے لیکن لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جائیگا، پس یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہیں جو ابن دیلمی کی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے اس کے رجال کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے ورنہ جو ہم نے اس حدیث کے رجال کے متعلق بیان کیا ہے اس سے آپ کے لئے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے جیسے کہ ابن حجر نے کہا ہے جیسے مذکور ہوچکا ہے کہ اس حدیث میں رد ہے مرجئہ اور قدریہ کا اور اسے ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے جیسے کہ مفتاح دار السعادۃ اور التبیان فی اقسام اللہ میں گزر چکا ہے اور اس حدیث کے ضعف کو تسلیم کرنے پر بھی پس وہ حدیث جو تقدیر کے متعلق مراد ہے اسے قوت زیادہ کرتی ہے فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور یہ کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، مسلم شریف میں آتی ہے اور دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ بھی شاہد ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول، اس کے کام سے سوال نہیں کیا جائیگا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسے کہ ابوالاسود دؤلی نے عمران بن حصین کو جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے پس مذکورہ دلائل میں سے ہر ایک ابن دیلمی والی حدیث کو تقویت پہنچاتا ہے اور یہ گزر چکا ہے کہ اسی حدیث کے مضمون کے ساتھ تصریح فرمائی ہے مازری مہلب ابن عبدالبر اور

لِأَبِي الْأَسْوَدِ بِقَوْلِهِ رَحِمَكَ اللّٰهُ حَيْثُ عَدَّ فِي صِحَّةِ جَوَابِهِ فَلَوْ كَانَ جَوَابُ أَبِي الْأَسْوَدِ عَلٰى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ لَمَا دَعَا لَهُ وَالْحَاصِلُ أَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ الْمَذْكُوْرِ فِي سُنَنِ أَبِي دَاوٗدَ وَمُسْنَدِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ وَسُنَنِ ابْنِ مَاجَةَ حَدِيْثٌ قَابِلٌ لِلْإِحْتِجَاجِ بِهِ فَإِنَّ أَقَلَّ دَرَجَاتِهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ لِغَيْرِهِ وَهُوَ مِمَّا يُحْتَجُّ بِهِ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِي عِلْمِ مُصْطَلَحِ الْحَدِيْثِ وَقَدْ نَظَمَ مَعْنَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ رَسْلَانَ شَارِحُ أَبِي دَاوٗدَ فِي سَبْعِ مُجَلَّدَاتٍ تِلْمِيْذُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْلِهِ ۔

قَالَ شَارِحُ هٰذِهِ الْمَنْظُوْمَةِ وَهُوَ الْعَلَّامَةُ الْمُحَقِّقُ عَبْدُ الرَّؤُفِ الْمُنَاوِيُّ اَيْ وَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عِقَابُ مَنْ أَطَاعَهُ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِفِعْلِ الْمَأْمُوْرَاتِ وَرَفْضِ الْمَنْهِيَّاتِ كَمَا لَهُ أَنْ يُثِيْبَ مَنْ عَصَاهُ وَأَنْ يُوْلِيَ عَلَيْهِ اَيْ يُؤْتِيَهُ

حافظ ابن حجر نے اور عمران بن حصین کا ابوالاسود دؤلی کے لئے دعا کرنا جب کہ اس نے اس سے صحیح جواب پایا پس اگر ابوالاسود کا جواب عمران بن حصین کے خلاف ہوتا تو وہ اس کیلئے دعا نہ کرتے اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابن دیلمی کی حدیث جو سنن ابی داوٗد مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں آتی ہے وہ قابل حجت حدیث ہے پس کم از کم اس کا درجہ حسن لغیرہ کا ہے اور وہ قابل حجت ہے جیسے کہ یہ قاعدہ علم اصطلاح حدیث میں ثابت ہے ابی داود کے شارح احمد بن رسلان اور ان کے شاگرد حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے معنی کو تقریباً سات کتابوں میں ان اشعار کے ساتھ نظم بنایا ہے

لَهُ عِقَابُ مَنْ أَطَاعَهُ كَمَا	يُثِيْبُ مَنْ عَصَا وَيُوْلِيْ نِعَمَا
كَذَا لَهُ أَنْ يُوْلِمَ الْأَطْفَالَا	وَوَصْفُهُ بِالظَّالِمِ اسْتَحَالَا

۱:۔اسے اپنے مطیع کو سزا دینے کا حق حاصل ہے جیسے کہ وہ اپنے عاصی کو ثواب اور نعمتوں کا والی بنا سکتا ہے

۲:۔اسی طرح اس کا حق ہے کہ بچوں کو درد پہنچائے اور اسے ظالم کے ساتھ موصوف کرنا محال ہے،

اس نظم کے شارح فرماتے ہیں اور وہ شارح علامہ محقق عبدالرؤف مناوی ہیں فرماتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ اپنے بندوں میں سے مومن اور مطیع کو عذاب دے مامور کاموں کے کرنے سے اور منہی اشیاء سے رکنے سے اس نے اطاعت کی ہو جیسے کہ اسے حق ہے کہ اپنے عاصی

نِعَمًا كَثِيرَةً عَظِيمَةً لِأَنَّهُ مِلْكُهُ يَتَصَرَّفُ فِيهِ كَيْفَ يَشَاءُ لَكِنْ لَا يَقَعُ مِنْهُ ذٰلِكَ لِإِخْبَارِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ بِإِثَابَةِ الْمُطِيعِ وَتَعْذِيبِ الْعَاصِي وَقَوْلُ الْمُعْتَزِلَةِ الْغَرَضُ مِنَ التَّكْلِيفِ التَّعَرُّضُ لِلثَّوَابِ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالْإِضْرَارُ بِدُونِ اسْتِحْقَاقٍ وَلَا مَنْفَعَةٍ ظُلْمٌ مَرْدُودٌ بِأَنَّهُ لَا يَعْقِلُ اسْتِحْقَاقَ التَّعِيمِ مِنَ الدَّائِمِ بِمُجَرَّدِ كَلِمَةٍ وَلَا الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمُجَرَّدِ شُرْبِ جُرْعَةٍ مِنْ خَمْرٍ فَالثَّوَابُ إِنَّمَا هُوَ فَضْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ وَعَدَ الْمُطِيعَ بِالثَّوَابِ فَهُوَ يَفِي بِهِ مِنْ غَيْرِ وُجُوبٍ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْخُلْفَ فِي الْوَعِيدِ لَا يُعَدُّ نَقْصًا بَلْ كَرَمًا يُتَمَدَّحُ بِهِ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ وَكَذَا لَهُ أَنْ يُؤْلِمَ الْأَطْفَالَ أَيْ وَالدَّوَابَّ مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ سَابِقٍ وَلَا ثَوَابٍ لَاحِقٍ وَمَعْنَىٰ كَوْنِهِ أَنَّهُ جَائِزٌ عَقْلًا خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ حَيْثُ لَمْ يُجَوِّزُوهُ إِلَّا بِعِوَضٍ جُرْمٍ

کو ثواب دے اور اسے نعمتوں کا والی بنائے یعنی اسے بے بہا نعمتیں دے کیونکہ وہ اس کا ملک ہے وہ اس میں کیسے چاہے تصرف کرے لیکن یہ کام اللہ سے واقع نہ ہو گا کیونکہ اس نے مطیع کو ثواب دینے اور عاصی کو عقاب دینے کی خبر دی ہے اور معتزلہ کا یہ قول کہ بندوں کو تکلیف دینی کاموں کی اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی طرف ثواب کیلئے پیش کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کیوجہ دلیل ، اور جو بھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا خدا تعالیٰ اسے ان باغات میں داخل کریں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں اور تکلیف دینی بغیر مستحق اور نفع کے تو ظلم ہے، مردود ہے کیونکہ خالی ایک کلمۂ شہادت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نعیم میں رہنا غیر معقول ہے اور اسیطرح مجرد ایک گھونٹ شراب کا پینے کیوجہ سے عذاب شدید معقول ہے پس ثواب دینا محض اللہ کا فضل و کرم ہے اور تحقیق اس نے مطیع کو وعدہ دیا ہے پس وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا اس پر واجب نہیں ہے اور ڈانٹ میں وعدہ خلافی کرنا یہ تو کوئی نقص نہیں ہے بل اس کے ساتھ وہ ممدوح ہے جیسے کہ اس پر شاعر کا یہ قول: اور اس طرح اسے بچوں کو درد پہنچانے کا حق حاصل ہے اور چارپاؤں کو سوائے کسی سابق جرم اور نہ ثواب لاحق کے بغیر اور اس کے ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقلاً یہ جائز ہے معتزلہ کے خلاف ہے جبکہ انہوں نے اسے جرم کے عوض کے بغیر جائز نہیں رکھا۔

ومن ثمه اوجبوا ان يقتص من بعض الحيوان لبعض وحسبك في الرد عليهم ما يشاهد من انواع البلايا بالاطفال والحيوان من الآلام والذبح والعقر وغيرها ولم يتقدم منها جرم ونولهم انه يحشرها ويجازيها اما في الموقف او في الجنة بان يدخلها في صورة حسنة يلتذ اهلها برؤيتها او جنة تخصها على اختلاف بينهم في ذلك مردود بان ذلك لا يوجبه العقل وان جوزه ولم يرد به السمع حتى يصلح مستندا للقطع بوقوعه فلا يجوز الجزم به وما ورد من الاقتصاص من القرناء للجماء لا يمنعه العقل لكن لا يوجبه لانه خبر احاد وهو غير مفيد للقطع لان القطع هو المعتبر في العقائد. ولما كان ربما يتوهم من تعذيب المطيع وايلام من لا ذنب له انه ظلم صرح باستحالته عليه سبحانه وتعالى فقال ووصفه بالظالم استحالا سمعا وعقلا اما السمع فيما لا يحصى نحو قوله تعالى ان الله

اوراسی وجہ سے انہوں نے بعض حیوان کا بدلہ بعض سے لے کر دینا واجب کیا ہے اوران کی تردید کیلئے تیرے لئے یہی چیز کافی ہے کہ جنکا مشاہدہ کیا جاتا ہے بچوں اور حیوانات کو قسما قسم کی مصیبتوں سے درد ذبح کرنا اور کونچیں کاٹنا اور دوسری مصائب، اور حالانکہ ان سے کوئی پہلے جرم صادر نہیں ہوا اور معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ ان کو اٹھائے گا اوران کے کام کا بدلہ دے گا یا تو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے وقت یا جنت میں ان کو اچھی صورت میں جنت میں داخل کرنے کے ساتھ جن کو دیکھ کر ان کے ملک خوشی اور لذت محسوس کریں گے یا ان کیلئے کوئی خاص جنت ہوگی یہ مسئلہ انہی کے آپس کے اختلاف کے لحاظ پر ہے اوراس کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ اس نے عقل جائز نہیں رکھتی، اگرچہ انہوں نے اسے جائز رکھا ہے اور پھر اس کو سنا بھی نہیں گیا تاکہ اس کے یقینی وقوع کیلئے دلیل ثابت ہولیں اس لئے اس کے ساتھ پختگی کرنی جائز نہیں اور جو احادیث بعض حیوانوں کے بدلہ سینگ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہیں عقل منع نہیں کرتی لیکن اسے واجب بھی نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ خبر احاد ہیں اور خبر احاد یقین کیلئے مفید نہیں ہے کیونکہ عقائد میں یقین ہی معتبرہ ہے، اور جب کہ بعض اوقات اللہ تعالے کے مطیع کو عقاب اور بے گناہ کو تکلیف دینے سے ظلم معلوم ہوتا ہے اس لئے اس نے ظلم کا اللہ کے ساتھ محال ہونا کہہ دیا پس اس نے کہا کہ اللہ کی صفت ظالم محال ہے کتاب سنت سے سننے اور عقل

لا یظلم مثقال ذرۃ إن اللہ لا یظلم الناس شیئا وما ربک بظلام للعبید یا عبادی إنی حرمت الظلم علی وأما عقلا فلأن الظلم ارتکاب منہی . ولا یتصور اللہ عز وجل لانہ تعالی مالک الأمور کلہا یفعل ما یشاء فلا ظلم فی التعذیب ولا إیلام فرضا ولأنہ وضع الشئ فی غیر محلہ وذلک مستحیل علی المحیط بکل شئ علما ومنہ عرف أنہ سبحانہ تعالی أوجد الأشیاء مرتبۃ ترتیبا بدیعا لا یتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم والتقدیر لا أنہ لا قدرۃ لہ علی التحویل والتبدیل وإلا لزم خروج بعض الممکنات عن حین قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک فثبت استحالۃ وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم وإن أفعالہ واقعۃ علی وفق الحکمۃ انتہی کلام العلامۃ عبد الرؤف المناوی فی شرحہ علی منظومۃ ابن رسلان فی العقائد والفقہ . وقال ابن أبی شریف الحنفی فی شرحہ المسمی بالمسایرۃ علی المسامرۃ لابن الہمام فی علم العقائد واعلم

کے لحاظ سے سنا تو بیشمار ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیشک اللہ تعالیٰ رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کیلئے ظالم نہیں ہے، اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کر لیا ہے (حدیث) اور لیکن عقلی لحاظ سے کیونکہ ظلم منہی کام کا ارتکاب ہے اور اللہ عزوجل سے اسکا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام امور کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پس عذاب اور درد فرضی طور پر تسلیم کر لینے میں کوئی ظلم نہیں اور اس لئے کہ ظلم چیز کو اپنے محل کے غیر میں رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ کام اس ذات کیلئے محال ہے جس نے ہر چیز کو علم کے لحاظ سے گھیرا ہوا ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بڑی عمدہ ترکیب میں مرتب فرمایا ہے وہ اس ترتیب کو تبدیل نہ کرے گا اور نہ ہی پھرے گا کیونکہ اس کے علم و قدرت میں تبدیل و تحویل غیر موجود ہے ورنہ بعض ممکنات کا اس کی قدرت کے احاطہ سے خروج لازم آئیگا اور یہ عاجزی ہے اللہ اس سے بلند و برتر ہے پس ثابت ہو گیا کہ اللہ کی صفت ظلم لانا محال ہے اور اس کے افعال حکمت کے موافق واقع ہوتے ہیں علامہ عبدالرؤف مناوی کا کلام ابن رسلان کے فقہ و عقائد والی نظم کی شرح والی ختم ہوئی، اور ابن ابی شریف حنفی اپنی مسایرہ نامی کتاب جو کہ علامہ ابن الہمام کی کتاب مسامرہ عقائد کے علم میں شرح ہے اس میں فرماتے ہیں اور جانو کہ جب احناف نے محال سمجھا کہ اللہ تعالیٰ تکلیف

اَنَّ الْحَنَفِيَّةَ لَمَّا اَسْتَحَالُوا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ تَكْلِيْفَ مَالَا يُطَاقُ فَهُمْ اَىِ الْحَنَفِيَّةُ لِتَعْذِيْبِ الْمُطِيْعِ الَّذِىْ اسْتَغْرَقَ عُمْرَهٗ فِى الطَّاعَةِ حَالَ كَوْنِهٖ مُخَالِفًا لِهَوٰى نَفْسِهٖ فِىْ رِضَا مَوْلَاهُ وَسَيِّدِهٖ اَمْنَعُ اَىْ فَالْحَنَفِيَّةُ لِتَعْذِيْبِ الْمُطِيْعِ الْمُؤْمِنِ الْمَذْكُوْرِ اَىْ اِنَّهٗ اَوْلٰى بِالْمَنْعِ مِنْ تَكْلِيْفِ مَالَا يُطَاقُ فَهُمْ اَىِ الْحَنَفِيَّةُ مُخَالِفُوْنَ لِلْاَشَاعِرَةِ فِىْ ذٰلِكَ الْقَائِلِيْنَ بِاَنَّ لَهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلٰى مَا مَرَّ تَقْرِيْرُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يُسْاَلُ عَمَّا يَفْعَلُ ثُمَّ مَنَعَ الْحَنَفِيَّةُ ذٰلِكَ بِمَعْنٰى اِنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ تَرْكُهٗ كَمَا تَقُوْلُ الْمُعْتَزِلَةُ بَلْ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَتَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ غَيْرُ لَائِقٍ بِهٖ فَهُوَ مِنْ بَابِ التَّنْزِيْهَاتِ اِذِ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْمُسِىْءِ وَالْمُحْسِنِ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ فَجَعَلَهٗ تَعَالٰى اَىْ جَعَلَ حُكْمَهُمْ بِاَنَّهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ اِسْتِوَاءِ حَيَاتِهِمْ فِى الْبَهْجَةِ وَالْكَرَامَةِ حُكْمًا سَيِّئًا اَىْ قَبِيْحًا وَهٰذَا الَّذِىْ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِى التَّجْوِيْزِ اَىْ تَجْوِيْزًا لُوُقُوْعِ

مالا یطاق دے پس اسلیئے وہ احناف اشاعرہ کے مخالف ہیں جوکہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ مطیع کو عذاب اور عاصی کو ثواب دے سکتا ہے اور یہ اس کا ظلم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے ظلم کا صدور محال ہے جیسے کہ ان کی تقریر ہو چکی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سوال کیا جائیگا اس کے کام سے پھر احناف نے اس معنی کو منع کیا ہے کہ اللہ پر اس کا ترک واجب نہیں ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے، بلکہ یہ کام اسے لائق نہیں پس یہ تنزیہات کے قبیل سے ہے کیونکہ برے اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ قبیح ہے جہاں کہ اللہ نے فرمایا ہے کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے اعمال کئے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک کام کرنیوالوں کی طرح کردیں کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے حکم کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے ساتھ بہشت اور زندگی میں برابر ہو جائیں، کو برا حکم ٹھہرایا ہے یعنی قبیح حکم اور یہ جو مصنف مسامرہ (ابن ھمام) نے اللہ کا محسن کو عذاب دینے کو جواز کا ذکر کیا ہے یا تو عقلی طور پر ہے، اور نہ جائز کرنا ذکر فرمایا ہے اور یا پھر وقوع اس کا یعنی اس کا وقوع اللہ تعالیٰ سے پس اس کا نہ ہونا یقینی ہے اتفاقاً، فرق صرف اتنا ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تو اس کا وقوع اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی

أي وقوع ذلك منه تعالى فمقطوع بعدمه منه سبحانه وتعالى وفاقا غير أنه عند الأشاعرة للوعد بخلافه فإنه سبحانه وتعالى وعد في الكتب المنزلة وعلى ألسن رسله بإثابة المطيع أي ووعده حق لا خلف فيه وعند الحنفية لذلك الوعد والقبح خلافه أي خلاف الموعود من الإثابة وقد تقدم أن محل الاتفاق في الحسن والقبح العقليين أي إدراك العقل قبح الفعل أي صفة النقص وحسنه بمعنى صفة بمعنى صفة الكمال وكثيرا ما يذهل أكابر الأشاعرة عن ذلك النزاع في مسألتي التحسين والتقبيح لكثرة ما في أنفسهم إنه لا حكم للعقل بقبح ولا حسن فذهب لذلك عن خاطرهم محل الاتفاق وهو الحسن بمعنى صفة الكمال والقبح بمعنى النقص انتهى كلام ابن أبي شريف في المسايرة مع شارحه المسمى بالمسايرة۔

لكن قول الحنفية لأنه خلاف الموعود يعني لأنه وعد سبحانه وتعالى أهل طاعته بالثواب وأهل المعاصي بالعقاب فوعده تعالى صدق لا خلف فيه فهذا القول من الحنفية صحيح من أن وعده

منزلہ کتابوں اور رسولوں کی زبانوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مطیع کو ثواب دے گا اور اللہ کا وعدہ حق ہے اس میں خلاف نہیں ہے اور احناف کے ہاں وعدہ خلافی کے لیئے وقوع معدوم ہے اور اللہ کے برابری کو قبیح سمجھنے کیلئے کیونکہ وعدہ تو ثواب کا دیا گیا ہے اور تحقیق گزر چکا ہے کہ عقلی حسن و قبیح کا محل اتفاق ، یعنی عقل کا فعل کے نقص کو پالینا یعنی اس کے نقص کو پالینا مراد ہے اور اس فعل کے حسن کو پالینا اس سے مراد اس کی صفت کمال کو پالینا ہے اور اکثر دفعہ بڑے بڑے اشاعرہ تحسین و تقبیح کے جھگڑے میں غفلت سے کام لیا ہے کیونکہ ان کے نفوس میں عام طور پر یہ چیز ہے کہ عقل کو اشیاء کے حسن و قبیح میں کوئی حکم نہیں پس اس وجہ سے ان کے دلوں سے محل اتفاق نکل گیا اور وہ ہے حسن صفت کمال کے معنی میں ہے اور قبح نقص کے معنی علامہ ابن ابی شریف کا کلام علامہ ابن ھمام کی کتاب مسامرہ کی شرح مسایرہ میں ختم ہو گیا، لیکن حنفیہ کا یہ کہنا کہ ظلم کا وقوع معدوم ہے کیونکہ یہ موعود کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مطیع کے ثواب اور عاصی کے عقاب کا وعدہ فرمایا ہے پس اللہ کا وعدہ سچا ہے اس میں خلاف نہیں ہے پس یہ احناف کا قول بالکل صحیح کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

تعالٰی صدق لاخلف فیہ لکن لیس تمام ذلك بواجب علیہ تعالٰی بل بمحض الفضل والکرم لا بمعنی الوجوب کما تقولہ المعتزلۃ لانہ لا یجب علیہ لاحد شئی فلو عذب جمیع عبادہ الطائعین وانعم علی العاصین تعدل منہ ولا یوصف بالظلم بذلك لان الجمیع ملك یدہ وتحت قہرہ یفعل فیہم ما یشاء لا یسال عما یفعل ولکنہ قد اخبر انہ لا یفعل ذلك فضلا منہ واحسانا الی عبادہ المؤمنین لا ان ذلك واجب علیہ سبحانہ وتعالٰی کما تقولہ المعتزلۃ اذ لا یجب لاحد علیہ شئی فالنجاۃ من العذاب والفوز بالجنۃ انما ہو رحمۃ اللہ عزوجل لا بالاعمال واما قولہ فذہب عن خاطر الاشاعرۃ محل الاتفاق وہو الحسن والقبح بمعنی صفۃ الکمال وصفۃ النقص فالجواب ان الاشاعرۃ لا یمیلون الی ہذہ القاعدۃ وکذا المحققون من الحنفیۃ وانما یمیل الیہا من الحنفیۃ من وافق رایہ رای المعتزلۃ قال العلامۃ العینی فی شرحہ علی البخاری فی باب قول اللہ عزوجل ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین حیث ذکر

اس میں خلاف نہیں، بلکہ محض اس کے فضل وکرم کے ساتھ ہے نہ کہ وجوب کے معنی کے لئے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کیلئے کوئی شئی واجب نہیں ہے پس اگر وہ اپنے تمام مطیع وفرمان بردار بندوں کو عذاب کرے اور عاصیوں پر انعام کرے پس یہ اس کا عدل ہوگا اور وہ ظلم کے ساتھ موصوف نہ ہوگا اس وجہ سے کیونکہ ہر ایک چیز اس کے دست قدرت کا ملک اور اس کے تسلط میں ہے ان میں جو چاہے کرے لیکن اس نے خود ضروری ہے کہ وہ ایسے کرے گا نہیں اپنے مومن بندوں پر فضل اور احسان کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس پر واجب ہے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کیلئے کوئی شئی واجب نہیں ہے پس عذاب سے نجات اور جنت سے کامیابی پانا صرف اللہ کے فضل کیوجہ سے ہے نہ کہ اعمال کیوجہ اور لیکن ابن ابی شریف کا کہنا کہ اشاعرہ کے دل سے محل اتفاق چلا گیا ہے یعنی حسن وقبح صفت کمال اور نقص کے ساتھ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اشاعرہ اس قاعدہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اور اسیطرح احناف سے محقق علماء بھی نہیں مائل ہوتے، اور حنفیہ سے تو صرف وہی لوگ اس قاعدہ کی طرف مائل ہوتے ہیں جو معتزلہ کے موافق ہوتے ہیں علامہ عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اللہ کے قول اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ والے باب میں جہاں کہ امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے

البخاري حديث وأما النار فإن الله ينشئ لها من يشاء أي يخلق لها ويوجد لها.
وقال القابسي المعروف في هذا الحديث إن الله ينشئ للجنة وأما النار فيضع فيها قدمه قال ولا أعلم في شيء من الأحاديث ينشئ للنار خلقا كما في مسلم وقيل هذا وهم من الراوي إذ تعذيب غير العاصي مخالف لكرم الله عز وجل بخلاف الإنعام على المطيع قال الكرماني ولا محذور في تعذيب الله عز وجل من لا ذنب له إذ القاعدة القائلة بالحسن والقبح العقليين باطلة فلو عذب الله المطيع لكان عدلا والإنشاء للجنة لا ينافي الإنشاء للنار والله يفعل ما يشاء فلا حاجة إلى الحمل على الوهم انتهى كلام العيني بلفظه.
وقال العلامة المحقق علي القاري في شرح المشكوة كما تقدم في الحديث إرشاد عظيم لإزالة ما طلب منه لأنه يهدم قاعدة الحسن والقبح العقليين انتهى. ومثل ذلك ذكر أبو الحسن السندي في حاشيته على سنن ابن ماجة كما تقدم في شرحه حديث ابن الديلمي السابق صريح أيضا والله أعلم وحديث

اور لیکن آگ پس اللہ تعالیٰ اس کیلئے جن کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے یعنی اس کیلئے ان کو موجود کر دیتا ہے (حدیث) فرماتے ہیں، کہ کہا قابسی نے کہ مشہور تو اس حدیث میں یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جنت کیلئے اور لیکن آگ اس میں اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک رکھیں گے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آگ کیلئے مخلوق کو پیدا کیا گیا ہو جیسے کہ مسلم شریف میں ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ مطیع کو عذاب دینا اللہ عزوجل کے کرم کے منافی ہے بخلاف انعام کرنے کے مطیع پر کرمانی کہتا ہے اللہ تعالےٰ کے بیگناہ کو عذاب دینے میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ حسن و قبح عقلی کو قبول کرنیوالا باطل ہے پس اگر اللہ تعالےٰ مطیع کو عذاب دے تو انصاف ہوگا اور جنت کیلئے پیدا کرنا آگ کیلئے پیدا کرنے کے مخالف نہیں ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتے ہے پس اسے راوی کے وہم پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں علامہ عینی کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور علامہ محقق ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں جیسے گزر چکا ہے کہ حدیث میں اس کے مطلوب کیلئے بڑی راہنمائی ہے کیونکہ یہ عقلی حسن و قبح کے قاعدہ کو منہدم کر دیتا ہے (ختم ہوا کلام) اور اس طرح علامہ ابوالحسن سندھی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرمایا ہے جیسے ابن دیلمی کی حدیث گذشتہ کی تشریح میں بھی صریح گزر چکا ہے اور اللہ زیادہ

ابن الدیلمی السابق صریح فی انہ لا یجب لاحد من العباد علی اللہ شئ وکذلک الحدیث الوارد فی القدر وفیہ وان تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ ایضا فقد افتی بمضمون حدیث ابن الدیلمی ابی بن کعب وحذیفۃ وعبد اللہ بن مسعود وعمران بن حصین وصرح برفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ولم نقف ان احدا من الصحابۃ خالفھم فی ذلک وقد قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری فی کتاب الاعتصام فیتبع فی النوازل الکتاب ثم السنۃ فاذا لم یوجد فما قالہ الصحابۃ رضی اللہ عنھم اذھم بکتاب اللہ اعلم ونزل بلسانھم وقد وجد بحمد اللہ فی ھذہ المسألۃ ما قالہ بعض الصحابۃ فلو کان لھم فی ذلک مخالف لنقل والاصل عدمہ فما افتی بہ المذکورون من الصحابۃ واعتقدوہ وارتضوہ لانفسھم ھو اللائق بالاعتقاد وعدم الالتفات الی ما سواہ والایات القرانیۃ والاحادیث النبویۃ

عالم ہے اور ابن دیلمی کی سابقہ حدیث اس معاملہ میں صریح ہے کہ بیشک بندوں میں سے کسی ایک کیلئے اللہ پر حق واجب نہیں ہے اور اس طرح تقدیر والی حدیث ہے اور اس حدیث میں بھی ہے کہ تو بری اور بھلی تقدیر پر ایمان لائے اور ابن دیلمی کی حدیث کے مضمون کے ساتھ ابی بن کعبؓ۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین نے بھی فتوٰی دیا ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے مرفوع ہونے کے ساتھ تصریح فرمائی ہے اور پتہ نہیں چلا کہ ان کی صحابہؓ سے کسی نے مخالفت کی ہو اور تحقیق حافظ ابن حجر بھی فتح الباری میں کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ پس اتباع کرے انسان کتاب اللہ کی پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس جب یہ دونوں معدوم ہوں پس صحابہ کے اقوال درضوان اللہ علیہم اجمعین کیونکہ وہ کتاب اللہ کو زیادہ جانتے ہیں اور انہی کی زبان میں نازل ہے اور الحمد للہ اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال پائے گئے ہیں پس اگر ان کا کوئی اس معاملہ میں مخالف ہوتا تو ضرور منقول ہوتا، اور اصل معدوم ہی ہے پس جو مذکور صحابہؓ نے فتوٰی دیا ہے اور جس کے معتقد ہیں اور اپنے لئے جس کو پسند کیا ہے وہ اعتقاد کے لائق ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا اور قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ صریح ہیں کہ اللہ عزوجل کی مشیت اپنے تمام ارادوں میں ہے

الْمُصَرَّحَةِ بِأَنَّ الْمَشِيئَةَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي جَمِيعِ مَا يُرِيدُ تُؤَيِّدُ حَدِيثَ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ وَتُقَوِّيهِ عَلَى فَرْضِ عَدَمِ صَلَاحِيَّتِهِ لِلْاِحْتِجَاجِ وَإِلَّا فَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ قَابِلٌ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهِ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْلَمُ۔

وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ فِرْقَتَانِ فَغَيْرُ خَالِفٍ إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ هُمُ الْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا صَحَّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَا الْتِفَاتَ إِلَى مَا خَالَفَ ذٰلِكَ ۔ وان جل قدرہ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ إِلَّا مَفَاهِيمُ فَهُوَ هَا لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ الصَّرِيحِ فِي الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ بِأَنَّ الْمَشِيئَةَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي جَمِيعِ مَا يُرِيدُهُ فَالْوَاجِبُ عَلَى مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ الْعَمَلُ بِمَا صَحَّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْقِيَامُ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لِأَنَّهُ مَالِكُ الْأَمْرِ عَلَى الْإِطْلَاقِ بِيَدِهِ الْمُلْكُ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَى وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعَ وَلَا

ابن دیلمی کی حدیث کی تائید کرتی ہیں اور اس کو تقویت پہنچاتی ہیں اگر بالغرض اس حدیث کو قابل احتجاج تسلیم کریں ورنہ گزر چکا ہے کہ یہ قابل احتجاج ہے اور اللہ عزوجل زیادہ عالم ہے، اور لیکن بعض کا قول کہ اہلِ سنت کے دو فرقے ہیں پس یہ چیز ڈرانے والی نہیں ہے بیشک اہل سنت ہی صحیح کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہؓ کو مضبوط پکڑتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں اس کی طرف التفات نہیں ہے اگرچہ اس کی قدرت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کیلئے چند مفاہیم کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہوں نے انہیں سمجھا ہے وہ نص صریح کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہے جو قرآن وحدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر ارادہ والے کام میں ہے پس ہر وہ انسان جو گمان کرتا ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے اس پر واجب ہے عمل کرنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صحیح ہو اور عمل کرنا اس پر جسے اللہ تعالیٰ واجب کرے اور بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے کیونکہ وہ مطلق طور پر تمام امور کا مالک ہے اس کی عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور اس کی منع کردہ کو کوئی دے نہیں سکتا اور کسی سے بندہ سے لئے اس پر کوئی شئی واجب نہیں ہے بلکہ وہی کام کرنیوالا مختار کل، اور جو ارادہ کرے اس پر کام کرنیوالا ہے اور جو اس کے خلاف کہتا ہے اس کی طرف کوئی التفاف نہیں ہے اور نہ ہی

شَیْءٌ یَجِبُ عَلَیْهِ لِاَحَدٍ مِنْ عِبَادِهٖ بَلْ هُوَ الْفَاعِلُ الْمُخْتَارُ الْفَعَّالُ لِمَا یُرِیْدُ وَعَدَمُ
الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی مَنْ یَّقُوْلُ بِخِلَافِ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰی مَنْ یَّقُوْلُ بِقَاعِدَةِ الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ
الْعَقْلِیَّیْنِ فَاِنَّهَا کَمَا تَقَدَّمَ قَاعِدَةٌ بَاطِلَةٌ لَا دَلِیْلَ عَلَیْهَا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَقَدْ
غَرِقَ فِیْ بَحْرِهَا مَنْ قَالَ بِهَا وَارْتَضَاهَا فَاِنَّهَا لَیْسَتْ مِنْ دَلَائِلِ الشَّرْعِ بَلِ الدَّلِیْلُ
مَا وَرَدَ بِهِ السَّمْعُ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاِیَّاكَ اَیُّهَا الْاَخُ الصَّادِقُ وَالْخَوْضَ فِیْ هٰذِهِ
الْمَسْأَلَةِ عَلَیْكَ بِکَفِّ لِسَانِكَ وَقَلَمِكَ فِیْهَا فَاِنَّهَا لَیْسَتْ مِنَ الْمَسَائِلِ الضَّرُوْرِیَّةِ
الَّتِیْ عَلَیْهَا الْمُعَوَّلُ وَعَلَیْكَ بِالتَّمَسُّكِ لِظَاهِرِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنَ الدَّلَالَةِ
عَلٰی اِنَّ الْمَشِیَّةَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ جَمِیْعِ مَا یُرِیْدُ لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ دَعُوْا
کُلَّ قَوْلٍ بَعْدَ قَوْلِ اِلٰهِنَا ۔ فَمَا اٰمَنَ فِیْ دِیْنِهٖ بِمُخَاطِرٍ ۔ وَاَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یُّوَفِّقَنَا
لِمَا یُحِبُّهٗ وَیَرْضَاهُ وَاَنْ یَّسْلُكَ بِالْجَمِیْعِ طَرِیْقَ النَّجَاةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِیْنَ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی
اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
اَجْمَعِیْنَ ۔ وَالتَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ ۔

اس کی طرف التفات ہے جو عقلی حسن و قبح کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ جیسے کہ مذکورہ باطل ہے کتاب و سنت سے
اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے اس قاعدہ کا اعتقاد رکھا وہ اس کے سمندر میں غرق ہو گیا اور جس نے اسے
پسند فرمایا کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے نہیں ہے بلکہ دلیل وہی ہے جو کتاب و سنت سے سُنی گئی ہو پس اے سچے بھائی اس
سے بچتے رہنا اور اس میں داخل ہونے سے بچنا اور اپنی زبان و قلم کو اس میں کلام کرنے اور لکھنے سے پکڑے رکھنا کیونکہ
یہ کوئی مسائل ضروریہ سے نہیں ہے جن پر اعتبار ہو سکے اور ظاہر کتاب و سنت جس پر دلالت کرتے ہیں اسے لازم پکڑو،
کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر اس کام میں ہے جس کا ارادہ کرے اس کے کام سے سوال نہ ہوگا اور جو چاہے کرے
شعر: ہمارے معبود کے قول کے سوا ہر قول کو چھوڑ دو پس اللہ کے دین میں خطرے کی جگہ میں رہ کر کوئی ایمان نہیں لایا
اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبوب و پسندیدہ توفیق دے اور تمام کو طریق النجاۃ پر چلائے اور سب
تعریفیں پروردگار جہان کیلئے ہیں اور ہمیں کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے اللہ بڑے اور بلند کے بغیر طاقت نہیں ہے اور اللہ تم
مخلوق سے بہتر خاتم الانبیاء والمرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تمام اصحابؓ وآل اور احسان کے ساتھ تا قیامت تک ان کے تابعداروں پر رحمت اللہ قبول کر

جواب عن سوال تضمن الميل الى مذهب الحلولية

اس سوال کا جواب جو حلولیہ مذہب کی طرف مائل ہونے پر مشتمل ہے

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا على الظالمين ، الجواب والله الموفق لاصابة الصواب لا يخفى ان هذا السؤال قد اشتمل على الفاظ قبيحة موحشة تدل على الميل الى مذهب الحلولية مثل قوله ان الله قديم تلبس بالحادث الخ ومنها ان الله ليس بجسم فان اراد انه ليس بجسم كالاجساد فصحيح واما قوله ولا باسم فان اراد ان الذات المقدسة ليس لها اسم فغير صحيح لانه مخالف لصريح الآيات القرآنية والاحاديث النبوية قال الله تعالى ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها وفى الحديث الصحيح ان لله تسعة وتسعين اسما مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة ومنها تفسيره لا اله الا الله بان الاصنام ذات الله تعالى عن ذلك علوا كبيرا ومنها قوله اى احدى بلباس احمدى الخ ومنها ان معنى قوله صلى الله عليه وسلم ان امتى ستفترق

ہیں اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں سب تعریفیں پروردگار جہان کیلئے ہیں اور تعزت پرہیزگاروں کیلئے ہے اور زیادتی کرنیوالوں پر ہی ہوگی ، الجواب : اور اللہ ہی درستگی تک پہنچنے کی توفیق دینوالا ہے پوشیدہ نہ رہے کہ بیشک یہ سوال تحقیق بہت قبیح الفاظ پر مشتمل ہے جو کہ حلولیہ مذہب کی طرف مائل ہونے پر دلالت کرتے ہیں مثلاً مسائل کا قول ، کہ بیشک اللہ قدیم پہلے ورحادث کے ساتھ ملتبس ہے اور ان میں سے یہ بھی کہ بیشک اللہ جسم نہیں ہے پس اگر اس نے ارادہ کیا ہے کہ وہ دوسرے اجسام کی طرح جسم نہیں تو صحیح ہے اور لیکن اس کا یہ کہنا کہ اللہ نام کے ساتھ نہیں ، پس اگر اس نے مراد لیا ہے کہ بیشک ذاتِ مقدسہ کیلئے نام ہی نہیں ، پس یہ غیر درست ہے کیونکہ یہ صریح قرآن کی ایات اور احادیث نبوی کے مخالف ہے فرمانِ خدا ہے اور اللہ ہی کے لیئے بہترین نام ہے پس اسے ان ناموں سے پکارو (لالانہ) اور صحیح حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کیلئے ۹۹ نام ہیں ایک کم سو جس نے ان تمام کو شمار کیا جنت میں داخل ہو جائینگے اور انہی میں سے سائل کا لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر کرنا ہے کہ بیشک بت اللہ کی ذات ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے اور انہی میں سے ایک احد کو احدی پڑھنا احمدی کے

ثنتان وسبعون فرقة كلها في النار إلا واحدة وأن المراد بهذه الفرقة الواحدة الوجودية أي أهل وحدة الوجود وإن علماء الشريعة الماشين على ظاهر الشريعة والمنكرين بوحدة الوجود ضلال على ما زعمه وغير ذلك مما حواه السؤال من الأباطيل المزخرفة فهذا كله يدل على جهله ومما يخشى على قائله الكفر بذلك إن لم يتب ومنها قوله أن العالم عين ذاته عز وجل فإن ذلك كفر صريح للفرق بين القديم والمحدث فإن العالم حادث وكل حادث كيف يكون عين القديم سبحانك هذا بهتان عظيم۔
وارتكابه لهذه الألفاظ القبيحة الواهية المذكورة في السؤال مبني على القول بوحدة وأن كل شيء عين الحق فكل ذلك ضلال قبيح وانه صريح وعدم معرفته بوحدة الوجود التي تفوه بها كثير من جهلة الصوفية من غير معرفة حقيقتها فلنذكر ما قاله المحققون في ذلك حتى يتضح لك جهل مرتكب هذه الأقوال القبيحة فنقول قال

طرح الخ: اور انہی میں سے یہ ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میری امت عن قریب بہتر فرقے بن جائے گی تمام کے تمام آگ میں ہوں گے مگر صرف ایک کے متعلق کہنا کہ بیشک اس ایک فرقہ سے مراد وجودیہ گروہ ہے یعنی وحدت الوجود کے قائل، اور بیشک علماء شریعت ظاہر شریعت پر عمل کرنیوالے اور وحدت الوجود کے منکر گمراہ ہیں اس کے گمان کے مطابق اور دوسرے باطل خرافات جو پر اس کا سوال مشتمل ہے پس یہ تمام اس کی جہالت پر دال ہیں اور ان کے قائل پر کفر کا خطرہ ہے ان کی وجہ سے اگر توبہ نہ کرے تو اور انہی میں سے اس کا کہنا کہ بیشک عالم اللہ کا عین ہے پس اس کا اعتقاد رکھنا صریح کفر ہے کیونکہ قدیم اور حادث میں بڑا فرق ہے کیونکہ سارا عالم حادث ہے اور ہر وہ چیز جو حادث ہو وہ قدیم کا عین کیسے ہو سکتی ہے پاک ہے تو اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔ اور سوال میں جن بیہودہ اور قبیح الفاظ کا ذکر ہے ان کا ارتکاب کرنا، وحدت الوجود کا اعتقاد رکھنے پر مبنی ہے اور ہر چیز اللہ کا عین ہے کے اعتقاد پر پس یہ سب کچھ قبیح گمراہی ہے اور صریح جھوٹ ہے اور سائل کا وحدت الوجود کو نہ سمجھنا ہے جس کی حقیقت پہنچانتے کے بغیر اکثر جاہل صوفی بولتے ہیں اس بارے میں جو کچھ محققین نے فرمایا ہم اسے آپ کے سامنے پیش کریں گے تاکہ ان قبیح اقوال کے مرتکب کی جہالت آپ کیلئے واضح ہو جائے پس ہم عرض کرتے ہیں، کہ شرح عقائد میں علامہ شیخ ابراہیم کردی فرماتے

العلامة الشیخ ابراہیم الکردی فی شرح العقائد مانصه وقولنا لا اله الا الله ولا خالق لما یشاء الا الله ولا واجب لذاته الا الله ولا وجود فی الازل الا الله دال علی ان وجوب الوجود وبقیة الکمالات التابعة للوجود کلها لله سبحانه بالذات فقد دلت علی انه کان ولم یکن شیء غیره وعلی انه کان قبل کل شیء کما ورد فی الصحیح فلیس للممکنات الموجود شیء فی الازل سوی الثبوت فی علم الحق سبحانه وتعالی من غیر افتتاح ولا اختتام بالدوام لانه الاول والاخر من غیر طارء له ولا زوال کما هو معلومه وهو بکل شیء علی الدوام علیم. فالتوحید افراد القدیم من المحدث فی جمیع المراتب وما یتفرع منها التی یتضمنها لا اله الا الله اما فی الازل فالحق له الوجود والممکن له الثبوت فی علم الله واما فیما لا یزال فالحق له الوجود لذاته و الممکن الوجود بالله لا بذاته ولیس له من الکمالات کالعلم والقدرة وغیرهما

ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اور ہمارا کہنا، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ کے بغیر جو چاہے اسے پیدا کرنیوالا کوئی نہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی واجب الذات نہیں اور اللہ کے سوا ازل میں کوئی موجود نہیں، دلالت کرتا ہے کہ بیشک تمام صفات واجب الوجود ہونا اور دوسرے کمالات جو کہ وجود کے تابع ہیں اللہ سبحانہ کیلئے بالذات ہیں پس تحقیق ان دلائل نے دلالت کی کہ بیشک اللہ تعالیٰ تھا اور اس کا غیر نہ تھا اور اس پر بھی کہ وہ ہر چیز سے پہلے تھا جیسے کہ صحیح میں آیا ہے پس اللہ تعالیٰ کے علم میں ثبوت کے علاوہ ان موجودہ ممکنات میں سے کچھ بھی ازل میں نہ تھی سوائے شروع اور ہمیشہ تک ختم ہونیکے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی زوال اور ختم کے ہونے بغیر اول و آخر ہیں جیسے کہ وہ معلوم ہیں اور ہمیشہ ہر چیز کو جاننے والا ہے پس توحید نام ہے قدیم کے محدث سے تمام مراتب میں اور تمام ان اشیاء میں جن کو کلمۂ شہادت مشتمل ہے منفرد ہونیکا لیکن ازل میں تو اللہ کے لئے وجود ہے اور ممکن کے لئے علم اللہ میں ثبوت ہے اور لیکن اس میں جو ہمیشہ نہ رہے پس اللہ کے لئے وجود لذاتہ ہے اور ممکن کا وجود اللہ کے وجود کے سبب ہے بذات نہیں ہے اور اس کے لئے علم وقدرت اور دوسرے کمالات صرف وہی حاصل ہیں، مگر جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیئے جو اس کیلئے لائق تھے، اللہ کی حکمت میں کیونکہ یہ ممکنات ازل میں حقیقتیں ہیں اللہ سبحانہ کے

اِلّا ما اعطاہ اللہ بحسب ما یلیق بہ فی الحکمۃ الالٰھیۃ فانھا ای الممکنات حقائق فی الازل ثابتۃ فی علم الحق سبحانہ متصفۃ بالعدم الخارجی قابلۃ للوجود اذا اراد الحق ایجادھا فیہ و کلما کان کذلک فلا وجود لہ الا بغیرہ فالوجود لذلک الغیر لا لہ وھو واضح فلا موجود فی الحقیقۃ الا اللہ وکلما سواہ من الممکنات فانما ھی موجودۃ بہ تعالیٰ ولولاہ لم یکن فھو معدوم بذاتہ موجود باللہ فلا حول ولا قوۃ لاحد من الممکنات الا باللہ وکذلک سائر الکمالات و انزاد القدیم من المحدث فی جمیع ھذہ المراتب التی یتضمنھا لا الٰہ الا اللہ لا ینافی وحدۃ الوجود وقول المحققین کالامام الغزالی وغیرہ لیس فی الوجود غیرہ المراد منہ کما سیتضح انہ لیس معہ غیرہ موجود ثان مستقلا بالوجود ولا شک ان وجود الممکن لکونہ مفاضا من الحق سبحانہ وتعالیٰ لیس وجودا مستقلا ثانیا لوجود الحق حتی یوصف الحق سبحانہ وتعالیٰ بانہ معہ غیرہ وان کان متمیزا عنہ فی الاحکام فان انزاد القدیم من المحدث فیما یقع بہ التمیز بینھما من الاحکام لا یستلزم ان یکون وجود الممکن مستقلا ثانیا لوجود الحق

علم میں ثابت ہیں عدم خارجی کی صفت سے موصوف ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کے ایجاد کرنیکا ازل میں ارادہ کرے تو وجود کو قبول کرنے والی ہیں اور جب کہ یہ اس طرح ہوئیں تو ان کا وجود بغیرہ ہوا پس وجود ان کا غیر کے لئے ہوا بذات نہ ہوا اور یہ واضح ہے پس حقیقت میں صرف اللہ ہی موجود ہے اور اس کے سوا تمام ممکنات اللہ کے ساتھ ہیں اور اسے طرح تمام کمالات، اور قدیم کا محدث سے ان اشیاء و مراتب سے الگ ہونا جن پر لا الٰہ الا اللہ مشتمل ہے یہ وجود کے ایک ہونے کے منافی نہیں ہے اور امام غزالی وغیرہ محققین کا قول کہ وجود میں اس کے سوا کوئی نہیں اس سے مراد یہ ہے جیسے کہ آپ کیلئے واضح ہوگا کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا مستقل وجود والا نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی طرف منسوب کرنے کے ساتھ ممکن کے وجود کا ہونا یہ کوئی اللہ تعالےٰ کے لئے دوسرا مستقل موجود نہیں ہے تاکہ اللہ کی صفت میں کیا جائے کہ بیشک اس کے ساتھ اس کا غیر بھی ہے اگرچہ وہ اس سے احکام میں الگ ہے کیونکہ قدیم کا محدث سے ان احکام میں جن سے ان کے مابین تمیز واقع ہوتی ہے الگ ہونا ممکن کے ثانی مستقل موجود ہونے کو مستلزم نہیں ہے تاکہ اس کی صفت کہ اس کے ساتھ اس کا غیر ہے صحیح ہو سکے اور یہ اس لئے کہ جب کہ ازل میں اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں ہے اور وہ محض علین موجود ہے

حَتّٰى يَصِحَّ اَنْ يُوْصَفَ بِاَنَّ مَعَهٗ غَيْرَهٗ وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اِذَا الْمُمْكِنُ فِي الْاَزَلِ اِلَّا الْحَقَّ وَهُوَ عَيْنُ
الْوُجُوْدِ الْمَحْضِ وَكُلُّ مَا ظَهَرَ فِي الْوُجُوْدِ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّمَا اسْتَفَادَ الْوُجُوْدَ مِنْهُ يَكُوْنُ
وُجُوْدُهَا الْفَائِضُ مِنْ اَشِعَّةِ اَنْوَارِ وُجُوْدِهٖ مُسْتَقِلًّا ثَانِيًا لِوُجُوْدِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى هٰذَا
مِمَّا لَا خِفَاءَ فِيْهِ عِنْدَ الْاِلْتِفَاتِ اَصْلًا وَلِلْاِمَامِ الْغَزَالِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي مِشْكٰوةِ الْاَنْوَارِ
كَلَامٌ يُوْضِحُ هٰذَا الْمَقَامَ وَحَاصِلُهٗ اَنَّ وُجُوْدَ الْعَالَمِ لِكَوْنِهٖ لَيْسَ وُجُوْدًا مُسْتَقِلًّا بَلْ فَائِضًا مِنْهُ تَعَالٰى
كَمَا لَا يَتَّصِفُ بِكَوْنِهٖ عَيْنَ الْحَقِّ لِكَوْنِهٖ مُبْتَدَءًا كَذٰلِكَ لَا يَتَّصِفُ بِاَنَّهٗ غَيْرُهٗ مُغَايِرَةً تَامَّةً بِحَيْثُ
يَتَّصِفُ بِاَنَّهُمَا مَوْجُوْدَتَانِ مُسْتَقِلًّا مَعَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ كَمَا كَانَ فِي الْاَزَلِ وَلَا شَيْءَ مَعَهٗ لِكَوْنِهِ الْاَوَّلُ
قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ فَكَذٰلِكَ الْاٰنَ كَمَا كَانَ لِاَنَّ الْعَالَمَ الْحَادِثَ لِكَوْنِهٖ مِنْ فَيْضِ وُجُوْدِهٖ لَا يَتَّصِفُ بِكَوْنِهٖ
مَوْجُوْدًا مَعَهٗ بَلْ مَوْجُوْدٌ بِهٖ فَلَيْسَ لَهٗ مَرْتَبَةُ الْمَعِيَّةِ بَلْ رُتْبَةُ التَّبَعِيَّةِ وَلِهٰذَا نَفِيَ اَنْ يَكُوْنَ اَللّٰهُ
اَكْبَرُ اِنَّ مَعْنَاهُ اَكْبَرُ مِنْ غَيْرِهٖ اِذْ لَيْسَ غَيْرُهٗ مَعَهٗ مُسْتَقِلًّا ثُمَّ مُحَالٌ اَنْ يَكُوْنَ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ
بِمَعْنَاهُ الْمَعْرُوْفِ مِنْ كَوْنِ الْمُفَضَّلِ عَلَيْهِ مُغَايِرًا لِلْمُفَضَّلِ مُغَايَرَةً مُسْتَقِلَّةً يَصِحُّ اَنْ

اور محدثات میں سے جس کا وجود بھی ظاہر ہوا ہے سوائے اس کے نہیں ان سے اس وجود کا فائدہ حاصل کیا ہے ان ممکنات کا وجود مستقل دوسرا اللہ کے وجود کے انوار کی شعاؤں سے نکل کر پایا التفات کے وقت اس چیز میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے اور مشکوٰۃ الانوار میں امام غزالی کا کلام اس مقام کی وضاحت کرتا ہے اور اس کا ماحاصل یہ ہے کہ بیشک ممکن کا وجود ہونے کیلئے کوئی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ اسی سے فیض حاصل کرنے والا ہے جیسے کہ یہ عین الحق کی صفت کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ممکن ایجاد کیا گیا ہے جیسے کہ اسے پوری مخالفت کے ساتھ متصف نہیں کر سکتے اس حیثیت سے کہ اسے موجود ثانی کے ساتھ مستقل متصف کر سکیں پس بیشک جس طرح اللہ ازل میں تھا اور اس کے ساتھ کوئی شئی نہ تھی پس اس طرح اب ہے کیونکہ عالم حادث نے اس کے وجود سے فیض پایا ہے پس اس لئے اسے اس کے ساتھ موجود ہے کی صفت سے موصوف نہیں ٹھہرا سکتے بلکہ اس کے سبب موجود ہے کی صفت سے موصوف ہے پس حادث کیلئے معیت کا مرتبہ نہیں ہے بلکہ اس کیلئے تبعیت کا مرتبہ ہے اور اسی لئے اللہ اکبر کا معنی غیر سے اکبر کرنے کی نفی ہے کیونکہ اس کے ساتھ کوئی غیر مستقل ہے ہی نہیں پس افعل التفضیل کا یہاں اپنے مشہور معنی مفضل علیہ کا مفضل کے پوری

يتصف بكونه موجوداً مع المفضل وإذا انتفت المغايرة التامة المستقلة لم يبق إلا أن يكون من باب هذا أبرًا أطيب منه رطبًا ولله المثل الأعلى كما يوضحه قوله تعالى أولم يروا أن الله الذي خلقهم هو أشد منهم قوة مع قوله تعالى أن القوة لله جميعًا وقوله تعالى ماشاء الله لا قوة إلا بالله وليس معنى وحدة الوجود أن العالم عين الحق حتى يتوهم من مقالات المحققين إنهم خرجوا عن دائرة الشرع وإنما المراد أن العالم ليس موجودًا ثانيًا مستقلاً كما تقدم انتهى كلام الشيخ بن حسن الكردي رحمهما الله تعالى۔

إذا علمت ذلك اتضح لك إن كل ما سلكه هذا الحديث بعهد بالإسلام في هذا السوال المذكور كله خبط وزور وبهتان نشأ من عدم معرفته حقيقة وحدة الوجود وإن العالم ليس عين الحق كما زعمه وبنى عليه القناطر الواهية وزعم إن معنى لا إله إلا الله كما زعم تعالى الله عن ذلك علوًا كبيرًا كلها خيال وأوهام خارجة عن دائرة الشرع والعرفان بل معنى لا إله إلا الله لا معبود بحق في الوجود إلا الله فالمنفي المعبود بحق لا نفس المعبود بغير قيد الحقيقة كما لا يخفى وأما على ما سلكه من أن علماء

طور پر مخالف ہونا کہ اسے مفضل کے ساتھ موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا صحیح ہو اور جبکہ مستقل پوری مخالفت ختم ہوگئی تو یہ هذا ابرا اطیب منہ رطبا، وللہ المثل الاعلیٰ کے باب سے باقی رہ گیا جیسے کہ اللہ کا یہ قول اس کی وضاحت کرتا ہے کہ بیشک ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہ قوت میں ان سے برتر ہے اللہ کے اس قول کے باوجود بیشک تمام قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول جو اللہ چاہے اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں ہے اور وجود کے ایک ہونے کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ بیشک عالم اللہ کا عین ہے حتی کہ محققین کے مقالات سے وہم پڑے کہ وہ دائرہ شرع سے نکل گئے ہیں اور سوائے اس کے نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عالم دوسرا مستقل موجود نہیں ہے جیسے کہ مذکور ہو چکا شیخ ابراہیم بن حسن کردی کا کلام ختم ہوا۔ اور جب آپ نے یہ جان لیا تو آپ کیلئے واضح ہو جائیگا کہ بیشک ہر وہ چیز ناتواں ٹوپیاں جھوٹ اور بہتان ہے جس کو وہ سوال کے جواب میں اس حدیث کو چلایا ہے اور اس انسان کے وحدت الوجود کی حقیقت کو نہ پہنچانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور یہ بھی واضح ہوگا کہ بیشک عالم اللہ کا عین نہیں ہے جیسا کہ اس نے گمان کیا ہے اور اس پر کمزور پلیں اس نے بنا ڈالیں اور اس نے بیشک جس طرح

الشريعة لم يفهموا معنى لا إله إلا الله فيلزم على ما سلكه إن عبادة المشركين لما سوى الله من الأصنام والملائكة والجن وغيرهم صحيحة وإنهم موحدون لله عز وجل وإن بعثة الرسل وإنزال الكتب الآمرة بإفراد المعبود ونفي الشرك وقتال المشركين على عدم تركه ذلك واقع غير موقعه وهذا باطل لا قائل به سبحانك هذا بهتان عظيم بل كتب الله وبعثت رسله ناطقة بخلاف ما يدعيه هذا المفتري الضال والله يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له والله سبحانه وتعالى أعلم وأما قوله إن سجود المريدين بين يدي المشائخ جائز فجوابه فقد افترى على الله الكذب ومن أظلم ممن افترى على الله الكذب۔

لاالٰہ الااللہ کا معنی گمان کیا ہے خدا تعالیٰ اس سے بہت برتر ہے پس یہ تمام دائرہ شرع سے نکلنے والے اس کے خیالات واوھام ہیں اور عرفان سے خارج ہونے والے، بلکہ لاالٰہ الااللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں پس نفی معبود برحق کی ہوئی ہے نہ کہ حقیقت کی قید کے علاوہ نفس معبود کی جیسے کہ پوشیدہ نہیں ہے اور لیکن جو وہ اس مسلک پر چلا ہے کہ بیشک علمائے شریعت نے لاالٰہ الااللہ کا معنی نہیں سمجھا تو اس کے مسلک کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ بیشک مشرکین کا ماسوائی خدا کے غیر بتوں، فرشتوں اور جنات وغیرہم کی عبادت کرنا صحیح ہے اور بیشک وہ اللہ عزوجل کی توحید کرنے والے ہیں اور بیشک رسولوں کی بعثت اور کتابوں کا اتارنا جو کہ معبود کو ایک جاننے اور شرک کی نفی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کے نہ چھوڑنے پر مشرکین سے لڑائی کا حکم دیتے ہیں یہ اپنے موقع کے علاوہ دوسری جگہ پر واقع ہیں اور یہ بالکل باطل ہے اس کا کوئی بھی قائل نہیں، پاک ہے تو اللہ یہ بہت بڑا بہتان ہے بلکہ اللہ کی کتب اور رسولوں کی بعثت اس کذاب وگمراہ کے دعویٰ کے خلاف بولنے والی ہیں اور اللہ ہی جس کو چاہے سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ زیادہ عالم ہے اور لیکن اس کا قول کہ بیشک مشائخ کے سامنے مریدوں کے سجدے جائز ہیں پس اس کا جواب یہ ہے کہ تحقیق اس نے اللہ پر جھوٹ

قَالَ الْعَلَّامَۃُ ابْنُ حَجَرٍ الْمَکِّی فِی کِتَابِہٖ الْاَعْلَامِ بِقَوَاطِعِ الْاِسْلَامِ مَا لَفْظُہٗ قَدْ صَرَّحُوا بِاَنَّ سُجُوْدَ جَھَلَۃِ الصُّوْفِیَّۃِ بَیْنَ یَدَیْ مَشَایِخِہِمْ حَرَامٌ فِی بَعْضِ صُوْرَۃٍ وَفِی بَعْضِ صُوْرَۃٍ مَا یَقْتَضِی الْکُفْرَ فَعُلِمَ مِنْ کَلَامِہِمْ اَنَّ السُّجُوْدَ بَیْنَ یَدَیِ الْغَیْرِ مِنْہُ مَا ھُوَ کُفْرٌ وَمِنْہُ مَا ھُوَ حَرَامٌ غَیْرُ کُفْرٍ فَالْکُفْرُ اَنْ یَقْصِدَ السُّجُوْدَ لِلْمَخْلُوْقِ وَالْحَرَامُ اَنْ یَقْصِدَہٗ لِلّٰہِ مُعَظِّمًا بِہٖ ذٰلِکَ الْمَخْلُوْقِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَقْصِدَہٗ بِہٖ اَوْ لَا یَکُوْنُ لَہٗ قَصْدٌ اِنْتَہٰی وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

فِیْ حُکْمِ مَنْ اَمَرَ اَتْبَاعَہٗ بِالسُّجُوْدِ لَہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وَبَعْدُ فَاِنَّہٗ وَرَدَ عَلَی الْحَقِیْرِ سُوَالٌ مِنْ بَعْضِ الْفُضَلَاءِ

باندھا ہے اور جو اللہ پر جھوٹ باندھے اس سے ظالم کون زیادہ ہے، علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں تحقیق محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ بیشک جاہل صوفیوں کا مشائخ کے سامنے سجدہ کرنا بعض صورتوں میں حرام ہے اور بعض صورتوں میں کفر کا تقاضا کرتا ہے پس اس کے کلام سے معلوم ہو گیا کہ بیشک اللہ کے غیر کے آگے سجدہ کرنا ان سے بعض تو کفر ہے اور بعض حرام ہیں لیکن کفر نہیں، پس کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا ارادہ کیا جائے اور حرام سجدہ تعظیم ہے کہ ارادہ تو اللہ کو سجدہ کرنے کا ہو اور اس کی تعظیم کرے لیکن اس کا ارادہ نہ ہو یا اس کے لئے قصد ہو ہی نہ ختم ہوئی، اور اللہ سبحانہ زیادہ عالم ہے اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و صحابہؓ پر رحمت کرے (آمین)

اس کا حکم جو اپنے مریدوں کو اپنے لئے سجدہ کا حکم کرے

میں اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں سب تعریف پروردگار جہان کے لئے ہے اور رحمت اور سلامتی اشرف انبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و تمام صحابہ کرام پر ہو، اور اس کے بعد پس شان یہ ہے کہ ایک بستی میں اپنے والے آدمی جسے کلیانی کہا جاتا ہے کے متعلق بعض

فِي رَجُلٍ فِي قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كُلْيَانِي أَمَرَ أَتْبَاعَهُ أَنْ يَسْجُدُوا لَهُ وَيُقَبِّلُوا قَدَامَهُ فَأَنْكَرَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْفُضَلَاءِ فَلَمْ يَرْتَدِعْ فَهَلْ هٰذَا الصَّنِيعُ مِنْ هٰذَا الْجَاهِلِ بِأَمْرِ أَتْبَاعِهِ بِذٰلِكَ جَائِزٌ أَمْ لَا وَهَلْ إِنْكَارُ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ عَلَيْهِ وَاقِعٌ فِي مَحَلِّهِ وَمَأْجُورٌ عَلَيْهِ أَمْ لَا وَمَا حُكْمُ هٰذَا السُّجُودِ الْوَاقِعِ مِنْ أَتْبَاعٍ لِهٰذَا الْمُبْتَدِعِ الضَّالِّ وَكَذٰلِكَ الْأَمْرُ بِهِمْ بِذٰلِكَ بَيِّنُوا تُوجَرُوا ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اِعْلَمْ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكَ لِلصَّوَابِ وَجَنَّبَنَا مَا نَسْتَوْجِبُ بِهِ الْعَذَابَ أَنَّ السُّجُودَ لِغَيْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ بِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَمَّا الْكِتَابُ فَقَالَ تَعَالٰى اُسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا وَقَالَ تَعَالٰى لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ فَأَخْبَرَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَنَّ السُّجُودَ لِمَخْلُوقٍ سِوَاهُ حَرَامٌ لَا يَجُوزُ لِغَيْرِهِ لِأَنَّهُ مِنْ خُصُوصِيَّاتِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى

فضلاء کی طرف سے مجھ پر سوال وارد ہوا ہے کہ اس نے اپنے لئے سجدہ کرنے کی اتباع کا حکم دیا ہے اور اپنے اقدام کے بوسہ دینے کا، فضلاء میں سے بعض علماء نے اس پر انکار کیا پھر بھی وہ رکا نہیں، پس کیا یہ کام اس جاہل سے کہ اس کی اتباع کا حکم جائز ہے یا کہ نہیں، اور کیا بعض علماء کا انکار اس پر اپنے محل میں واقع ہے اور وہ اس پر ماجور ہیں یا نہیں، اور اس گمراہ بدعتی کے حکم کی اتباع سے واقع سجدہ کا کیا حکم ہے اور اس طرح لوگوں کو اس کا حکم دینا کیا ہے بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے،

فَأَقُولُ وَبِاللّٰهِ أَسْتَمِدُّ التَّوْفِيقَ وَبِيَدِهِ أَزِمَّةُ التَّحْقِيقِ پس میں کہتا ہوں، کہ اللہ ہی سے توفیق کی مدد طلب کرتا ہوں اور اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی لگام ہے،

میں اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے توفیق صواب دے اور جن سے ہم عذاب کے سزاوار ہوں ان سے بچائے، جانو کہ کتاب وسنت کی نص کی دلیل سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن کتاب اللہ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرو اللہ کے لئے اور اس کی عبادت کرو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، سورج وچاند کو مت سجدہ کرو بلکہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے اس کو سجدہ کرو اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو تو پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ بیشک اس کے بغیر مخلوق کو سجدہ کرنا حرام ہے اس کے غیر کے لئے جائز نہیں، کیونکہ یہ پروردگار سبحانہ وتعالیٰ

فلا یجوز لنبی ولا لولی ولا لغیرہ واما السنۃ فاخرج ابن ماجۃ من حدیث عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا الحدیث واخرج ابن ماجۃ ایضا من حدیث عبداللہ ابن ابی اوفی قال لما قدم معاذ من الشام سجد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذا یا معاذ قال اتیت الشام فوافقتہم یسجدون لاساقفتہم وبطارقتہم فوددت فی نفسی ان نفعل ذلک بک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تفعلوا فانی لو کنت امرا احدا ان یسجد لغیر اللہ لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا الحدیث وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واخرج الترمذی من حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔

کی خصوصیات سے ہے پس کسی نبی ولی اور ان کے غیر کیلئے جائز نہیں لیکن سنت پس ابن ماجہ حضرت عائشہ کی حدیث لاتے ہیں بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو اپنے خاوند کے لیے سجدہ کا حکم دیتا (الحدیث) اور نیز ابن ماجہ نے عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث نکالی ہے فرماتے ہیں جب حضرت معاذ شام سے آئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا آپ نے فرمایا، معاذ یہ کیا ہے تو اس نے کہا میں شام سے آیا ہوں پس میں نے ان کو موافقت پایا کہ وہ کاہنوں اور جرنیلوں کو سجدہ کرتے ہیں پس آپ کے ساتھ یہ کرنے کیلئے میرے نفس نے محبوب جانا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو پس بیشک اگر میں کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اس کے خاوند کے لئے سجدہ کا حکم دیتا (الحدیث). اور امام ترمذی نے حضرت ابی ہریرہ سے

سے روایت کی ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی ایک کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو اس کے خاوند کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، اور حضرت ابی ہریرہ سے ہی آتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک عورت رسول کریم ؐ کے پاس آئی پس اس نے کہا میں فلاں کی بیٹی ہوں آپ نے فرمایا میں نے تجھے پہچان لیا ہے تجھے کیا ضرورت ہے میری ضرورت میرے چچیرے عابد کی طرف ہے آپ نے فرمایا میں نے اسے پہچان لیا ہے اس

فقالت انا فلانة بنت فلان قال قد عرفتك فما حاجتك قالت حاجتي الى ابن عمي العابد قال قد عرفته قالت يخطبني فاخبرني ماحق الزوج على الزوجة فان كان شيئا اطيقه تزوجته قال من حقه انه لو سالت منخراه دما وقيحا فلحسته بلسانك ما اديت حقه لو كان ينبغي لبشر ان يسجد لبشر لامرت المراة ان تسجد لزوجها اذا دخل عليها لما فضله الله عليها الحديث رواه البزار والحاكم وقال صحيح الاسناد واخرج الامام احمد باسناد جيد عن انس بن مالك رضي الله عنه قال كان اهل بيت من الانصار لهم جمل يسنون عليه وانه استصعب عليهم فمنعهم ظهره وان الانصار جاؤا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا انه كان لنا جمل نسني عليه وانه استصعب علينا ومنعنا ظهره وقد عطش الزرع والنخل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحابه قوموا فقاموا فدخل الحائط والجمل في ناحية فمشى النبي صلى الله عليه وسلم نحوه فقالت الانصار يا رسول الله قد صار مثل الكلب الكلب نخاف عليك صولته

نے کہا وہ مجھ سے منگنی کرتا ہے پس آپ مجھے خاوند کے حقوق جو عورت پر ہیں بتاؤ پس اگر وہ اس قسم کے ہوئے کہ میں ان کے برداشت کرنے کی طاقت رکھوں تو اس سے نکاح کر لوں گی آپ نے فرمایا بیشک اگر اس کے ناک کے دونوں نتھنوں سے خون اور پیپ بہے اور تو اسے اپنی زبان سے چاٹ لے پھر بھی تو نے اس کا حق ادا نہیں کیا، اگر کسی انسان کو حکم ہوتا کہ وہ کسی کے لئے سجدہ کرے تو میں عورت کو اس کے خاوند کے لئے سجدہ کا حکم دیتا جب وہ اس پر داخل ہو جیسے کہ اللہ نے اسے اس پر فضیلت دی ہے الحدیث اسے بزار اور حاکم نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اسناد والی ہے اور امام احمد اسناد جید کے ساتھ انس بن مالک سے لائے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ انصاریوں میں سے ایک گھر والوں کے لئے ایک زیادہ عمر اونٹ تھا اور بیشک وہ ان پر مشکل ہو گیا اور اس نے اپنی پیٹھ ان کے سوار ہونے سے روک لی اور انصار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس انہوں نے کہا جی بات یہ ہے کہ ہمارے ایک عمر رسیدہ اونٹ ہے اور وہ ہم پر بہت دشوار ہے اس نے اپنی پیٹھ ہم سے روک لی ہے اور اس نے کھیتی اور کھجوروں کو پیاسا چھوڑ دیا ہے پس رسول کریم نے اپنے ساتھیوں سے اٹھنے کو کہا پس وہ کھڑے ہو گئے پس آپ دیوار میں سے داخل ہو گئے اور اونٹ ایک کونے میں تھا پس رسول کریم اس کی طرف

فقال ليس علي منه بأس فلما نظر الجمل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل نحوه حتى خر ساجدا بين يديه فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بناصيته أذل ما كانت قط حتى أدخله في العمل فقال له أصحابه يا رسول الله هذه بهيمة لا تعقل تسجد لك ونحن نعقل فنحن أحق أن نسجد لك قال لا يصلح لبشر أن يسجد لبشر ولو صلح لبشر أن يسجد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها لعظم حقه عليها الحديث وأخرجه البزار بنحوه ورواه النسائي مختصرا وابن حبان في صحيحه من حديث أبي هريرة والأحاديث في هذا الباب كثيرة وفيما ذكرناه كفاية لمن له هداية إذا تقرر لك ذلك علمت أن السجود لغير الله حرام بنص الكتاب العزيز وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا الرجل المبتدع الذي أمر أتباعه بالسجود له مرتكب معصية عظيمة وخصلة جسيمة إن لم تكن كفرا فلا شك أنها كبيرة من الكبائر فالواجب عليه التوبة من هذه المعصية والرجوع عنها وأما القوم الساجدون له فإن كانوا جاهلين فالواجب

چلے پس انصاریوں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو کتے کی طرح باؤلا ہے ہم اس کے آپ پر حملہ کرنے سے خطرہ محسوس کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا مجھے اس پر کوئی خطرہ نہیں، پس جب اونٹ نے رسول کریمؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی طرف چلا حتیٰ کہ آپؐ کے سامنے سجدہ میں گر گیا پس آپؐ نے اس کی پیشانی کو پکڑا وہ اس سے پہلے ذلیل نہیں تھا، پس آپؐ نے اسے کام میں لگا دیا پس آپ کے لئے صحابہؓ نے کہا یا حضرت یہ بے عقل چارپایہ آپؐ کو سجدہ کرتا ہے ہم باعقل آپؐ کو کیوں نہ سجدہ کریں ہم تو زیادہ مستحق ہیں آپ کو سجدہ کرنے کے پس آپؐ نے فرمایا کسی انسان کے لئے درست نہیں کہ دوسرے کے لئے سجدہ کرے اور نسائی اسے مختصر لائے ہیں اور ابن حبان اپنی صحیح میں ابی ہریرہؓ سے لائے ہیں اور احادیث اس بات میں بہت ہیں اور جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ ہدایت یافتہ کے لئے کفایت ہے جب آپ کے لئے یہ چیز ثابت ہوگئی تو آپ جان لیں گے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کتاب عزیز اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے حرام ہے پس یہ بدعتی انسان جس نے اپنے لئے سجدہ کرنے کا اتباع کو حکم دیا ہے بڑی معصیت اور بہت بڑی خصلت کا مرتکب ہوا اگر یہ کفر نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کبیرہ گناہ ضرور ہے پس اس پر اس گناہ سے توبہ اور رجوع کرنا ضروری ہے اور لیکن اس کو سجدہ کرنے والی قوم اگر وہ جاہل ہیں پس اس کی راھنمائی کرنا ضروری ہے کہ بیشک

ارشادهم بان السجود لغير الله حرام بل في بعض صورة يكون كفرا قال العلامة ابن حجر المكي في شرح ابي فضل في باب سجود الشكر وسجود الجهلة بين يدي مشائخهم حرام اتفاقا ولو بقصد التقرب الى الله وفي بعض صورة يكون كفرا انتهى ۔

وقال ايضا في كتابه المسمى بالاعلام بقواطع الاسلام وقد صرحوا بان سجود جهلة الصوفية بين ايدي مشائخهم حرام وفي بعض صورة يكون كفرا فعلم من كلامهم ان السجود بين يدي الغير منه ما هو كفر ومنه ما هو حرام غير كفر فالكفر ان يقصد السجود للمخلوق والحرام ان يقصده لله تعالى معظما بذلك من غيران يقصده او لا يكون له قصد انتهى

وفي الدر المختار ما يفعله الجهال من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء حرام والفاعل والراضي به اثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكون كفرا فعلى وجه العبادة والتعظيم كفر وعلى وجه التحية لا وصار اثما مرتكبا للكبيرة وفي الملتقط التواضع لغير الله حرام انتهى ۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہو جاتا ہے علامہ ابن حجر مکی شرح ابی فضل کے باب سجود الشکر میں فرماتے ہیں اور جاہلوں کا اپنے مشائخ کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے اتفاقاً اگرچہ اللہ کے قریب ہونے کے لئے کیوں نہ ہو اور بعض صورتوں میں کفر ہوتا ہے

نیز وہ اپنی کتاب موسوم بہ الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں اور تحقیق انہوں نے تصریح کی ہے کہ بیشک جاہل صوفیوں کا اپنے مشائخ کے سامنے سجدہ کرنا حرام اور بعض صورتوں میں کفر ہو جاتا ہے پس ان کے کلام سے معلوم ہو گیا کہ بیشک غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا اس سے بعض صورتوں میں تو کفر ہے اور بعض حرام ہے کفر نہیں پس کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا قصد کیا جائے اور حرام یہ ہے کہ قصد اللہ کا ہو اور غیر کی تعظیم مطلوب ہو لیکن اس کا قصد نہ کیا جائے یا اس کا قصد ہی نہ ہو اور درمختار میں ہے جو جاہل کرتے ہیں علماء و عظماء کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے اور اس کا کرنیوالا اور اسے پسند کرنیوالا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ بت کی عبادت کے مشابہ ہے اور کیا کفر ہو گا، پس عبادت اور تعظیم کے طریق پر کفر ہے اور سلام و تحفہ کے طریق پر کفر نہیں اور ہو گا وہ مرتکب کبیرہ گناہ کا اور الملتقط میں ہے غیر اللہ کی تواضع حرام ہے

قَالَ فِی الشَّامِی قَالَ الزَّیْلَعِیُّ وَذَکَرَ الصَّدْرُ اَنَّہٗ لَا یَکْفُرُ بِھٰذَا السُّجُوْدِ لِاَنَّہٗ یُرَادُ بِہِ التَّحِیَّۃُ وَقَالَ شَمْسُ الْاَئِمَّۃِ السَّرْخَسِیُّ اِنْ کَانَ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی وَجْہِ التَّعْظِیْمِ کَفَرَ اِنْتَہٰی قَالَ الْقُھُسْتَانِیُّ وَفِی الظَّھِیْرِیَّۃِ یَکْفُرُ بِالسُّجُوْدِ مُطْلَقًا وَفِی الزَّاھِدِ الْاِیْمَاءُ فِی السَّلَامِ اِلٰی قَرِیْبِ الرُّکُوْعِ کَالسُّجُوْدِ وَفِی الْمُحِیْطِ اِنَّہٗ یُکْرَہُ الْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ وَغَیْرِہٖ اِنْتَہٰی وَظَاھِرُ کَلَامِھِمْ اِطْلَاقُ السُّجُوْدِ عَلٰی ھٰذَا الْقَبِیْلِ اِنْتَہٰی وَفِی الْفَتَاوٰی الْحَمَادِیَّۃِ نَقْلًا مِنْ نِصَابِ الْاِحْتِسَابِ اِذَا سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یَکْفُرُ لِاَنَّ وَضْعَ الْجَبْھَۃِ عَلَی الْاَرْضِ لَا یَجُوْزُ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَاِذَا قَالَ اَھْلُ الْحَرْبِ لِمُسْلِمٍ اُسْجُدْ لِلْمَلِکِ وَاِلَّا قَتَلْنَاکَ فَالْاَفْضَلُ اَنْ لَّا یَسْجُدَ لِاَنَّہٗ کُفْرٌ صُوْرَۃً وَالْاَفْضَلُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ لَّا یَاْتِیَ بِمَا ھُوَ کُفْرٌ صُوْرَۃً وَاِنْ کَانَ فِیْ حَالَۃِ الْاِکْرَاہِ وَالْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ اَوْ لِغَیْرِہٖ مَکْرُوْہٌ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ فِعْلَ الْمَجُوْسِ ۔ وَفِی الْمَفَاتِیْحِ مَا یَفْعَلُہٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الْجَھَلَۃِ مِنَ السُّجُوْدِ بَیْنَ یَدَیِ الْمَشَائِخِ فَاِنَّ ذٰلِکَ حَرَامٌ قَطْعًا بِکُلِّ حَالٍ سَوَاءٌ کَانَ اِلَی الْقِبْلَۃِ اَوْ اِلٰی

شامی میں کہا ہے اس کے مصنف زیلعی فرماتے ہیں اور صدر نے ذکر کیا ہے کہ اس سجدہ کی وجہ سے کافر نہ ہو گا کیونکہ اس سے سلام وغیرہ کا قصد ہوتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں اگر غیر اللہ کے لئے ہو تو کفر ہے ختم شد قہستانی نے کہا ہے کہ ظہیرہ میں ہے کہ مطلق سجدہ غیر کو کرنے سے کفر ہو گا مطلقاً اور زاہدی میں ہے سلام میں اشارہ رکوع کے قریب ہو کرنا سجدہ ہی کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ اور دوسرے کے لئے جھکنا مکروہ ہے ختم شد اور ان کے کلام کے ظاہر سے تو اس قسم پر سجدہ کا طلاق ہے، اور فتاوی حمادیہ میں نصاب الاحتساب سے نقل کیا ہے کہ جب غیر اللہ کو کوئی سجدہ کرے تو وہ کافر ہو گیا، کیونکہ غیر اللہ کے سوا کسی کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا ناجائز ہے اور جب دشمن سلمان کو بادشاہ کو سجدہ کا حکم دے اور کہے ورنہ تجھے ہم قتل کر دیں گے پس افضل تو یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ صورۃً کفر ہے اور انسان کو افضل یہ ہے کہ صورۃً کفر والے کام نہ کرے اگرچہ مجبوری کی حالت میں ہو اور بادشاہ اور اس کے غیر کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سے دبیوں کے فعل کے مشابہ ہے اور مفاتیح میں ہے جو جاہل صوفی اپنے مشائخ کے سامنے سجدہ وغیرہ کرتے ہیں پس بیشک یہ قطعاً حرام ہے ہر حالت میں خواہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر کی طرف اور خواہ

غیرها وسواء قصد السجود لله تعالیٰ او غفل عنه انتهیٰ ۔ فالحاصل ان سجود هؤلاء الجهلة العوام الذین هم کالانعام للمبتدع الضال المذکور حرام من قسم السجود لتعظیم المخلوق لا من قسم ما یراد بها التحیة المسنونة لان التحیة المسنونة قد ارشد الیها الشارع باللسان لا بالانحناء ولا بالسجود فمخالفتهم لما امر به الشارع الذی جاءنا بالاحکام وعلمنا ما ینفعنا وحذرنا مما یوجب غضب الملک العلام دلیل علیٰ قبح فعل الجهال المذکورین وقبح الامر بهم بذلک بل بعد ارشادهم وتعلیمهم بان هذا الفعل حرام وبقاؤهم علیٰ فعل هذا الامر الحرام لا یبعد القول بکفرهم وکفر مرشدهم المبتدع الضال والله سبحانه وتعالیٰ اعلم وصلی الله علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد واٰله وسلم ۔ ثم بعد تحریر هذا الجواب وارساله الی السائل کثر الله فوائده ورد علیه سوال اٰخر وهو ما قولکم ادام الله فضلکم فی تقبیل الید امکروه ام لا وقد روی الترمذی فی جامعه من حدیث صفوان بن عسال ان قوما من الیهود قبلوا ید النبی صلی الله علیه وسلم ورجله وقال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔

اللہ کو سجدہ کا قصد کرے یا اس سے غافل ہو پس حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک ان جاہل عوام کالانعام کا مذکور گمراہ بدعتی کو سجدہ کرنا حرام ہے مخلوق کی تعظیم والے سجود کی قسم سے ہے نہ کہ اس قسم سے جس سے مسنون سلام مراد لیا جاتا ہے کیونکہ مسنون سلام کے لئے شارع علیہ نے زبان کے ساتھ راہنمائی فرمائی ہے نہ کہ جھکنے اور سجدہ کرنے سے پس ان کا شارع علیہ کے حکم کی مخالفت کرنا شارع علیہ جو ہمارے پاس احکام لائے اور ہمیں فائدہ مند امور سکھلائے اور ہمیں اس چیز سے ڈرایا جو بڑے عالم اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بنتی ہے وان جاہل صوفیوں مذکورہ کے فعل کی قباحت پر دلالت کرتی ہے اور اس کے حکم دینے کی قباحت پر دلالت کرتی ہے بلکہ ان کی راہنمائی اور ان کو تعلیم دینے کے بعد کہ یہ کام حرام ہے اور ان کے اس کام پر باقی رہنے کے بعد ان پر کفر کا فتویٰ لگانا، اور اللہ سبحانہ عالم ہم سے زیادہ ہے اور خدا تعالیٰ ہمارے سردار محمد اور ان کی آل پر رحمت کرے ۔ پھر اس جواب کو لکھ کر سائل کی طرف بھیجنے کے بعد اللہ اس کے فوائد کو زیادہ کرے اس پر دوسرا سوال وارد ہوا کیا تمہارا قول ہے خدا تمہارے فضل کو ہمیشہ رکھے ہاتھ کو چومنے کے متعلق کیا یہ مکروہ ہے یا نہیں اور تحقیق امام ترمذی اپنی جامع میں صفوان بن عسال کی حدیث لائے ہیں کہ بیشک یہود کی ایک قوم نے رسول کریمؐ کے ہاتھ کو چوما اور پاؤں کو بھی اور امام ترمذی نے کہا ہے حدیث حسن صحیح ہے ۔

وَرَوَى الْحَاكِمُ فِي مُسْتَدْرَكِهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرِنِي شَيْئًا أَزْدَادُ بِهِ يَقِينًا فَقَالَ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الشَّجَرَةِ فَادْعُهَا فَذَهَبَ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكِ فَجَاءَتْ حَتَّى سَلَّمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا ارْجِعِي فَرَجَعَتْ قَالَ ثُمَّ أَذِنَ لَهُ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ الْحَدِيثَ وَلَا يَخْفَى أَنَّ تَقْبِيلَ الْيَدِ وَالرِّجْلِ لَا يَحْصُلُ بِدُونِ الْانْحِنَاءِ وَقَدْ ثَبَتَ النَّهْيُ عَنِ الْانْحِنَاءِ كَمَا فِي التِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَيَنْحَنِي لَهُ قَالَ لَا قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا قَالَ أَفَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ فَإِذَا كَانَ انْحِنَاءُ بَعْضِنَا لِبَعْضٍ مَمْنُوعٌ فَمَا التَّوْفِيقُ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ بِتَقْبِيلِ يَدِ الرَّجُلِ وَرِجْلِهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يُمْكِنُ بِدُونِ الْانْحِنَاءِ وَمَا تَقْبِيلُ الرَّجُلِ وَإِذَا قُلْتُمْ بِجَوَازِهِ فَبِأَيِّ صِفَةٍ يَكُونُ وَهَلْ وَرَدَ فِي كَيْفِيَّتِهِ حَدِيثٌ بَيِّنُوا تُوجَرُوا وَقَسْ

اور امام حاکم اپنی مستدرک میں لائے ہیں کہ ایک انسان رسول اللہ کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ مجھے ایسی چیز دکھاؤ جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے آپ نے فرمایا۔ اس درخت کے پاس جا کر اسے پکارو وہ اس کی طرف گیا، اور کہا، کہ بیشک رسول اللہ تجھے بلاتے ہیں پس اس درخت نے آپ کے پاس آکر آپ کو سلام کیا آپ نے اس کو لوٹنے کا حکم دیا وہ لوٹ گیا راوی کہتے ہیں پھر آنحضرت نے اسے اجازت دی تو اس انسان نے آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا (الحدیث) اور یہ پوشیدہ نہیں، کہ ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دینا بغیر جھکنے کے حاصل نہیں ہو سکتا حالانکہ جھکنے سے نہی ثابت ہو چکی ہے جیسے کہ جامع ترمذی شریف میں حضرت انسؓ سے حدیث ہے راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ سے ایک انسان نے کہا کہ یارسول اللہ ہم سے ایک انسان اپنے بھائی سے ملتا ہے کیا وہ اس کے لئے جھک سکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا پس اسے چمٹ جائے اور اس کا بوسہ لے آپ نے فرمایا نہیں، اس نے عرض کی کیا اس کے ہاتھ کو پکڑ کر مصافحہ کرے فرمایا ہاں، امام ترمذیؒ نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے پس جب ہم سے بعض کے لئے جھکنا منع ہے تو ان احادیث کے درمیان جن میں آدمی کے ہاتھ و پاؤں چومنے کا ذکر آتا ہے کیا تطبیق ہے اور جب تم اسے جائز کرو تو کس صفت سے ہو گا کیا اس کی کیفیت کے متعلق کوئی حدیث آئی ہے، بیان کرو تمہیں اجر

ورد النهی ایضا عن مجرد التقبیل مطلقا سواء کان تقبیل ید او رجل او شیء من اعضاء الانسان کما رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه من حدیث ابی ریحانة فتفضلوا بالجواب الشافی لا زلتم اهلا لحل المشکلات۔ فاقول

بسم الله الرحمن الرحیم ه متوکلا علیه وطالبا منه التوفیق لاصابة الصواب

اعلم ان ائمة الاصول ومنهم الامام السبکی فی جمع الجوامع وغیره صرحوا بان لواجد بالشخص لجهتان واوردوا لذلک امثلة یستفاد منه جواب ما استشکله السائل کثر الله فوائده وزاد فی علمه وذلک ان الانحناء فی ذاته للمخلوق ممنوع بنص الحدیث الذی ذکره السائل کثر الله فوائده ولکن حیث کان غیر مقصود فی ذاته بل وسیلة الی امر مطلوب لم یکن ممنوعا وذلک ان تقبیل ید الرجل ورجله لا یحصل بغیر الانحناء فلما کان فی ذاته غیر مقصود بل وسیلة الی امر مطلوب لم یدخل فی قسم الانحناء الممنوع

ملیگا اور خالی بوسہ لینے سے بھی نہی آئی ہے مطلقاً خواہ ہاتھ کا ہو یا پاؤں کا یا انسان کے اعضا میں سے کسی اور چیز کا ہو جیسے کہ ابن ابی شیبہ اپنی کتاب میں ابی ریحانہ کی حدیث لاتے ہیں جواب شافی سے فضل کرو تم ہمیشہ مشکلات کے حل کرنے میں قابل ہو،

پس میں کہتا ہوں، شروع کرتا ہوں میں رحمٰن و رحیم کے نام سے

اللہ پر توکل کرتا ہوا اور اس سے درستگی تک پہنچنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، جان، کہ اصول کے ائمہ اور ان سے امام سبکی نے اور ان کے غیر نے تصریح کی ہے کہ کسی انسان کو پانے والے کی دو جہات ہیں اور انہوں نے کئی مثالیں بیان کی ہیں جن سے جس چیز کو سائل نے مشکل خیال کیا ہے جواب ہو سکتا ہے اللہ اس کے فوائد کو زیادہ کرے اور اس کے علم میں زیادتی کرے اور یہ اس وجہ سے کہ بیشک اللہ کے سوا مخلوق کی ذات کے لئے جھکنا نص حدیث کے ساتھ ممنوع ہے جیسے سائل نے ذکر کیا ہے خدا اس کے فوائد کو زیادہ کرے اور لیکن وہ بذات مقصود نہ ہو بلکہ مطلوبہ امر کے لئے وسیلہ ہو تو ممنوع نہیں ہے اور یہ اس لئے کہ ہاتھ و پاؤں کا بوسہ جھکنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، پس جب وہ اپنی ذات میں غیر مقصود ہے پس امر مطلوب کی طرف وسیلہ ہے تو یہ انحاء ممنوع میں داخل نہ ہوا، پس ممنوع صرف

فالممنوع هو الانحناء المجرد المشابه للعبادة لا الانحناء الذي ليس مقصودًا في ذاته بل وسيلة إلى أمر مطلوب كتقبيل يد الوالدين أو العالم أو الشريف أو الإمام العادل رجله أو الحجر الأسود فما كان وسيلة إلى أمر مطلوب غير مقصود لذاته لم يدخل في قسم الانحناء المجرد المنهي عنه وقد ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم قبل الحجر الأسود وسجد عليه وشرع ذلك لأمته فلم يكن الانحناء لتحصيل هذه السنة من قسم الممنوع وما نحن فيه ذلك هذا ما ظهر للحقير أسير التقصير والله سبحانه وتعالى أعلم

وأما قول السائل زاد الله في علمه أنه ثبت النهي عن التقبيل مطلقًا سواء كان تقبيل يد أو رجل أو شيء من أعضاء الإنسان كما في مصنف ابن أبي شيبة من حديث أبي ريحانة فجوابه من وجوه الأول أن السائل لم يذكر رجال الحديث ولفظه حتى ينظر في رجاله ومتنه وليس ابن أبي شيبة ممن شرط الصحة في مصنفه بل فيه الصحيح والحسن والضعيف الساقط.

خالی جھکنا ہے جو کہ عبادت کے مشابہ ہے نہ کہ وہ جھکنا جو کہ اپنی ذات میں مقصود نہیں ہے بلکہ امر مطلوب کی طرف وسیلہ ہو جیسے کہ والدین کے ہاتھ یا عالم کے یا شریف اور امام عادل کے پاؤں کا بوسہ لینا یا حجر اسود کا پس جو جھکنا امر مطلوب کی طرف وسیلہ ہو اور اپنی ذات کے لئے مقصود نہ ہو وہ اس مطلق انحناء منھی عنہ کی قسم میں داخل نہیں ہے اور تحقیق ثابت ہے کہ رسول کریم نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور اس پر سجدہ کیا اور اس کو اپنی امت کے لئے شروع ٹھہرایا، پس جو جھکنا اس سنت کو حاصل کرنے کے لئے ہے وہ ممنوع کی قسم سے نہیں ہے اور جس مسئلہ میں ہم ہیں وہ اسی سے ہے یہ وہ چیز جو مجھ حقیر کمی کے قیدی کے لئے ظاہر ہوئی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ زیادہ عالم ہے اور لیکن سائل کا قول، خدا اس کے علم میں زیادتی کرے کہ مطلقاً تقبیل سے نہی ثابت ہو چکی ہے خواہ ہاتھ، پاؤں یا اعضاء انسان میں کسی اور عضو سے کا بوسہ لینا ہو جیسے کہ ابن ابی شیبہ کی کتاب میں ابی ریحانہؓ کی حدیث ہے پس اس کا جواب کئی وجود سے ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ سائل نے رجال حدیث کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے الفاظ کا، تاکہ اس کے متن اور رجال کو دیکھا جائے اور ابن ابی شیبہ ان مصنفوں سے نہیں ہے جنھوں نے اپنی کتاب کی صحت کی شرط لگائی ہے بلکہ اس کی کتاب میں احادیث صحیح، حسن، اور ضعیف گری ہوئی ہیں

الوجہ الثانی ان الاحادیث الواردۃ فی تقبیل الید والرجل والبطن والخد والفم فی ابی داؤد ۔ ومصنف الحافظ ابی سعید احمد بن محمد بن زیاد المعروف بابن الاعرابی احد تلامذۃ ابی داؤد وراوی سننہ عنہ تخالف ما نقلہ السائل عن مصنف ابن ابی شیبۃ فہی مقدمۃ واصح فلنذکر من ذلک ما ینشرح لہ الصدر ان شاء اللہ ۔ اخرج الترمذی فی جامعہ قال حدثنا ابو کریب عبد اللہ بن ادریس وابو اسامۃ عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ ۔ عن صفوان بن عسال قال قال یہودی لصاحبہ اذہب بنا الی ہذا النبی فقال صاحبہ لا تقل نبی فانہ لو سمعک کان لہ اربعۃ اعین فاتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألاہ عن تسع آیات بینات ۔

فقال لہم لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببری الی ذی سلطان لیقتلہ

دوسری وجہ یہ ہے، کہ بیشک وہ احادیث جو ہاتھ، پیر، پیٹ، رخسارہ اور منہ کا بوسہ لینے میں ابی داؤد، اور حافظ ابی سعید احمد بن محمد بن زیاد جو کہ ابن الاعرابی کے ساتھ معروف ہیں کی کتاب میں وارد ہونے والی مخالف ہیں سائل کی نقل کی ہوئی ابن ابی شیبہ والی حدیث کے (ابن الاعرابی امام ابی داؤد کے تلامذہ میں سے ہے) پس یہ احادیث مقدم ہیں) اور اس سے اصح ہیں پس ہم وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے سائل کا شرح صدر ہو جائیگا، انشاء اللہ، امام ترمذی اپنی جامع ترمذی شریف میں لائے ہیں وہ روایت کرتے ہیں ابو کریب عبد اللہ بن ادریس سے اور ابو اسامہ شعبہ سے وہ عمرو بن مرہ سے وہ عبد اللہ بن سلمہ سے وہ صفوان بن عسال سے راوی کہتا ہے یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا میرے ساتھ اس نبیؐ کے پاس چلو اس کے ساتھی نے کہا نبیؐ مت کہو، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اسے سن لے اس کے لئے چار آنکھیں ہیں تو وہ دونوں رسول کریمؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے نو واضح آیات کے متعلق دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کسی کو مت ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اور جس جان کو اللہ نے حق کے بغیر مت قتل کرو، اور بری انسان کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ، تاکہ وہ اسے قتل کرے

وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوْا يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ أَنْ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ الحديث رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ وَأَخْرَجَهُ أَيْضًا النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ جَرِيْرٍ فِيْ تَفْسِيْرِهِ وَهُوَ مُشْكِلٌ لِأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلِمَةَ فِيْ حِفْظِهِ قَدْ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ وَلَعَلَّهُ انْقَلَبَ عَلَيْهِ التِّسْعُ بِالْعَشْرِ الْكَلِمَاتِ فَإِنَّهَا وَصَايَا فِي التَّوْرَاةِ لَا تَعَلُّقَ لَهَا لِقِيَامِ الْحُجَّةِ عَلٰى فِرْعَوْنَ إِنْتَهٰى۔
وَأَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ الزَّارِعِ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَيْهِ الْحَدِيْثَ وَأَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ أَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ وَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ فَدَنَوْنَا يَعْنِيْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور جادو نہ کرو ربا کو مت کھاؤ اور پاکدامن کو تہمت نہ لگاؤ اور لڑائی کے دن پیٹھ مت پھیرو اور اے یہود کے گروہ تم پر خصوصاً یہ ہے کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو راوی کہتے ہیں ان دونوں نے آپ کے ہاتھ پیر کا بوسہ لیا اسے امام احمد و ترمذی لائے ہیں اور ترمذی نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن و صحیح ہے، اور اسے نسائی اور امام ابن ماجہ اور ابن جریر اپنی تفسیر میں لائے ہیں اور یہ مشکل ہے کیونکہ عبداللہ بن سلمہ کے حافظہ میں محدثین نے کلام کیا ہے اور شاید کہ اس پر نو دس کلمات کے ساتھ بدل گئے ہیں کیونکہ یہ تورات میں وصایا ہیں ان کا تعلق فرعون پر حجت قائم کرنے سے کہا ہے، اور امام ابوداؤد زراع کی حدیث لائے ہیں اور وہ عبدالقیس کے وفد میں تھا کہا راوی نے پس شروع ہوئے ہم اپنی سواریوں سے سبقت لے جاتے تھے تاکہ ہم رسول کریمؐ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیں امام ابوداؤد حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن عبداللہ بن عمرؓ والی بھی لائے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اسے حدیث سنائی اور ایک قصہ ذکر کیا کہا اس نے ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور ہم نے آپ کے ہاتھ اور آپ کے پاؤں کا بوسہ دیا، اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک جنگلی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَسْلَمْتُ فَارِنِي شَيْئًا أَزْدَادُ بِهِ يَقِيْنًا قَالَ مَا تُرِيْدُ قَالَ أُدْعُ تِلْكَ الشَّجَرَةَ فَلْتَأْتِكَ قَالَ اذْهَبْ إِلَيْهَا فَادْعُهَا وَقُلْ لَهَا أَجِيْبِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَتْ فَقَطَعَتْ عُرُوْقَهَا وَفُرُوْعَهَا حَتّٰى أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَالَ حَسْبِيْ قَالَ فَمُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عُرُوْقَهَا فِي ذٰلِكَ الْمَكَانِ ثُمَّ اسْتَوَتْ كَمَا كَانَتْ فَقَالَ ائْذَنْ أَنْ أُقَبِّلَ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ فَأَذِنَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ قَالَ ائْذَنْ لِيْ أَنْ أَسْجُدَ لَكَ قَالَ لَا يَسْجُدُ أَحَدٌ لِأَحَدٍ وَلَوْ كُنْتُ أٰمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا تَعْظِيْمًا لِحَقِّهِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَابْنُ الْأَعْرَابِيِّ فِي رِسَالَتِهِ فِي التَّقْبِيْلِ وَالْمُعَانَقَةِ وَالْمُصَافَحَةِ وَالْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي وَقَالَ الْحَافِظُ فِي فَتْحِ الْبَارِي وَقَدْ جَمَعَ الْحَافِظُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ الْمُقْرِيْ جُزْءً فِي التَّقْبِيْلِ سَمِعْنَاهُ وَأَوْرَدَ فِيْهِ

کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ میں اسلام لے آیا ہوں مجھے ایسی چیز دکھایئے جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے آپ نے فرمایا تیرا کیا ارادہ ہے، اس نے کہا میں اس درخت کو بلاؤں پس وہ آپ کے کے پاس آجائے آپ نے فرمایا اچھا اس درخت کی طرف جاؤ اور اسے کہو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے پس وہ درخت جھک گیا تو اس انسان نے اس کی شاخیں اور جڑیں کاٹ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا پس انہوں نے آکر کہا آپ پر سلام ہو اس انسان نے کہا بس مجھے اتنی نشانی کافی ہے آپ نے فرمایا اسے حکم دے کہ لوٹ جائے پس وہ گئیں پس اس کی جڑیں اس جگہ میں مائل ہو گئیں پھر سیدھی ہو گئیں پس اس انسان نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اس نے کہا میرے لئے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت عطا فرمائیں آپ نے فرمایا کوئی انسان دوسرے کو سجدہ نہ کرے اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو اس کے خاوند کے لئے سجدہ کا حکم دیتا اس خاوند کے حق کی تعظیم کے لئے الحدیث، اسے حاکم نے مستدرک میں نکالا ہے اور ابن الاعرابی اپنے رسالہ التقبیل والمعانقہ میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علاوہ تحقیق حافظ ابوبکر بن المقری جزءاً فی التقبیل سمعناہ نامی رسالہ جمع کیا ہے اور اس میں انہوں نے بہت سی

اَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ وَّ اٰثَارًا فَمِنْ جَيِّدِهَا حَدِيثُ الزَّارِعِ الْعَبْدِيِّ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَيْهِ اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَمِنْ حَدِيثِ مَزِيْدَةَ الْعَصَرِيِّ مِثْلَهٗ وَمِنْ حَدِيثِ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قُمْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهٗ ۔ وَسَنَدُهٗ قَوِيٌّ وَمِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ قَامَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَ يَدَهٗ ۔ وَمِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ فِي قِصَّةِ الْاَعْرَابِيِّ وَالشَّجَرَةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لِيْ اَنْ اُقَبِّلَ رَاْسَكَ وَرِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ ۔ وَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَزِيْنٍ قَالَ اَخْرَجَ لَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ كَفًّا ضَخْمَةً كَاَنَّهَا كَفُّ بَعِيْرٍ فَقُمْنَا اِلَيْهَا فَقَبَّلْنَاهَا ۔ وَعَنْ ثَابِتٍ اَنَّهٗ قَبَّلَ يَدَ اَنَسٍ وَاَخْرَجَ اَيْضًا اَنَّ عَلِيًّا قَبَّلَ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَهٗ ۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُقْرِيِّ وَاَخْرَجَ مِنْ طَرِيْقِ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى نَاوِلْنِيْ يَدَكَ الَّتِيْ بَايَعْتَ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سی احادیث وارد کی ہیں ان تمام سے عمدہ حدیث زراع عبدی کی ہے اور وہ عبدالقیس کے وفد میں تھا راوی کہتا ہے پس شروع ہوئے ہم اپنی سواریوں سے سبقت لے جاتے تھے تاکہ رسول کریمؐ کے ہاتھ و پاؤں کا بوسہ لیں۔ اور امام ابی داؤد مزیدہ العصری کی حدیث اسیطرح کی لائی ہیں اور اسامہ بن شریک بھی وہ کہتے ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے پس ہم نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اور اس کی سند قوی ہے اور جابرؓ کی حدیث سے کہ بیشک حضرت عمرؓ فاروق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

اور بریدہؓ والی حدیث اعرابی اور شجرہ (درخت) والے قصہ والی اس اعرابی نے کہا، یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے سر اور پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت دیجیئے آپ نے اجازت اسے عطا فرمادی، اور امام بخاری الادب المفرد میں عبدالرحمن بن رزین کی حدیث لائے ہیں راوی کہتے ہیں ہمارے لئے سلمہ بن اکوع نے ایک موٹی ہتھیلی تھی نکالی ہم اس کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کو بوسہ دیا، اور اسے ابن المقری لائے ہیں اور ابی مالک اشجعی کے طریق سے لائے ہیں راوی کہتا ہے میں نے ابن ابی اوفیٰؓ سے کہا مجھے اپنا وہ ہاتھ پکڑا جس سے آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فَنَاوَلَنِيهَا فَقَبَّلْتُهَا وَعَنْ عُمَرَ أَنَّهُمْ لَمَّا رَجَعُوا مِنَ الْغَزْوِ حَيْثُ فَرُّوا قَالُوا نَحْنُ
الْفَرَّارُونَ فَقَالَ بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ وَأَنَا فِئَةُ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ وَ
قَبَّلَ أَبُو أُمَامَةَ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَصَاحِبَاهُ يَدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم
حِينَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ ذَكَرَهُ الْأَبْهَرِيُّ وَقَبَّلَ أَبُو عُبَيْدَةَ يَدَ عُمَرَ حِينَ
قَدِمَ وَقَبَّلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَدَ ابْنِ عَبَّاسٍ حِينَ أَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِرِكَابِهِ قَالَ
الْأَبْهَرِيُّ وَإِنَّمَا كَرِهَهَا مَالِكٌ إِذَا كَانَتْ عَلَى وَجْهِ التَّكَبُّرِ وَالتَّعْظِيمِ
وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عَلَى وَجْهِ الْقُرْبَةِ إِلَى اللهِ لِدِينِهِ أَوْ لِعِلْمِهِ أَوْ لِشَرَفِهِ
فَإِنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ انْتَهَى كَلَامُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي وَقَالَ فِي
فَتْحِ الْبَارِي أَيْضًا قَالَ النَّوَوِيُّ تَقْبِيلُ يَدِ الرَّجُلِ لِزُهْدِهِ وَصَلَاحِهِ
أَوْ عِلْمِهِ أَوْ شَرَفِهِ أَوْ صِيَانَتِهِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ لَا يُكْرَهُ

کی بیعت کی ہے پس اس نے وہ ہاتھ پکڑا یا پس میں نے اس کو بوسہ دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ اس لڑائی سے واپس آئے جہاں وہ بھاگ گئے تھے، تو صحابہؓ (رضوان
اللہ علیہم اجمعین) نے کہا کہ ہم تو بھاگنے والے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تم تو
دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں مومنوں کے لئے بمنزلہ غنیمت کے ہوں راوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پس ہم
نے آپؐ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور ابو امامہ اور کعب بن مالک اور اس کے دونوں ساتھیوں نے جب
کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو بوسہ دیا اسے ابہری نے
ذکر کیا ہے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے آنے کے وقت ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور
حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابن عباسؓ کے ہاتھ کو بوسہ دیا جب کہ انہوں نے ان کے گھوڑے
کی رکاب پکڑی تھی ابہری فرماتے ہیں اور امام مالک نے اسے صرف اس وجہ سے مکروہ خیال کیا
ہے جب کہ یہ بڑے بننے اور تعظیم کے لئے ہو اور لیکن جب یہ نیکی کے لئے ہو اللہ سے اس کے دین
علم اور شرف کی وجہ سے تو تحقیق یہ جائز ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ آدمی کے ہاتھ کا بوسہ اس کے
زہد، اصلاح، علم، شرف اور پاکدامنی کی وجہ یا کسی اور دینی کام کی وجہ سے تو پھر مکروہ نہیں بلکہ

بل یستحب فان کان لغناه او شوکته او جاهه عند اهل الدنیا فمکروه شدید الکراهة وقال ابو سعید المتولی لا یجوز انتهی۔ واخرج ابوداؤد من حدیث عائشة فی قصة الافک قالت ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم ابشری یا عائشة فان الله قد انزل عذرك وقرأ علیها القرآن فقال ابوای قومی فقبلی رأس رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت احمد الله عزوجل لا ایاکما واخرج ابوداؤد من حدیث الشعبی مرسلا ان النبی صلی الله علیه وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمه وقبل ما بین عینیه۔ واخرج ابوداؤد ایضا من حدیث ایاس بن دعفل قال رأیت ابا نضرة قبل خد الحسن رضی الله عنه واخرج ابوداؤد من حدیث البراء قال دخلت مع ابی بکر اول ما قدم المدینة فاذا عائشة ابنته مضطجعة قد اصابتها حمی فاتاها ابوبکر فقال لها کیف انت یا بنیة وقبل خدها۔

مستحب ہے اور اگر اس کی مالداری شوکت اور مرتبہ کی وجہ سے ہو دنیا والوں کے نزدیک تو پھر سخت مکروہ ہے اور ابوسعید متولی کا تو کہنا ہے کہ یہ جائز ہی نہیں، اور امام ابوداؤدؒ حضرت عائشہ کی حدیث قصہ الافک کے بارے میں لائے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عائشہ خوش ہو جا تحقیق اللہ تعالےٰ نے تیرا عذر اتارا اور آپؐ نے حضرت عائشہ پر قرآن پڑھا تو میرے والدین نے مجھے کہا کھڑی ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو بوسہ دے تو میں نے عرض کی میں تو اللہ عزوجل کی تعریف کرتی ہوں نہ کہ تمہاری، اور امام ابوداؤد شعبی کی حدیث لائے ہیں مرسل کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن طالب سے ملے پس اسے چمٹ گئے اور اس کی پیشانی کا بوسہ کیا، اور امام ابی داؤد نیز ایاس بن دعفل کی حدیث بھی لائے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے ابا نضرہ کو حضرت حسنؓ کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھا اور امام ابی داؤد براء کی حدیث لائے ہیں وہ کہتے ہیں جب میں مدینہ میں پہلے پہل آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ داخل ہوا اچانک ان کی بیٹی حضرت عائشہ لیٹی ہوئی تھی انہیں بخار ہو گیا تھا، تو اس کے پاس حضرت ابوبکرؓ صدیق تشریف لے گئے اور اسے کہا اے بیٹی تیرا کیا حال ہے اور اس کے رخسار کا بوسہ لیا،

وَاَخرَجَ اَبُوْدَاؤدَ فِی بَابِ قُبلَةِ الْجَسَدِ مِنْ حَدِیثِ اُسَیدِ بْنِ حُضَیرٍ رَجُلٌ مِنَ الْاَنصَارِ قَالَ بَیْنَمَا هُوَ یُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَکَانَ فِیهِ مِزَاحٌ بَیْنَا یُضحِکُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم فِی خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِی قَالَ اِصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَیْكَ قَمِیصًا لَیْسَ عَلَی قَمِیْصٍ فَرَفَعَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم قَمِیصَهُ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ یُقَبِّلُ کَشْحَهُ قَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُ هٰذَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ۔

وَاَخْرَجَ الْحَافِظُ اَبُوْسَعِیْدٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ الْاَعْرَابِیِّ تِلْمِیْذِ اَبِیْ دَاؤدَ وَرَاوِیْ سُنَنِهٖ عَنْهُ فِیْ رِسَالَتِهٖ کِتَابُ الْقُبَلِ وَالْمُعَانَقَةِ وَالْمُصَافَحَةِ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوْغَزْوٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ ثَنّٰی بِفَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا ثُمَّ بِاَزْوَاجِهٖ قَالَ فَتَلَقَّتْهُ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا فَاعْتَنَقَتْهُ فَجَعَلَ یُقَبِّلُ فَاهُ وَعَیْنَیْهِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ اَبَاكِ بِاَمْرٍ لَا یَبْقٰی بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا شَعْرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰہُ

اور امام ابوداؤد جسم کے بوسہ دینے کے باب میں انصار کے ایک انسان اسید بن حضیر کی حدیث لائے ہیں روای کہتے ہیں قوم سے بات کر رہا تھا جس میں واضح مذاق تھا، جو انہیں ہنسا رہا تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پہلو میں ایک لکڑی سے ضرب لگائی تو روای نے کہا مجھے قصاص دیجیے آپ نے فرمایا قصاص لے لو اس نے کہا آپ پر تو قمیض ہے اور مجھ پر قمیض نہیں تھی پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم سے کپڑے کو اٹھایا پس وہ آپ سے چمٹ گیا اور آپ کے پہلو کا بوسہ لینے لگا اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے تو اس کام کا ارادہ کیا تھا،

اور حافظ ابوسعید احمد بن محمد المعروف بابن الاعرابی امام ابی ابوداؤد کے شاگرد اور ان کی سنن کے راوی ان سے، اپنے رسالہ کتاب القبل و المعانقتہ و المصافحتہ میں ابی ثعلبہ خشنی رض کی حدیث لائے ہیں راوی کہتے ہیں رسول کریم جب کسی سفر یا لڑائی وغیرہ سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں آتے اور وہاں دو رکعات ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ رض کے پاس پھر اپنی بیویوں کے ہاں راوی فرماتے ہیں آنحضرت سے حضرت فاطمۃ الزہرا رض ملی پس اس نے آپ سے معانقہ کیا پس آپ اس کی آنکھ اور منہ کو بوسے دینے لگے آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالے نے تیرے ابا جان کو کو ایسے کام کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ نہ کوئی مکان اور نہ کوئی خیمہ باقی رہے گا حتی کہ اللہ عزوجل اس کی وجہ سے اسے

بِهٖ عِزًّا أَوْ ذُلًّا حَتّٰى يَبْلُغَ حَيْثُ بَلَغَ وَفِيْهِ بِإِسْنَادِهٖ عَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ مِنْ مَغَازِيْهِ قَبَّلَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَفِيْهِ بِإِسْنَادِهٖ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ إِسْتَشَارَ أُخْتَهٗ فِيْ شَيْءٍ فَأَشَارَتْ عَلَيْهِ فَقَبَّلَ فَاهَا۔

وَفِيْهِ فِيْ بَابِ قُبْلَةِ الْبَطْنِ وَالْجَسَدِ بِإِسْنَادِهٖ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَجُلًا مُخْتَضِبًا بِالصُّفْرَةِ وَفِيْ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرِيْدَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُطْ حُطْ وَرْسٌ قَالَ فَطَعَنَ بِالْجَرِيْدَةِ فِيْ بَطْنِ الرَّجُلِ فَقَالَ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هٰذَا فَأَثَّرَ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى أَدْمَاهُ فَقَالَ الرَّجُلُ الْقَوَدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَصُّ فَقَالَ مَا لِبَشَرَةٍ أَحَدٍ فَضْلٌ عَلٰى بَشَرَتِيْ قَالَ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ ثُمَّ قَالَ إِقْتَصَّ فَقَبَّلَ الرَّجُلُ بَطْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَدَعُهَا لَعَلَّكَ تَشْفَعُ لِيْ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

عزت یا ذلت دے گا حتی اپنے مبلغ کو پہنچ جائیگا، اور اسی میں اس سند سے عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض لڑائیوں کے سفر سے واپس تشریف لاتے تو حضرت فاطمۃ الزہرؓا کا بوسہ لیتے اور اسی کتاب میں اسی اسناد سے ہے کہ تحقیق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی بہن سے کسی کام سے مشورہ طلب کیا پس اس نے آپ پر اشارہ کر دیا پس حضرت خالد بن ولید اللہ عنہ نے اس کے منہ کو بوسہ دیا، اسی طرح ابو سعید کے رسالے کتاب القبل والمعانقۃ والمصافحۃ کے باب قبلۃ البطن والجسد میں بمع سند مروی ہے حضرت حسن بن علی کی مرسل روایت ہے کہ آنحضرت ایک ایسے آدمی سے ملے جس نے زرد رنگ استعمال کیا ہوا تھا، آنحضرت کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اپنے اسے کہا کہ ورس (بوٹی) کا اتار دو، اتار دو اور یہ کہتے ہوئے کہ میں تجھے اس رنگ سے روکتا نہ تھا اس کے پیٹ پر چھڑی ماری حتی کہ زخم ہو گیا۔ اس آدمی نے قصاص کا مطالبہ کیا آپنے فرمایا رسول خدا سے قصاص لو گے کیا؟ تو وہ کہنے لگا کہ میرے جسم پر کسی کے جسم کو فضیلت حاصل نہیں ہے آنحضرت نے پیٹ ننگا کرتے ہو فرمایا کہ قصاص لے لو اس شخص نے بڑھ کر آنحضرت کا پیٹ چوم لیا اور کہنے لگا کہ میں قصاص اس لئے چھوڑ دیتا ہوں کہ آپ اس کے عوض قیامت کو میری شفاعت فرمائیں،

وَفِيهِ بَابُ قُبْلَةِ السُّرَّةِ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَلَقِيَهُ أَبُوهُرَيْرَةَ فَقَالَ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ اِكْشِفْ لِي عَنْ بَطْنِكَ حَتّٰى أُقَبِّلَ الْمَوْضِعَ الَّذِي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُهُ فَكَشَفَ عَنْ بَطْنِهِ فَقَبَّلَ سُرَّتَهُ ـ

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ وَالْآثَارُ الْوَارِدَةُ عَنِ الصَّحَابَةِ فِي تَقْبِيلِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ وَالْجَسَدِ وَالْفَمِ وَالْخَدِّ وَالْبَطْنِ وَالسُّرَّةِ وَالْكَشْحِ كُلُّهَا صَرِيحٌ فِي تَقْبِيلِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ الْمَذْكُورَةِ فَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنَ النَّهْيِ عَنْ تَقْبِيلِ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَاءِ الْإِنْسَانِ عَلٰى فَرْضِ صِحَّتِهِ أَوْ مَحْمُولٌ عَلٰى مَا إِذَا كَانَ لِغَيْرِ غَرَضٍ دِينِيَّةٍ أَوْ نَحْوَ أَمْرَدَ أَوِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ ـ

وَأَمَّا قَوْلُ السَّائِلِ كَثَّرَ اللّٰهُ فَوَائِدَهُ وَهَلْ وَرَدَ فِي كَيْفِيَّةِ تَقْبِيلِ الرِّجْلِ حَدِيثٌ فَجَوَابُهُ

اسی طرح باب : قبلۃ السرۃ : میں عمیر بن اسحاق کی روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کی کسی گلی میں حسن بن علی کے ساتھ جا رہا تھا راستے میں حضرت ابوہریرہؓ ملے فرمانے لگے میری جان آپ پر قربان آپ ... پیٹ ننگا کیجئے تاکہ میں اس جگہ بوسہ دوں جہاں نبی اکرمؐ بوسہ دیتے ہوئے میں دیکھا ہے حسن نے اپنا پیٹ ننگا کیا تو ابوہریرہ نے اس کی ناف کا بوسہ لیا، صحابہ کرامؓ سے مروی یہ احادیث و آثار ہاتھ، پاؤں، جسم، منہ، رخسار، پیٹ، ناف اور کمر کے بوسے کے بارے میں بالکل صریح ہیں اور ان مقامات کے بوسے کے جواز پر دال ہیں ابن ابی شیبہ کی روایت کو بالغرض صحیح بھی مان لیں تو یہ روایات بوجہ کثرت اس پر مقدم ہوں گی، (جس میں ہر انسانی عضو کے بوسے کی ممانعت آئی ہے) یا پھر غیر دینی اغراض اور اجنبی عورت اور امرد لڑکے پر محمول ہو گی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم:

اور یہ سوال کہ پاؤں چومنے کی کیفیت کیا ہے کیا اس بارے میں کوئی حدیث ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ.

لم اقف على ذلك لكن معرفة ذلك بالاستقراء غير مخفية وهو انه لا يحصل الا بالانحناء غير ان الفقهاء ذكروا في كيفية تقبيل الحجر الاسود والركن اليماني بان يضع الرجل شفتيه على ما ذكر من غير دفع صوته بذلك وذلك لا يحصل بدون الانحناء فهنا كذلك والله سبحانه وتعالى اعلم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وصحبه وسلم۔

حررہ المجیب الحقیر الفقیر الی احسان ربه الکریم الباری حسین بن محسن الانصاری الیمانی السعدی الخزرجی عفا اللہ عنہ۔

آمین

نور العین فتاوی شیخ حسین ص۲۲ تا ص۲۵

مجھے کسی حدیث کا علم نہیں ہے، البتہ استقراء سے اس کی معرفت آسان اور واضح ہے کہ وہ انحناء (جھکاؤ) کے بغیر ممکن نہیں ہے فقہائے حجر اسود اور رکن یمانی کے بوسے کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس پر آدمی اپنے ہونٹ رکھے اور تھوک نہ لگنے دے انحناء کے بغیر تو یہ بھی ہو سکتا پاؤں کو اسی پر قیاس کیا جائیگا، وصلی اللہ علی خیر محمد وصحبہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى :- اَمَّا بَعْدُ

فَهٰذِهٖ نُبْذَةٌ مِنْ اَدِلَّةِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَقْوَالِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ مَسْئَلَةِ عَدْلِ اللّٰهِ وَحِكْمَتِهٖ وَقِسْطِهٖ وَتَنْزِيْهِهٖ تَعَالٰى عَنِ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ قَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ وَهُوَ مِنْ اَجَلِّ تَفَاسِيْرِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ . يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ وَمَا كَانَ رَبُّكَ يَا مُحَمَّدُ لِيُهْلِكَ الْقُرَى الَّتِيْ اَهْلَكَهَا الَّتِيْ قَصَّ عَلَيْكَ نَبَأَهَا ظُلْمًا وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ فِيْ اَعْمَالِهِمْ غَيْرُ مُسِيْئِيْنَ فَيَكُوْنُ اِهْلَاكُهٗ اِيَّاهُمْ مَعَ اِصْلَاحِهِمْ فِيْ اَعْمَالِهِمْ وَطَاعَتِهِمْ رَبَّهُمْ ظُلْمًا وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ وَاَمَّا قَوْلُهٗ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ اَيْ قَوْلُنَا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ بِمَا اَسْلَفَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاكْتَسَبَهَا اَيَّامَ حَيٰوتِكُمْ فِي الدُّنْيَا وَبِاَنَّ اللّٰهَ عَدْلٌ لَا يَجُوْرُ فَيُعَاقِبُ عَبْدًا لَهٗ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْقَاقٍ مِنْهُ الْعُقُوْبَةَ وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ لِلْعَدْلِ لَا لِمَا حَسِبَ الْجَاهِلُوْنَ بِاللّٰهِ مِنْ اَنَّهٗ يَجْعَلُ مَنِ اجْتَرَحَ السَّيِّئَاتِ ، فَعَصَاهُ وَخَالَفَ اَمْرَهٗ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِي الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اِذْ كَانَ ذٰلِكَ

امابعد یہ ایک حصہ ہے کتاب وسنت سے اور اہل علم کے اقوال سے اللہ عزوجل کے عدل وحکمت وانصاف کے مسئلہ میں اور اس کی تنزیہہ وپاکی میں ظلم وجور سے تعالی اللہ عن ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ علامہ ابن جریرطبری اپنی تفسیر میں جو تفاسیر اسلامیہ سے ایک اعلیٰ درجہ کی معتبر تفسیر ہے آیہ کریمہ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى وَاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا رب ایسا نہیں کہ صالح بے گناہ لوگوں کو ہلاک کرے کیونکہ صالح بے گناہ دبے قصور لوگوں کا ہلاک کرنا ظلم ہے (اور اللہ تعالیٰ ظلم سے منزہ مبرا پاک ہے) اور سورہ آل عمران میں آیہ کریمہ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں قیامت کے دن اللہ عزوجل کافروں کو فرما دے گا کہ تم کو عذاب حریق میں رکھنا تمہارے اعمال کا بدلہ ہے اور اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل عادل ہے ظلم نہیں کرتا اپنے بندوں کو بے قصور عذاب کرے

اور آیہ کریمہ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو حق وعدل کے واسطے بنایا ہے نہ اس واسطے کہ مومن اور کافر

مِنْ فِعْلِ غَيْرِ أَهْلِ الْعَدْلِ وَالْإِنْصَافِ يَقُولُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ فَلَمْ يَخْلُقِ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لِلظُّلْمِ وَالْجَوْرِ وَلٰكِنَّا خَلَقْنَاهُمَا بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ وَمِنَ الْحَقِّ أَنْ نُخَالِفَ بَيْنَ حُكْمِ الْمُسِيءِ وَالْمُحْسِنِ فِي الْعَاجِلِ وَالْآخِرِ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا قَالَ لَا يَخَافُ ابْنُ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْ يُّظْلَمَ فَيُزَادَ عَلَيْهِ فِي سَيِّاٰتِهٖ وَلَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَبِنَحْوِهٖ فَسَّرَهُ مُجَاهِدٌ وَقَتَادَةُ وَالْحَسَنُ يَعْنِي لَوْ زَادَ عَلَيْهِ فِي سَيِّاٰتِهٖ اَوْ نَقَصَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ لَكَانَ ظُلْمًا وَاللّٰهُ تَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الظُّلْمِ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ فِي تَفْسِيْرِهٖ تَحْتَ قَوْلِهٖ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا اَيْ لَا يُزَادُ فِي سَيِّاٰتِهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ وَالضَّحَّاكُ وَالْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ فَالظُّلْمُ الزِّيَادَةُ بِاَنْ يُّحْمَلَ عَلَيْهِ ذَنْبُ غَيْرِهٖ وَالْهَضْمُ النَّقْصُ انتہى وَقَالَ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ اَيْ سَاءَ مَا ظَنُّوْا بِنَا وَبِعَدْلِنَا اَنْ نُّسَاوِيَ بَيْنَ الْاَبْرَارِ وَالْفُجَّارِ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ۔

کو حیوۃ و ممات میں برابر رکھے یہ جاہلوں کا گمان ہے کیونکہ یہ ظلم ہے انصاف کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آسمان و زمین کو ظلم اور بے انصافی کیواسطے نہیں بنایا بلکہ عدل و انصاف کیواسطے بنایا ہے اور عدل و انصاف سے ہے فرق کرنا درمیان نیکوکار و بدکار کے۔ ابن عباس سے آیہ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن آدم قیامت کے دن اس سے نہیں ڈرے گا کہ میرے حسنات کی کمی یا سیئات کی زیادت کا ظلم اسپر کیا جاوے گا، اور مجاہد اور قتادہؓ اور حسن نے بھی اسکے قریب قریب تفسیر کی ہے غرض کہ اگر ان کے سیئات میں زیادت یا ان کے حسنات میں نقصان کیا جاوے تو ظلم لازم آوے گا اور اللہ عزوجل ظلم سے پاک اور منزہ ہے۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سیئات میں زیادت اور حسنات میں نقص ظلم اور ہضم ہے مومن اس ظلم و نقصان سے نہ ڈرے اور یہی تفسیر ہے ابن عباسؓ مجاہد اور ضحاکؓ اور حسنؒ اور قتادہؓ اور بہت مفسرین کی اور آیہ کریمہ ام حسب الذین السیئات ان نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصلحت سواء محياهم ومماتهم ساء ما يحكمون میں لکھا ہے یعنی نیکوں اور بدکاروں کو یکساں رکھنا مجھ پر اور میری عدالت پر بدگمانی کرنی ہے،

قلت لو كان في مساواتهم عدل لما حكم عليه بالحكم السيئي والظن السيئي وقال صاحب جامع البيان تحت قوله تعالى ذلك بما قدمت يداك وان الله ليس بظلام للعبيد و من العدل تعذيب المسيئ، واثابة المحسن والظالم قد يترك عقاب المسيئ للعبيد كما يترك إثابة المحسن وقال رحمه الله في قوله تعالى ذلك بما قدمت أيديكم وان الله ليس بظلام للعبيد اشار الى ان من عفى من هؤلاء الذين ظلموا انفسهم وظلموا عباد الله المؤمنين صار ظالما كثيرا لظلم بمعنى انه وضع الشيئ في غير محله اللائق وبهذا فسر اهل اللغة وما ورد في كتاب الله الظلم الا بهذا المعنى والعفو في موضع لا تقتضيه الحكمة ظلم لا متك فيه وليس هذا من الاعتزال في شيئ الخ منه وقال رحمه الله تحت قوله تع ونقول ذوقوا عذاب الحريق ذلك بما قدمت أيديكم وان الله ليس بظلام للعبيد أي عدلنا يقتضي تعذيبكم وقال رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى ما يبدل القول لدي لا تبديل ولا خلاف لقولي وما انا بظلام للعبيد فاعذبهم بغير جرم

میں کہتا ہوں اگر مساوات میں بھی عدل ہوتا تو اللہ عزوجل اسکو بدگمانی اور برا حکم کیوں فرماتا اور صاحب تفسیر جامع البیان سورۃ حج میں آیہ کریمہ، ذٰلک بظلام للعبید کی تفسیر میں لکھتے ہیں بدکار کو عذاب دینا نیکوکار کو نیک بدلہ دینا عدل سے ہے، اور ظالم کبھی بدکار کو بنا بر عصیت سزا نہیں دیا کرتا جس طرح کہ نیکوکار کو اسکی نیکی پر بدلہ نہیں دیتا اور سورۃ انفال میں آیہ کریمہ ذٰلک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید کی تفسیر میں لکھتے ہیں اس میں اشارہ فرمایا ہے کہ جسنے ان ظالموں سے درگذر کیا جنھوں نے اپنے نفسوں اور اللہ تعالٰے کے ایماندار بندوں پر ظلم کثیر الظلم ہوگیا بایں معنی کہ اس نے غیر محل لائق میں شئے کو استعمال کیا اور ظلم کی تفسیر اہل لغت یہی کرتے ہیں اور کتاب اللہ میں ظلم کا لفظ بجز اس معنی کے نہیں آیا اور معاف کرنا ایسے موضع میں جہاں حکمت مقتضی نہ ہو بلاریب ظلم ہے اور اس میں کچھ اعتزال نہیں ہے اور آیہ کریمہ سورۃ آل عمران ذٰلک بما قدمت أیدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی ہماری عدالت تمہاری عذاب دینے کے مقتضی ہے اور آیہ کریمہ سورۃ ق، ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی میں اپنے بندوں پر ظالم نہیں ہوں کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کروں اور آیہ کریمہ سورۃ طٰہٰ فلا یخاف ظلما ولا ھضما کی تفسیر میں

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا بِاَنْ يُزَادَ عَلٰی سَيِّاٰتِهٖ وَلَا هَضْمًا بِاَنْ يَنْقُصَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ . وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ اَیْ بِئْسَ حُكْمُهُمْ هٰذَا وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اَیْ كَيْفَ يَسْتَوِیْ وَقَدْ خَلَقَهُمَا بِالْحَقِّ الْمُقْتَضِیْ لِلْعَدْلِ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ خَلَقَهُمَا لِلْعَدْلِ وَالثَّوَابِ لَا لِلْعَبَثِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ فَاِذَا اسْتَوٰی الْمُحْسِنُ وَالْمُسِیْٓءُ فَلَا يَكُوْنُ لِلْعَدْلِ وَالْجَزَاءِ وَيَكُوْنُ الْمُحْسِنُ مَظْلُوْمًا وَقَالَ تَعَالٰی اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ . وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ o فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ اَوْ لَا اُهْلِكُهُمْ بِظُلْمٍ وَهُمْ مُصْلِحُوْنَ لِاَعْمَالِهِمْ فَاِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ حَرَّمَ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَجَعَلَهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا وَمَا ظَلَمْنَا هُمْ

لکھتے ہیں ظلم یہ ہے کہ اسکو (یعنی گنہگار کے) سیئات میں زیادتی کی جاوے اور ہضم یہ ہے کہ اسکی نیکیوں میں کچھ کمی کی جاوے اور آیہ کریمہ اَمْ حَسِبَ الذین اجترحوا السیّات ان نجعلهم کالذین اٰمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاهم ومماتهم سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کیا بدعمل لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم ان کو ایماندار اور نیک عمل والوں کیطرح کرینگے بایں طور کہ ان کے حیات اور ممات یکساں ہو، یہ انکا اللہ عزوجل کے بارے میں برا فتویٰ ہے وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یعنی نیک اور برے کیونکر برابر ہوں کیونکہ اس نے آسمان و زمین کو ایسی تدبیر درست کے ساتھ پیدا کیا ہے جو وہ عدل کی مقتضی ہے، وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ، یعنی دونوں کو عدل اور ثواب کیلئے پیدا کیا ہے نہ عبث کیلئے وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (اور وہ ظلم نہیں کیجائینگے) جب نیک اور بد یکساں ہو گئے تو یہ عدل اور جزاء کیلئے نہ ہونگے اور نیکوکار مظلوم رہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کرتے ہیں تم کو کیا ہوا کسطرح تم دیناجانتم فتویٰ دیتے ہو اور فرماتا ہے کیا ہم ایماندار صالح عمل والوں کو زمین میں فساد مچانیوالوں کی طرح کرینگے اور کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کرینگے (ہرگز نہیں یہ میرے عدل و انصاف کے خلاف ہے) اور آیہ کریمہ وَمَا كَانَ ربك لیهلك القری بظلم واهلها مصلحون میں لکھتے ہیں جسکے معنے یہ ہے کہ صالحون کو اللہ عزوجل ہلاک نہیں کرتا ہے کیونکہ

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَهٰذَا تَوْجِيْهٌ وَجِيْهٌ لَا اِعْتِزَالَ فِيْهِ اِنْتَهٰى وَفِي التَّفْسِيْرِ الْوَجِيْزِ تَحْتَ قَوْلِهٖ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا بِاَنْ يُزَادَ عَلٰى سَيِّئَاتِهٖ وَلَا هَضْمًا بِاَنْ يُنْقَصَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ كَذَا فَسَّرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ وَالضَّحَّاكُ وَقَتَادَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ نَقَلَهُ الْمُفَسِّرُوْنَ وَصَحَّحَهُ الشَّيْخُ النَّاقِدُ عِمَادُ الدِّيْنِ ابْنُ كَثِيْرٍ فِي تَفْسِيْرِهٖ وَمِثْلُ هٰذَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ الْمَجِيْدِ فِي مَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ -

وَقَالَ الرَّازِيُّ فِي تَفْسِيْرِهِ الْكَبِيْرِ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَوْ لَمْ يُوْجَدِ الْبَعْثُ لَمَا كَانَ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ بَلْ كَانَ بِالْبَاطِلِ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى لَمَّا خَلَقَ الظَّالِمَ وَسَلَّطَهٗ عَلَى الْمَظْلُوْمِ الضَّعِيْفِ ثُمَّ لَا يَنْتَقِمُ لِلْمَظْلُوْمِ مِنَ الظَّالِمِ كَانَ ظَالِمًا وَلَوْ كَانَ ظَالِمًا لَبَطَلَ اَنَّهٗ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ -

وَقَالَ تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا وَالظُّلْمُ هُوَ اَنْ يُعَاقَبَ لَا عَلٰى جَرِيْمَةٍ اَوْ يُمْنَعَ مِنَ الثَّوَابِ عَلَى الطَّاعَةِ اِنْتَهٰى هٰذَا

اللہ عزوجل نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم نے مجرموں کو ظلماً ہلاک نہیں کیا بلکہ وہ اپنے ظلم سے ہلاک ہو گئے اور یہ بہت عمدہ وجہ ہے اس میں کوئی اعتزال نہیں انتہی اور تفسیر وجیز میں آیہ کریمہ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ظلم یہ ہے کہ اس کے گناہوں میں زیادت کی جاوے اور ہضم یہ کہ اسکے نیکیوں میں نقصان کیا جاوے اس طرح ابن عباسؓ مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور قتادہؒ اور بہت سلف نے اس آیت کی تفسیر کی ہے اور مفسرین نے اسکی نقل کی اور عماد الدین ابن کثیر نے جو حدیث کا صراف ہے اسکی تصحیح کی ہے، انتہی رازی تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ خلق اللہ السموٰت والارض بالحق کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں اگر بعث بعد الموت نہ ہو تو آسمان اور زمین کی پیدائش بالحق نہ ہوئی بلکہ بالباطل ہوئی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جب ظالم کو پیدا کیا اور مظلوم ضعیف پر مسلط کیا پھر ظالم سے مظلوم کے واسطے انتقام نہ لیا تو (عیاذاً باللہ) اللہ تعالیٰ ظالم ہو تو آسمان زمین کی بالحق پیدائش باطل ہو گی اور آیہ کریمہ فلا یخاف ظلما ولا ہضما کی تفسیر میں لکھتے ہیں بے قصور کو عذاب دینا یا عمل صالح کا بدلہ نہ دینا ظلم ہے انتہے قرآن مجید کی تفسیر میں یہ تفسیر شیخ رازی کی مختار ہے اگرچہ اپنے اصحاب اشاعرہ کے طرف سے مخالفوں کو جواب بھی دیتا ہے اور اس قسم کی آیتیں قرآن شریف میں

الَّذِیْ اِخْتَارَہُ الرَّازِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ لِمَ اَنَّ الْمَجِیْدَ وَاِنْ کَانَ بِمَعْقُلٍ اَجْوِبَۃٌ اَصْحَابِنَا الْاَشْعَرِیَّۃِ فِیْ مُقَابِلَۃِ الْمُخَالِفِیْنَ۔ قُلْتُ وَالْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ تَفَاسِیْرِ اَھْلِ السُّنَّۃِ یَأْوِّلُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَاتِ بِاَنَّ الْمُرَادَ فِعْلُ مَا لَوْ فَعَلَہٗ غَیْرُہٗ لَکَانَ ظُلْمًا کَمَا اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاِبْتِلَاءِ وَالْاِخْتِبَارِ فِعْلُ مَا لَوْ فَعَلَہٗ غَیْرُہٗ لَکَانَ اِبْتِلَاءً وَاِخْتِبَارًا وَھٰذَا التَّاوِیْلُ اَقْرَبُ بِالتَّحْرِیْفِ مِنَ التَّفْسِیْرِ وَفِی الصَّحِیْحَیْنِ فَقَالَ اَھْلُ الْکِتَابَیْنِ اَعْطَیْتَ ھٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا قَالَ اللّٰہُ ھَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ اَجْرِکُمْ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَھُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْہِ مَنْ اَشَاءُ وَفِیْھِمَا فِیْ حَقِّ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِکُلٍّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا مِلْأُھَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّۃِ فِیْھَا قَدَمَہٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَھُنَالِکَ تَمْتَلِئُ وَیُزْوٰی بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ وَلَا یَظْلِمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یُنْشِئُ لَھَا خَلْقًا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُنْشِئُ لَھَا خَلْقًا فَعُلِمَ مِنْ ھٰذَیْنِ الْحَدِیْثَیْنِ اَنَّ اللّٰہَ لَوْ لَمْ یُعْطِ اَھْلَ الْکِتَابَیْنِ قِیْرَاطَھُمْ اَوْ یُنْشِئُ لِمِلَاءِ جَھَنَّمَ خَلْقًا لَکَانَ ظُلْمًا تَعَالَی اللّٰہُ عَنْہُ وَفِی الْحَدِیْثِ

بکثرت موجود ہیں فہم اور بصارت درکار ہے میں کہتا ہوں کہ اہل سنت کے اُن بعض مفسرین سے تعجب ہے جو آیات مذکورہ کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس قسم کے آیات سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ایسا کام کرنا کہ اسکے سوا اگر کوئی اور ایسا کرنے تو ظلم ہوگا جیسا کہ ابتلا و آزمائش جو منسوب الی اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں آتی ہے مراد اس سے کرنا اس کام کا ہے اگر غیر اللہ کرے تو اسکا نام ابتلا و امتحان ہوگا اور تاویل تفسیر سے تحریف کے قریب ہے صحیحین میں ہے کہ اہل کتاب جس وقت امت محمدیہ کے ثواب کی کثرت دیکھیں گے تو رب العالمین کے پاس عرض کرینگے کہ پروردگار ہمارا عمل بہت اور اجر تھوڑا اور محمدیوں کا عمل تھوڑا اور اجر ہم سے دوچند ملا اللہ تعالےٰ فرماویگا کیا میں نے تم پر ظلم کیا اور اجرت مقررہ سے کم دیا کہینگے نہیں تو اللہ عزوجل فرویگا یہ میرا فضل ہے جسکو چاہتا ہوں دیتا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجرت مقررہ اگر نہ دیتا تو ظلم لازم آتا تعالی اللہ عنہ اور صحیحین میں ہے کہ جنت دوزخ کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ دونوں کو بھروں گا جنت کے بھرنے کے واسطے اللہ عزوجل اور لوگ پیدا کریگا اور دوزخ میں اللہ عزوجل اپنا قدم رکھیگا پس دوزخ سمٹ جاویگا اور کہیگا کہ بس بس دمیں بھر گیا یہ نہ ہوگا کہ دوزخ بھرنے کے واسطے بھی اور لوگ پیدا کرے جیسا کہ بہشت کے واسطے پیدا کئے گئے۔ بس بھر گیا یہ نہ ہوگا کہ دوزخ بھرنے کے واسطے بھی اور لوگ پیدا کرے جیسا کہ بہشت کے واسطے پیدا کئے کیونکہ بے قصور لوگوں کو

القدسی یقول اللہ عز وجل یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا۔ رواہ مسلم۔ وقال الفاضل العلامۃ حبر الامۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فی کتابہ منہاج السنۃ فی الجزء الاول واما المثبتون للقدر وہم جمہور الامۃ وائمتہا کالصحابۃ والتابعین لہم باحسان واہل البیت وغیرہم فہؤلاء تنازعوا فی تفسیر عدل اللہ وحکمتہ والظلم الذی یجب تنزیہہ عنہ وفی تعلیل افعالہ واحکامہ ونحو ذلک فقالت طائفۃ ان الظلم ممتنع منہ غیر مقدور وہو محال لذاتہ کالجمع بین النقیضین وان کل ممکن مقدور فلیس ہو ظلما وہؤلاء ہم الذین قصدوا الرد علیہم وہؤلاء یقولون انہ لو عذب المطیعین ونعم العصاۃ لم یکن ظلما۔

وقالوا الظلم التصرف فیما لیس لہ واللہ لہ کل شیء۔ او مخالفۃ الامر واللہ لا آمر لہ

دوزخ میں ڈال دینے سے ظلم لازم آتا ہے، اور اللہ عزوجل ظلم سے منزہ اور پاک ہے، اور صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اے میرے بندوں میں نے اپنے نفس پر ظلم حرام کیا اور تمہارے آپس میں بھی ظلم حرام کیا پس آپس میں ظلم نہ کرو، تعجب ہے کہ جب اللہ عزوجل کے ہاں کسی صورت میں ظلم لازم نہیں آتا اگرچہ وعدہ خلافی کرکے کل انبیاء و اولیاء کو ہمیشہ دوزخ میں رکھے اور سب کفار و شیاطین اور مظلوموں کے خونخواروں کو ہمیشہ جنت میں رکھے پس وہ کیا چیز ہے جو کہ اللہ عزوجل نے اپنے اوپر حرام کیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب منہاج السنہ جلد اول ص۳۳ میں لکھتے ہیں مثبتین قدر جو امت کے جمہور اور ائمہ امت یعنی صحابہ اور تابعین باحسان اور اہل بیت وغیرہم ہیں ان لوگوں نے اللہ عزوجل کے عدل اور حکمت اور ظلم جس سے عزوجل کی تنزیہہ واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال اور احکام وغیرہ کے تعلیل میں اختلاف کیا ہے ایک طائفہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ظلم کا وقوع میں آنا ممتنع ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے کرنے پر قادر نہیں، اور جس طرح کہ جمع بین النقیضین محال لذاتہ ہے اور ہر وہ ممکن جو مقدور الٰہی ہو وہ ظلم نہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے منکرین قدر پر رد کرنا چاہا ہے کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو عذاب کرے اور نافرمان کو انعام بخشے تو یہ ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک تصرف فی مال الغیر کو ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کوئی حکم کرنے والا نہیں ہے ظلم کہتے ہیں اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے یا حکم کی مخالفت کو ظلم بناتے، اور یہ بہت اہل کلام

وهذا قول كثير من أهل الكلام المثبتين للقدر ومن وافقهم من الفقهاء أصحاب الأئمة
الأربعة وقالت طائفة بل الظلم مقدور ممكن والله سبحانه لا يفعله لعدله ولهذا
مدح نفسه حيث أخبر أنه لا يظلم الناس شيئا والمدح إنما يكون بترك المقدور عليه
لا بترك الممتنع قالوا وقد قال الله ومن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا يخاف
ظلما ولا هضما قالوا الظلم أن يحمل عليه سيئات غيره والهضم أن يهضم
حسناته وقد قال ذلك من أنباء القرى نقصه عليك منها قائم وحصيد وما
ظلمناهم ولكن ظلموا أنفسهم فأخبر أنه لم يظلمهم لما أهلكهم بذنوبهم وقال تعالى
وجيء بالنبيين والشهداء وقضي بينهم بالحق وهم لا يظلمون فدل على أن
القضاء بينهم بغير القسط ظلم والله منزه عنه. وقال تعالى ونضع الموازين
القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئا أي لا تنقص من حسناتها فلا تعاقب

مثبتین للقدر کا قول ہے اور جو موافق ہو ان کے بعض فقہا سے جو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اصحاب ہیں اور
ایک طائفہ نے کہا ظلم پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور وہ ممکنات سے ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بسبب عدل اپنے کے
ظلم نہیں کرتا اس واسطے اپنے نفس کی تعریف کرتے ہوئے اخبار فرمایا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ذرہ بھر لوگوں پر ظلم
نہیں کرتا اور تعریف مقدور کے ترک پر ہوتی ہے نہ ممتنع کے ترک پر کہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو
نیک عمل کرے دراں حال کہ وہ مومن ہو پس وہ ظلم اور نقصان سے خوف نہ کرے کہتے ہیں ظلم یہ ہے کہ اس
پر غیر کی برائیاں ڈالدے اور ہضم یہ ہے کہ اس کی نیکیوں سے کچھ کم کردے اور فرمایا یہ بستیوں کی خبریں ہیں
ہم تیسرے آگے (اے محمدؐ) بیان کرتے ہیں بعض ان میں قائم ہیں اور بعض کٹی ہوئی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا
لکن انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا سو اخبار فرمایا کہ ان کو ہلاک کرتے وقت ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کو
ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کیا اور فرمایا انبیاء اور شہداء لائے جاویں گے اور ان میں حق کے
ساتھ فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا پس اس سے بطریق دلالت معلوم ہوگیا کہ فیصلہ
بین العباد بغیر عدل وانصاف کے ظلم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ اس سے پاک ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا
ہے اور ہم انصاف کے ترازو کو قیامت کے دن رکھ لیں گے پس کسی نفس پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا یعنی اسکی
نیکیوں سے کچھ بھی کم نہ کیا جاویگا اور نہ بغیر برائیوں کے عذاب کیا جاویگا اس نے بطریق دلالت بتادیا کہ یہ

بِغَیْرِ سَیِّاٰتِہَا فَدَلَّ عَلٰی اِنَّ ذٰلِکَ ظُلْمٌ تَنَزَّہَ اللّٰہُ عَنْہُ۔
وَقَالَ تَعَالٰی لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ وَاِنَّمَا نَزَّہَ نَفْسَہٗ عَنْ اَمْرٍ یَقْدِرُ عَلَیْہِ لَا عَنِ الْمُمْتَنِعِ لِنَفْسِہٖ وَمِثْلُ ھٰذَا فِی الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعٍ مِمَّا یُبَیِّنُ اِنَّ اللّٰہَ یَنْتَصِفُ مِنَ الْعِبَادِ وَیَقْضِیْ بَیْنَہُمْ بِالْعَدْلِ فَاِنَّ الْقَضَاءَ بَیْنَہُمْ بِغَیْرِ الْعَدْلِ لَظُلْمٌ یَتَنَزَّہُ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَنَّہٗ لَا یَحْمِلُ عَلٰی اَحَدٍ ذَنْبَ غَیْرِہٖ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی فَاِنَّ ذٰلِکَ یَتَنَزَّہُ اللّٰہُ عَنْہُ بَلْ بِکُلِّ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ وَقَدْ ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَ یَقُوْلُ یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا فَقَدْ حَرَّمَ عَلٰی نَفْسِہِ الظُّلْمَ کَمَا کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ لَمَّا قَضَی اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ کِتَابًا فَہُوَ مَوْضُوْعٌ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ وَالْاَمْرُ الَّذِیْ کَتَبَہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ اَوْ حَرَّمَہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مَقْدُوْرًا لَہٗ سُبْحَانَہٗ فَالْمُمْتَنِعُ لِنَفْسِہٖ لَا یَکْتُبُہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ وَلَا یُحَرِّمُہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ۔

ظلم ہے جس سے حق تعالٰے نے اپنے نفس کو منزہ اور پاک گردانا اور فرمایا اللہ تعالٰے فرماویگا، مت جھگڑو میرے پاس میں تم کو آگے عذاب کے وعدے سنا سنا کے سمجھا چکا ہوں کوئی بات میرے پاس بدلائی جاتی نہیں اور میں بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہوں بات یہی ہے کہ اللہ تعالٰے نے اپنے نفس کو ایسے امر سے منزہ فرمایا جس پر وہ قادر ہے نہ ایسے امر سے جو فی ذاتہ وہ ممتنع ہے اور اس کی مثل قرآن مجید میں کئی جگہ ہے جسمیں بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالٰے اپنے بندوں میں انصاف فرماویگا اور ان میں فیصلہ عدل کے ساتھ کریگا اور عدل کے سوا ان میں فیصلہ کرنا ظلم ہے جس سے اللہ تعالٰے اپنی پاکی بیان کرتا ہے اور یہ کہ وہ کسی پر غیر کے گناہ نہیں رکھے گا اور اللہ تعالٰی نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس سے اللہ تعالٰی نے اپنی پاکی بیان فرمائی بلکہ ہر نفس کیلئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس کے ذمے ہے جو کچھ کیا اور حدیث صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام گردانا ہے اور اسکو تمہارے درمیان (بھی) حرام گردانا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو (اللہ تعالٰے نے) اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرنا ہے چنانچہ لکھا ہے اپنے نفس پر رحم کو آیہ کریمہ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ میں حدیث صحیح میں ہے جب اللہ تعالٰے نے مخلوق کو پیدا کیا تو

وھذا القول قول اکثر اھل السنۃ والمثبتین للقدر من اھل الحدیث والتفسیر والفقہ والتصوف والکلام من اتباع ائمۃ الاربعۃ وغیرھم۔

وقال العلامۃ المذکور ایضا فی منھاج السنۃ ص الجزء الثانی وقد قال اللہ تعالی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون۔ وھذا استفھام انکاری یقتضی الانکار علی من یحسب ذلک ویظنہ وانما ینکر علی من ظن وحسب ما ھو خطاء باطل یعلم بطلانہ لا من ظن ظنا لیس بخطاء ولا باطل فعلم ان التسویۃ بین اھل الطاعۃ وبین اھل المعصیۃ مما یعلم بطلانہ وان ذلک من اظلم الشیء الذی ینزہ اللہ عنہ ومثلہ قولہ تعالی ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار وقولہ تعالی۔ افنجعل المسلمین کالمجرمین ما لکم کیف تحکمون وفی الجملۃ التسویۃ بین الابرار والفجار والمحسنین والظالمین واھل الطاعۃ واھل المعصیۃ حکم باطل یجب تنزیہ اللہ عنہ فانہ ینافی عدلہ وحکمتہ۔

ایک کتاب میں لکھا جو اس کے پاس فوق العرش رکھی ہے کہ میری رحمت غضب پر غالب آئی ہے وہ امر جسکو اپنے نفس پر لکھا ہے یا اسکو اپنے نفس پر حرام کیا ہے وہ بجز مقدور رب عزوجل کے اور کوئی نہیں بن سکتا کیونکہ ممتنع لنفسہ امر کو نہ اپنے نفس پر لکھتا ہے اور نہ اسکو اپنے نفس پر حرام کرتا ہے اور یہ قول قول اکثر اہل سنت اور مثبتین للقدر اہل حدیث اہل تفسیر اہل فقہ اہل کلام اہل تصوف ائمہ اربعہ کے اتباع وغیرہم کا ہے، یہ انکا بہت بڑا فتویٰ ہے اور یہ استفہام انکاری ایسے شخص پر جو یہ ظن وگمان رکھے مقتضی انکار ہے اور بات یہی ہے کہ یہ اس شخص پر انکار کرتا ہے جو ایسی بات کا ظن وگمان کرے جو وہ خطا اور باطل ہو جس کا بطلان (ظاہر) معلوم ہو نہ اس شخص پر جو ایسا ظن وگمان رکھے جو خطا اور باطل نہ ہو پس معلوم ہوگیا کہ اہل طاعت اور اہل معصیت کے درمیان تسویہ اور برابری کرنی معلوم البطلان امور اور اس بہت بڑے ظلم سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی پاکی بیان فرماتا ہے اور اسکی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کیا ہم ایماندار نیک چلن نیکوکاروں کو زمین میں فساد کرنے والوں کے برابر کرینگے

ے انصاف کی نظر سے دیکھا اکثر اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے پس جو کوئی اسکو خلاف مذہب اہل سنت [illegible] کہے اسکی بے علمی وکوتاہ نظری بیں کسی عاقل کو۔ شک نہ رہے گا ۱۲

وَاَمَّا الْحَدِیْثُ الَّذِیْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ مَرْفُوْعًا اِنَّ اللّٰہَ لَوْعَذَّبَ اَھْلَ سَمٰوَاتِہٖ وَاَھْلَ اَرْضِہٖ لَعَذَّبَھُمْ وَھُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ وَلَوْ رَحِمَھُمْ لَکَانَتْ رَحْمَتُہٗ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْ اَعْمَالِھِمْ فَفِیْ اِسْنَادِہٖ اَبُوْ سِنَانٍ سَعِیْدُ بْنُ سِنَانَ قَالَ اَحْمَدُ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ وَقَالَ مَرَّۃً کَانَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَمْ یَکُنْ یُقِیْمُ الْحَدِیْثَ قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ لَہٗ اَفْرَادٌ وَاَرْجُوْا اَنَّہٗ مَنْ لَّا یَتَعَمَّدُ الْکَذِبَ کَذَا فِی الْمِیْزَانِ وَفِی التَّقْرِیْبِ صَدُوْقٌ لَہٗ اَفْرَادٌ وَفِی التَّھْذِیْبِ قَالَ اَحْمَدُ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ وَفِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ اثْنَانِ مِنْ رِّجَالِ اَبِیْ دَاؤدَ۔

اَحَدُھُمَا الثَّقَفِیُّ الصَّنْعَانِیُّ وَھُوَ کَثِیْرُ الْغَلَطِ کَمَا فِی التَّقْرِیْبِ وَضَعَّفَہٗ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ کَمَا فِی التَّھْذِیْبِ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ لَیِّنٌ جِدًّا کَذَا فِی الْخُلَاصَۃِ وَفِی الْمِیْزَانِ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ اَحْمَدَ ذَکَرَ اَبِیْ مُحَمَّدَ بْنَ کَثِیْرٍ الْمَصِیْصِیَّ فَضَعَّفَہٗ جِدًّا وَقَالَ یَرْوِیْ

(یعنی ہرگز ہرگز نہیں کرینگے) تم کو کیا ہوا تم یہ کسطرح (ناروا) فتوی دیتے ہو خلاصہ جملہ کا یہ ہے کہ نیکو کار اور فجار اور محسنین اور ظالمین اور اہل طاعت اور اہل معصیت میں برابری کرنا باطل حکم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پاکی واجب ہے کیونکہ وہ اسکے عدل وحکمت کے منافی ہے انتہی اور وہ حدیث جسکو ابو داؤد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اگر اہل سموات اور اہل ارض کو عذاب کرے تو انکو عذاب کریگا دراں حال کہ وہ ظالم نہ ہوگا اور اگر ان پر رحم کرے تو اسکی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی ضعیف ہے اس میں کئی ایک راوی مجروح ہیں ایک ابو سنان سعید بن سنان ہے جسکے حق میں امام احمد لکھتے ہیں، وہ قوی نہیں اور ایک دفعہ کہا آدمی تو صالح تھا مگر حدیث کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا تھا ابن عدی نے کہا اس کے تفردات ہیں مگر میرے گمان میں قصداً جھوٹ نہیں بولتا تھا اس طرح میزان میں ہے اور تقریب میں ہے سچا ہے مگر حدیث میں اس کے تفردات ہیں اور تہذیب میں ہے کہ امام احمدؒ فرماتے تھے کہ سعید بن سنان قوی نہیں اور اس حدیث کے اسناد میں محمد بن کثیر ہے اور ابوداؤد میں محمد بن کثیر دو ہیں، ایک ثقفی صنعانی ہے تقریب میں ہے کہ وہ کثیر الغلط ہے اور تہذیب میں ہے کہ امام احمدؒ اور ابوداؤد نے اسکو ضعیف کہا ہے اور بخاری نے کہا کہ نہایت سست ہے خلاصہ اور میزان میں ہے کہ عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ میرے باپ نے محمد بن کثیر کو ذکر کیا پس نہایت ضعیف کہا اسکو اور فرمایا بے اصل منکرات کی روایت کرتا ہے اور نسائیؒ وغیرہ نے کہا کہ وہ قوی نہیں اور دوسرا عبدی

اشیاء مناکیر وقال حدث بمناکیر لیس لہا اصل وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی وثانیہما العبدی البصری رجح الحافظ فی التقریب توثیقہ لکن قال ابن معین لا تکتبوا عنہ لم یکن بالثقۃ کذا فی التہذیب والمیزان فردّ الآیات القرآنیۃ والاحادیث الصحیحۃ النبویۃ بہذا الحدیث الذی اختلف المحدثون فی صحتہ کہدم الجبال بالابرۃ مع انہ تقرر فی اصول الحدیث ان الجرح مقدم علی التعدیل ولو صح فلا یخالف ما ذکرتہ وللّٰہ الحمد لان معنی الحدیث ان اللّٰہ لو عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لقدّر لہم ما یعذبہم علیہ فیکون غیر ظالم لہم حینئذ کما بینہ الحافظ ابن رجب وشیخ الاسلام ابن تیمیہ وقال العلامۃ المذکور فی منہاج السنۃ فی الجزء الاول ص۱۳۰ تحت ہذا الحدیث والتحقیق انہ اذا قدّر ان اللّٰہ تعالی فعل ذلک فلا یفعلہ الا بحق لا یفعلہ وہو ظالم لکن اذا لم یفعلہ فقد یکون ظلما تعالی عنہ۔

وقال ابن رجب الحنبلی فی کتاب جامع العلوم والحکم فی ص۱۶۰ فقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی یعنی انہ

بصری ہے حافظ نے تقریب میں اسکی توثیق کو ترجیح دی مگر امام ابن معین نے فرمایا ثقہ نہیں اس سے حدیث نہ لکھو اس طرح ہے میزان اور تہذیب میں اور یہ معلوم نہیں کہ اس اسناد میں جو محمد بن کثیر ہے ثقفی مصیصی ہے یا عبدی بصری۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے والجرح مقدم علی التعدیل اس حدیث ضعیف کے ساتھ آیات قرآنیہ واحادیث صحیح کا رد کرنا سوئی کے ساتھ پہاڑوں کا گرانا ہے بغرض صحت الحدیث کے بھی الحمد للہ ہمارے مدعا کے مخالف نہیں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ عزوجل آسمان اور زمین والوں کو عذاب کرے تو البتہ مقدر کریگا ان کے واسطے وہ شیٔ جس کے سبب سے ان کو عذاب دیگا پس اس وقت اللہ پاک عادل ہوگا نہ ظالم جیسا کہ ابن رجب نے جامع العلوم میں اس کے ساتھ تصریح کی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج میں، علامہ مذکور نے منہاج السنہ جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں اس حدیث کے یہ معنی لکھے ہیں تحقیق یہ ہے کہ جب مقدر کیا جائے کہ اللہ تعالٰے نے یہ کام کیا تو اللہ تعالٰے بغیر حق کے نہیں کرتا پس اللہ تعالٰے اس کو نہیں کرتا درآں حال کہ وہ ظالم ہو لیکن جب اللہ تعالٰے نے یہ کام نہیں کیا پس یہ کبھی یہ ظلم ہو جاویگا جس سے اللہ تعالٰے بالاتر ہے یعنی پاک ہے اور علامہ ابن رجب حنبلیؒ اپنی کتاب جامع العلوم والحکم ص۱۶۰ میں لکھ

مَنَعَ نَفْسَہٗ مِنَ الظُّلْمِ لِعِبَادِہٖ کَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ وَقَالَ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ وَقَالَ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ وَقَالَ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَقَالَ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا وَالْھَضْمُ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ جَزَآءِ حَسَنَاتِہٖ وَالظُّلْمُ اَنْ یُّعَاقَبَ بِذُنُوْبِ غَیْرِہٖ وَمِثْلُ ھٰذَا کَثِیْرٌ فِی الْقُرْاٰنِ وَھُوَ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلَی الظُّلْمِ وَلٰکِنْ لَا یَفْعَلُ فَضْلًا مِّنْہُ وَجُوْدًا وَکَرَمًا وَاِحْسَانًا اِلٰی عِبَادِہٖ وَقَدْ فَسَّرَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ الظُّلْمَ بِاَنَّہٗ وَضْعُ الْاَشْیَاءِ فِیْ غَیْرِ مَوَاضِعِھَا وَاَمَّا مَنْ فَسَّرَہٗ بِالتَّصَرُّفِ فِیْ مِلْکِ الْغَیْرِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَقَدْ نُقِلَ نَحْوُہٗ عَنْ اِیَاسِ ابْنِ مُعَاوِیَۃَ وَغَیْرِہٖ فَاِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ الظُّلْمَ مُسْتَحِیْلٌ عَلَیْہِ وَغَیْرُ مُتَصَوَّرٍ فِیْ مِلْکِہٖ وَبِنَحْوِ ذٰلِکَ اَجَابَ اَبُو الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِیُّ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ حِیْنَ سَاَلَہٗ عَنِ الْقَدْرِ وَخَرَّجَ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ سِنَانٍ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ وَھْبِ بْنِ خَالِدِ الْحِمْصِیِّ عَنِ ابْنِ الدَّیْلَمِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ یَقُوْلُ

ہیں رسول اللہ صلعم کا اپنے رب سے یہ روایت کرنا کہ اے میرے بندوں میں ظلم کو اپنے نفس پر حرام کر دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو بندوں کے ظلم سے بچا لیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہوں اور فرمایا اور اللہ تعالےٰ نہیں ارادہ کرتا جہانیوں پر ظلم کرنا اور فرمایا تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور فرمایا اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور فرمایا جو کوئی نیک عمل کرے درآن حال کہ وہ مومن بھی ہو پس وہ خوف نہ کرے ظلم اور ہضم سے ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہوں کے سبب سے عذاب کیا جائے اور ہضم یہ ہے کہ اسکی نیکیوں کے ثواب میں کچھ نقص کیا جائے اور انکی مثل قرآن مجید میں بہت آیتیں اسی پر دال ہیں کہ اللہ تعالےٰ ظلم پر قادر ہے لیکن اپنے فضل اور کرم اور جود و عدل اور اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرنے کی وجہ سے ظلم نہیں کرتا اور بہت علماء نے ظلم کی یہ تفسیر کی ہے کہ اشیاء کو ان کے مواضع لائق کے سوا اور جگہوں میں استعمال کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور جنھوں نے کہا کہ ظلم غیر کے ملک میں بے اجازت تصرف کرنے کو کہتے ہیں چنانچہ اسکی مثال ایاس ابن معاویہ وغیرہ سے منقول ہے سو وہ کہتے ہیں کہ ظلم کا اللہ تعالےٰ سے وقوع میں آنا مستحیل اور اللہ تعالےٰ کے حق میں غیر متصور ہے کیونکہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کرتا ہے وہ اسکی اپنی ملک میں تصرف ہوتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَوْ عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَإِنَّهُ أَتَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَى زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ نَظَرٌ وَوَهْبُ بْنُ خَالِدٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْمَشْهُوْرِ بِالْعِلْمِ وَقَدْ يُحْمَلُ أَنَّهُ لَوْ أَرَادَ تَعْذِيْبَهُمْ لَقَدَّرَ لَهُمْ مَا يُعَذِّبُهُمْ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ غَيْرَ ظَالِمٍ لَهُمْ حِيْنَئِذٍ وَكَوْنُهُ خَلَقَ أَفْعَالَ الْعِبَادِ وَفِيْهَا الظُّلْمُ لَا يَقْتَضِيْ وَصْفَهُ بِالظُّلْمِ سُبْحَانَهُ كَمَا أَنَّهُ لَا يُوْصَفُ بِسَائِرِ الْقَبَائِحِ الَّتِيْ يَفْعَلُهَا الْعِبَادُ وَهِيَ خَلْقُهُ وَتَقْدِيْرُهُ فَإِنَّهُ لَا يُوْصَفُ إِلَّا بِأَفْعَالِهِ لَا يُوْصَفُ بِأَفْعَالِ عِبَادِهِ فَإِنَّ أَفْعَالَ عِبَادِهِ مَخْلُوْقَاتُهُ وَمَفْعُوْلَاتُهُ وَهُوَ لَا يُوْصَفُ بِشَيْءٍ فِيْهَا إِنَّمَا يُوْصَفُ بِمَا قَامَ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ وَأَفْعَالِهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيِّمِ الْجَوْزِيَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ طَرِيْقِ الْهِجْرَتَيْنِ ص۱۳۸ لِأَنَّ الظُّلْمَ عِنْدَهُمْ هُوَ الْمُمْتَنِعُ الَّذِيْ لَا يَدْخُلُ فِي الْمَقْدُوْرِ وَذٰلِكَ لَا يُمْدَحُ أَحَدٌ عَلٰى

اور اس کی مانند ابوالاسود دؤلی نے عمران بن حصین کو جواب دیا جب اس نے اس سے قدر کا مسئلہ پوچھا اور ابوداؤد اور ابن ماجہ ابن الدیلمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے ابی بن کعب سے سنا وہ کہتا تھا اگر اللہ تعالیٰ اپنے آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب کرے تو البتہ وہ انکو عذاب کریگا اور حال یہ کہ وہ انپر ظالم نہ ہوگا اور اگر ان پر رحم کرے تو البتہ اسکی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور وہ (ابن الدیلمی) ابن مسعود کے پاس آیا اور اسکے مثل اسکو کہا پھر زید بن ثابت کے پاس گیا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی مانند حدیث سنائی۔ اور اس حدیث (کے صحیح ہونے میں اختلاف و نظر ہے اور وہب بن خالد (جو اس حدیث کے اسناد میں ایک راوی ہے) چنداں علم حدیث کے ساتھ مشہور نہیں اور یہ حدیث اس معنی پر محمول ہوسکتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے عذاب کرنے کو ارادہ کرتا تو ضرور ان کے لئے وہ مقدر کرتا جس کے سبب سے ان کو عذاب کرتا پس اس وقت وہ یعنی اللہ عزوجل ان پر غیر ظالم ہوتا تھے، اور علامہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب طریق الھجرتین کے ص۱۳۸ میں لکھتے ہیں کیونکہ ظلم ان کے نزدیک وہی امر ممتنع ہے جو قدرت کے نیچے داخل نہ ہو اور ایسے ممتنع غیر مقدور امر کے ترک پر کسی کی تعریف نہیں کی جاسکتی اور ہر وہ امر جس کا وجود ممکن ہے، وہ ان کے نزدیک عدل ہے سو ظلم ان کے نزدیک مستحیل ہے کیونکہ وہ اس ممتنع لذاتہ

ترکہ وکل ما امکن وجودہ فھو عندھم عدل فالظلم مستحیل عندھم اذ ھو عبارۃ عن الممتنع المستحیل لذاتہ الذی لا یدخل تحت المقدور ولا یتصور فیہ ترک اختیاری فلا یتعلق بہا واخبارہ تعالیٰ عن نفسہ بقیامہ بالقسط حقیقتہ عندھم مجرد کونہ فاعلا لا ان ھناک شیئا ھو قسط فی نفسہ یمکن وجودہ عندہ وکذلک قولہ وما ربک بظلام للعبید نفی عندھم لما ھو مستحیل فی نفسہ لا حقیقۃ لہ کجعل الجسم فی مکانین فی آن واحد وجعلہ موجودا معدوما فی آن واحد فھذا ونحوہ عندھم ھو الظلم الذی تنزہ عنہ وکذلک قولہ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا فالذی حرمہ علی نفسہ ھو المستحیل الممتنع لذاتہ کالجمع بین النقیضین ولیس ھناک ممکن یکون ظلما فی نفسہ وقد حرمہ علی نفسہ ومعلوم انہ لا یمدح الممدوح بترک مالو ارادہ لم یقدر علیہ وایضا فانہ قال وجعلتہ محرما بینکم فالذی حرم علی نفسہ ھو الذی جعلہ محرما بین عبادہ وھو الظلم المقدور والذی یستحق تارکہ الحمد والثناء والذی اوجب لھم ھذا

کا نام ہے جو نہ مقدور میں داخل ہوتا ہے اور نہ اس میں ترک اختیاری متصور ہے پس حمد اور تعریف کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور اللہ عزوجل نے جو اپنے نفس کے حق میں بطریق اخبار فرمایا کہ وہ قائم بالقسط ہے سو اسکی حقیقت ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ صرف اللہ تعالےٰ اسکا فاعل ہے نہ یہ کہ وہاں کوئی شئے ہے جو فی نفسہ قسط وانصاف ہے اور اسکا صدممکن الوجود ہو اور اسیطرح اللہ تعالےٰ کا یہ قول کہ تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا ان کے نزدیک ایسے امر کی نفی ہے جو فی نفسہ مستحیل اور اس کیلئے کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ایک جسم کا ایک وقت میں دو مکانوں کے اندر ہونا اور ایک جسم کو ایک ہی آن میں موجود و معدوم گردانا فی نفسہ مستحیل اور بے حقیقت امر ہے پس یہ اور اس کی مثل ان کے نزدیک وہی ظلم ہے جس سے اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو پاک فرمایا ہے اور اسیطرح اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ میرے بندوں تحقیق میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کر دیا ہے اور اس کو تمہارے درمیان (بھی) حرام کیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو جس ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے وہ مستحیل اور جمع بین النقیضین کیطرح ممتنع لذاتہ ہے وہ وہاں کوئی ایسا ممکن نہیں جو فی نفسہ ظلم ہو اور اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنے نفس پر حرام گردانا ہو اور امر معلوم ہے کہ گو ممدوح ایسے امر کے ترک پر تعریف نہیں کیا جا سکتا جسکی طرف اگر وہ ارادہ کرے

مناقضة القدرية المجوسية وردّا اصولهم وهدم قواعدهم ولكن ردّوا باطلا بباطل وقابلوا بدعة ببدعة وسلطوا عليهم خصومهم بما التزموا من الباطل فصارت الغلبة بينهم وبين خصومهم سجالا مرة يغلبون ومرة يغلبون لم يستقر لهم نصرة وانما النصرة الثابتة لاهل السنة المحضة الذين لم يتحيزوا الى فئتين غير رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يلتزموا غير ما جاء به ولم يؤصلوا اصلا ببدعة يسلطون عليهم به خصومهم بل اصلهم ما دل عليه كتاب الله وكلام رسول الله وشهدت به الفطر والعقول۔

وقال العلامة المذكور في كتابه الجواب الكافي ص۱۱۲ وكذلك لم يقدره حق قدره من قال انه يجوز ان يعذب اولياءه ومن لم يعصه طرفة عين او يدخلهم دار النعيم وان كلا الامرين بالنسبة اليه سواء وانما الخبر المحض جاء عنه بخلاف ذالك فمنعاه للخبر ولا لمخالفة حكمته وعدله وقد انكر سبحانه في كتابه على من جوز عليه ذلك غاية

تو اس پر قادر نہ ہو سکے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے درمیان حرام کردانا پس جسکو اپنے نفس پر حرام کیا ہے اس کو اپنے بندوں کے درمیان حرام گردانا ہے اور یہ وہی ظلم ہے جس پر اس کو قدرت ہے جسکا تارک لائق حمد وثنا ہے اور ان کو مجوس قدریہ کے مناقضہ اور ان کے اصول و قواعد کے رد اور ہدم نے ان باتوں پر مجبور کر دیا تھا لیکن انہوں باطل کو باطل کے ساتھ رد کیا اور بدعت کا بدعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے خصم کو بسبب التزام ان اباطیل کے مسلط کیا پس ان میں اور ان کے خصم میں غلبہ ڈول کی طرح ہو گیا کبھی غالب ہوتے ہیں اور گاہے مغلوب ان کیلئے نصرت ثابت و دائم نہ رہی واقعہ بات یہ ہے کہ نصرت ثابت و دائم ان خالص اہل سنت کیلئے ہے جو سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ان دو فرقوں میں سے کسی کے ساتھ شامل نہیں ہوتے اور وہ سوا اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور کسی امر کا التزام نہیں کرتے اور وہ کسی اصل کو ایسے بدعی اصل کے ساتھ رد نہیں کرتے جس کے سبب سے ان پر ان کے دشمن مسلط ہوں بلکہ انکا وہ اصل ہے جس پر کتاب اللہ اور کلام رسول اللہ دال ہوں اور فطرت اور عقل اس کے گواہ ہوں اور علامہ مذکور رحمہ اللہ اپنی کتاب الجواب الکافی کے ص۱۱۲ میں لکھتے ہیں اور اسیطرح اللہ عزوجل کی قدر دانی نہیں کی جس نے (یہ) کہا کہ اللہ عزوجل اگر اپنے اولیاء کو عذاب کرے جنہوں نے ایک طرفتہ العین بھی گناہ نہیں کیا تو جائز ہے یا انکو دار النعیم۔

الانکار وجعل الحکم به من اسوء الاحکام وقال العلامة ابن الهمام في المسايرة وشارحه
(ثم قال صاحب العمدة من الحنفية) وهو العلامة ابو البركات النسفي (تخليد المؤمنين
في النار والكافرين في الجنة يجوز عقلا عندهم) يعني الاشاعرة قالوا (الا ان السمع
ورد بخلافه) فيمتنع وقوعه لدليل السمع (وعندنا) معشر الحنفية (لا يجوز اه) كلام
العمدة مع ايضاح وقوله لا يجوز اى عقلا قال شيخنا المصنف (الاول) يعني قول الاشعرية
(احب الى لا الثاني) يعني قول الحنفية فليس احب الى انتهى ورد على ابن الهمام زين الدين
قاسم الحنفي قوله هذا احب الى قلت هذا البغض الى ثم قال الشيخ ابن الهمام وشارح
كتابه (ونحن لا نقول بامتناعه) هى امتناع العفو عن الكفر (عقلا بل) نقول بامتناعه
(سمعا) كالاشعري (وظنهم) اى الحنفية (انه) اى العفو عن الكفر (منافٍ
للحكمة لعدم المناسبة) اى لعدم مناسبة العفو لانه اعزاء بالكفر (غلط
منهم ورد عليه العلامة الشيخ زين الدين قاسم الحنفي في حاشيته على المسايرة في ص۱۶۶

(بہشت) میں داخل کردے اور یہ دونوں امر اسکی نسبت یکساں ہیں مگر چونکہ دلیل نقلی اس کے خلاف وارد ہے
اس واسطے ہم اس کو ممتنع جانتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ یہ خلاف عدل وحکمت ہے اور اللہ سبحانہ نے اپنی
کتاب مجید میں ایسے شخص پر بہت سخت انکار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے اسکو جائز جانے اور اللہ سبحانہ
پر اسکا حکم کرنا بدترین احکام سے فرمایا ہے علامہ ابن ہمام اور اس کی کتاب (مسائرۃ) کے شارح لکھتے
ہیں: ابوالبرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں ہمیشہ رہنا مومنو کا دوزخ میں اور کافروں کا بہشت میں اشاعرہ کے
نزدیک عقلاً جائز ہے مگر دلیل نقلی کے رو سے ممتنع ہے اور ہمارے حنفیہ کے نزدیک عقلاً بھی ناجائز ہے
ابن الہمام کہتے ہیں مجھکو اشعریہ کا قول بہت پسند ہے نہ حنفیہ کا زین الدین قاسم حنفی اس پر لکھتے
ہیں جو قول آپ کو بہت پسند ہے اس قول کو میں بہت برا سمجھتا ہوں پھر ابن الہمام لکھتے ہیں،
کہ ہم اشعری کی طرح کافر کے عفو کو عقلاً جائز جانتے ہیں نہ سمعاً اور حنفیہ کا یہ گمان کہ کافر کا عفو حکمت کا
منافی ہے غلط علامہ زین الدین قاسم حنفی نے اپنے حاشیہ علی المسائرہ کے ص۱۶۶ میں اسکا رد کیا لکھتے ہیں
انکی کلام جس قدر میرے پاس حاضر ہے ذکر کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کیا امر اسیطرح ہے جس

قُلْتُ اَذْكُرُ مَاحَضَرَنِي مِنْ كَلَامِهِمْ لِيَظْهَرَ هَلِ الْاَمْرُ كَمَا زَعَمَ اَمْ لَا فَاَقُوْلُ قَالَ فِي الْكِفَايَةِ قَالَ اَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لَا يَجُوْزُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يَعْفُوَ عَنِ الْكَافِرِيْنَ وَيُخَلِّدَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَيُخَلِّدَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي النَّارِ لِاَنَّ الْحِكْمَةَ تَقْتَضِي التَّفْرِقَةَ بَيْنَ الْمُسِيْئِ وَالْمُحْسِنِ وَمَا يَكُوْنُ عَلٰى خِلَافِ قَضِيَّةِ الْحِكْمَةِ يَكُوْنُ سَفَهًا وَاِنَّهُ يَسْتَحِيْلُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالظُّلْمِ وَالْكِذْبِ فَلَا يُوْصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكَوْنِهِ قَادِرًا عَلَيْهِ وَدَلَالَةُ ذٰلِكَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَدَّ عَلٰى مَنْ حَكَمَ بِالتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْمُجْرِمِ بِقَوْلِهٖ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ وَكَذٰلِكَ قَالَ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ثُمَّ لَا تَفْرِقَةَ بَيْنَ هٰؤُلَاءِ فِي الدُّنْيَا فَلَا بُدَّ مِنَ التَّفْرِقَةِ فِي الْاٰخِرَةِ وَلِاَنَّ تَخْلِيْدَ الْمُؤْمِنِ فِي النَّارِ وَتَخْلِيْدَ الْكَافِرِ فِي الْجَنَّةِ يَكُوْنُ ظُلْمًا وَاَنَّهُ يَسْتَحِيْلُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا نُبَيِّنُ وَدَلَالَةُ اَنَّهُ ظُلْمٌ فَاِنَّ الظُّلْمَ وَضْعُ الشَّيْئِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهٖ وَالْاِسَاءَةُ فِي حَقِّ الْمُحْسِنِ وَالْاِكْرَامِ۔

طرح ابن ہمام کہتا ہے یا نہ سو میں کہتا ہوں کفایہ میں ہے ہمارے اصحاب (حنفیہؒ) نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حق میں یہ جائز نہیں کہ وہ کافروں کو معاف کردے اور انکو بہشت میں ہمیشہ رکھے اور مومنین کو ہمیشہ آگ میں رکھے کیونکہ حکمت اس (بات) کی مقتضی ہے کہ بدکار اور نیکوکار کے درمیان فرق ہو اور جو کام قضیہ حکمت کے خلاف ہو وہ سُفہ (بے عقلی) ہے اور اللہ عزوجل سے اسکا صدور ظلم اور کذب کی طرح مستحیل ہے پس اللہ تعالےٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس پر قادر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس شخص پر رد فرمایا ہے جو مسلم اور مجرم کے درمیان تسویہ کا فتوی دیتا ہے اس آیہ کریمہ میں کیا مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کرینگے (یعنی ہرگز نہیں کرینگے، تم کو کیا ہوا یہ نا جائز) حکم تم اللہ سبحانہ پر کس طرح کیا کرتے ہو اور اس طرح فرمایا ہے کیا ان لوگوں نے گمان کیا ہے جو برائی کرتے ہیں کہ ہم انکو ایماندار نیک پاک (تابعداروں) کیطرح کردینگے ان کی حیات اور ممات یکساں ہوگی (یعنی ہرگز ایسا نہیں ہوگا کہ مجرم اور محسن برابر ہوں) برا ہے وہ جو (اللہ پر ایسا) فتوی دیتے ہیں پھر جب دنیا کے درمیان ان میں تفرقہ نہیں تو ضرور ہے کہ آخرت میں انکے درمیان تفرقہ ہو اور اس لئے کہ مومن کا ہمیشہ آگ میں رکھنا اور کافر کا ہمیشہ جنت میں رکھنا ظلم ٹھہرتا ہے اور اللہ سبحانہ سے اس کا وقوع میں آنا مستحیل ہے چنانچہ

والانعام فی حق المسئ المعلن وضع الشئ فی غیر موضعہ فیکون ظلما مستحیلا من اللہ و مثل ھذا اسفہا فی الشاھد فلا یجوز نسبۃ ذلک الی اللہ تعالیٰ عقلا وقولہ تصرف فی ملکہ قلنا التصرف فی الملک انما یجوز من الحکیم اذا کان علی وجہ الحکمۃ والصواب فاما التصرف علی خلاف قضیۃ الحکمۃ یکون سفہا وانہ لا یجوز الخ وقال العلامۃ الحافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فی کتابہ شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل فی الباب السابع والعشرون اما القدریۃ والجبریۃ فعندھم الظلم لا حقیقۃ لہ بل ھو الممتنع لذاتہ الذی لا یدخل تحت القدرۃ فلا یقدر الرب تعالیٰ عندھم علی ما یسمی ظلما حتی یقال ترک الظلم وفعل العدل فعلی قولھم لا فائدۃ فی قولہ عدل فی قضائک بل ھو بمنزلۃ ان یقال نافذ فی قضائک ولابد وھو معنی قولہ ماض فی حکمک فیکون تکریرا لا فائدۃ فیہ وعلیٰ قولھم فلا یکون ممدوحا بترک الظلم اذ لا یمدح بترک المستحیل لذاتہ ولا فائدۃ فی قولہ انی حرمت الظلم علی

ہم بیان کرینگے اور اس بات کی دلیل کہ یہ ظلم ہے یہ ہے کہ ظلم ایک شئی کو غیر موضع میں استعمال کرنا اور نیکوکار کے ساتھ برا کرنا اور بدکار مُعلِن کے حق میں اِنعام واکرام کرنا وضع الشئی فی غیر موضعہ ہے پس یہ ظلم ہے اور اللہ سبحانہ کے بارے میں مستحیل ہوگا اور عقل کے رو سے ایسا کام سفہ شمار کیا جاتا ہے پس اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف عقلاً جائز نہیں اور اسکا یہ قول کہ تصرف اسکی اپنی ملک میں ہے ہم کہتے ہیں حکیم کا تصرف اپنی ملک میں اس وقت جائز ہے جب کہ حکمت اور صواب کے طور پر ہو اور خلاف قضیہ حکمت کے تصرف کرنا سفہ ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے واسطے جائز نہیں ہے۔ حافظ ابن القیمؒ اپنی کتاب شفاء العلیل کے ستائیسویں باب میں لکھتے ہیں قدریہ اور جبریہ کے نزدیک ظلم کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ ممتنع لذاتہ ہے جو (خدا کی) قدرت کے اندر داخل نہیں پس ان کے نزدیک رب تعالےٰ اس پر قادر نہیں جس کو ظلم کہا جاتا ہے تاکہ کہا جاوے کہ اس نے ظلم کو چھوڑ دیا اور عدل کو فعل میں لایا پس ان کے قاعدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے میں کہ میرے حق میں تیرا حکم عدل ہے کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کہنا اور یوں کہنا کہ میرے حق میں تیرا حکم نافذ ہے یکساں ہوا اور نفوذ والی معنے ماض فی حکمک میں ہو چکی تھی پس تکرار بلا فائدہ ہوگا اور اُن کے قول کے مطابق اللہ تعالےٰ ترک ظلم کے ساتھ ممدوح نہ ہوگا کیونکہ مستحیل لذاتہ کے ترک کے ساتھ مدح نہیں ہوتی ہے اور اس قول کہ میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کیا ہے کوئی فائدہ نہ ہوگا یوں گمان کیا جاتا

نفسي أو بغيض معناه إني حرمت على نفسي ما لا يدخل تحت قدرتي وهو المستحيلات ولا فائدة في قوله فلا يخاف ظلما ولا هضما فإن كل أحد لا يخاف من المستحيل لذاته أن يقع ولا فائدة من قوله وما يريد ظلما للعباد. فنفوذ حكمه في عباده بملكه وعدله فيهم بحمده وهو سبحانه له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ونظيره هذا قوله سبحانه حكاية عن نبيه هود إنه قال إني توكلت على الله ربي وربكم ما من دابة إلا هو آخذ بناصيتها إن ربي على صراط مستقيم فقوله ما من دابة إلا هو آخذ بناصيتها مثل قوله ناصيتي بيدك ماض في حكمك وقوله إن ربي على صراط مستقيم مثل قوله عدل في قضائك أي لا يتصرف في تلك النواصي إلا بالعدل والحكمة والمصلحة والرحمة لا يظلم أصحابها ولا يعاقبهم بما لم يعملوه ولا يهضمهم حسنات ما عملوه فهو سبحانه على صراط مستقيم في قوله وفعله يقول الحق ويفعل الخير والرشد الخ انتهى۔ قال العلامة عبد الرحيم بن علي الشهير بشيخ زاده في كتابه نظم الفرائد ذهب مشائخ الحنفية إلى أنه يمتنع تخالف الوعيد

ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اپنے نفس پر اس کو حرام کر دیا ہے جو میری قدرت کے اندر داخل نہیں یعنی مستحیل چیزیں اور اس قول میں کہ نہ ڈرے ظلم اور نہ ہضم سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مستحیل لذاتہ کے وقوع سے کوئی شخص نہیں ڈرتا اور اس قول میں کہ اللہ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ اس قول میں کہ میں بندوں پر ظلام نہیں ہوں کوئی فائدہ نہ ہوگا، سو بندوں کے درمیان اللہ کے حکم کا نفوذ اس کے مالک ہونے سبب سے ہے اور اللہ تعالے کا عدل ان کے درمیان بسبب حمید ہونے اس کے ہے اور ملک اور حمد دونوں اس کیلئے خاص ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسکی نظیر وہ قول ہے جو اللہ سبحانہ نے اپنے نبی ہودؑ کے بارے میں بطریق حکایت بیان کیا ہے کہ ہودؑ نے کہا میں نے اس اللہ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی جاندار نہیں مگر اللہ اس کی پیشانی کو پکڑنیوالا ہے بیشک میرا رب راہ مستقیم پر ہے سو یہ کہنا کہ کوئی جاندار نہیں مگر اللہ اسکی پیشانی کو پکڑنیوالا ہے اسکی مثل ہے جو رسول اللہ نے کہا میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے میرے حق میں تیرا حکم گذر چکا ہے اور یہ قول کہ میرا رب راہ مستقیم پر ہے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے برابر ہے کہ میرے حق میں تیرا حکم عدل ہے یعنی وہ عزوجل ان پیشانیوں میں بجز عدل اور حکمت اور مصلحت اور رحمت کے تصرف نہیں کرتا نہ ان پیشانیوں پر ظلم کرتا ہے اور نہ بغیر کیئے انکو عذاب کرتا ہے اور نہ انکے

كما يمتنع تخلف الوعد كما في العمدة للإمام النسفي والشرح الكبير للإمام اللقاني وشرح الفقه الأكبر للشيخ علي القاري وذهب المشائخ من الأشاعرة إلى أن العقاب عدل أوعد به العاصي وله أن يعفو عنه لأن الخلف في الوعيد لا يعد نقصا كما في المواقف وشارحه الشريفي والتفسير الوسيط للإمام الواحدي وشرح الجوهرة للإمام اللقاني احتج مشائخ الحنفية بأن الخلف في الوعيد تبديل للقول وقد قال الله تعالى لا يبدل القول لدي وما أنا بظلام للعبيد وما يلزم جواز الكذب على الله تعالى في وعيده وقد قام الإجماع على تنزه حيزه عنه وقال رحمه الله أيضا قال الإمام فخر الدين الرازي إذا جاز الخلف في الوعيد بغرض الكرم فلم لا يجوز الخلف في القصص والأخبار بغرض المصلحة ومعلوم أن فتح هذا الباب يفضي إلى الطعن في القرآن وكل الشريعة انتهى بلفظه وقال رحمه الله أيضا ذهب أيضا ذهب مشائخ الحنفية إلى أن الله تعالى لا يفعل القبيح ولو فعل لكان قبيحا فلا يجوز عقلا عندنا تخليد المؤمنين في النار والكافرين في الجنة وذهب الشيخ الأشعري ومن تابعه إلى أن أفعاله تعالى لا توصف بالقبح ولو فعله لا يوصف به حتى لو خلد الأنبياء في النار

کردہ حسنات میں نقصان دیتا ہے پس وہ سبحانہ اپنے قول اور اپنے فعل میں راہ مستقیم پر ہے اور حق کہتا ہے اور خبر اور شکر کرتا ہے انتہے علامہ عبدالرحیم بن علی معروف شیخ زادہ اپنے کتاب نظم الفرائد میں لکھتے ہیں کہ مشائخ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ مخالفت وعید مثل مخالفت وعدہ کے ممتنع ہے ایسا ہی عمدہ میں امام نسفی نے اور شرح کبیر میں امام لقانی نے شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے اور مشائخ اشاعرہ کا یہ مذہب ہے کہ گنہگار کو عذاب کا وعید عدل ہے اور اللہ کو اختیار ہے کہ اسکو معاف کردے کیونکہ وعید کی مخالفت کو نقصان شمار نہیں کیا جاتا ایسا ہی مواقف اور اسکی شرح شریفی اور تفسیر وسیط امام واحدی اور شرح جوہرہ امام لقانی میں ہے اور مشائخ حنفیہ اسبات کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں کہ مخالفت وعید قول کا بدل ڈالنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید یعنی میرا قول بالکل نہیں بدلا جاتا اور نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں اور یہ بھی وجہ ہے کہ مخالفت وعید سے اللہ تعالیٰ پر جواز کذب لازم آتا ہے اور اجماع اسی بات پر قائم ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے اور کہا رحمہ اللہ نے امام فخرالدین رازی کہتے ہیں کہ جب مہربانی کی غرض سے مخالفت وعید جائز ہوگئی تو قصص اور اخبار میں کسی مصلحت کے واسطے کیوں جائز نہیں ہو سکتی اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر اس بات کا دروازہ کھول دیا جائے تو قرآن مجید اور کل شریعت پر طعن ہو

ذا لکفار فی الجنۃ لا یقبح عندہ کما فی تعدیل العلوم وشرحہ للصدر العلامۃ والعمدۃ للامام النسفی والمسایرۃ للامام ابن الھمام استدل مشائخ الحنفیۃ بان الحکمۃ الالھیۃ تقتضی التفرقۃ بین المحسن والمسیئ وما یکون علی خلاف قضیۃ الحکمۃ یستحیل من اللہ تعالی ولان تخلید المؤمنین فی النار وتخلید الکفار فی الجنۃ وضع الشیئ فی غیر موضعہ وھو مستحیل علی اللہ تعالیٰ وقال رحمہ اللہ ایضا ذھب مشائخ الحنفیۃ الی ان العفو عن الکفر لا یجوز عقلا کما فی التاویلات للشیخ علم الھدی ابی منصور الماتریدی و العمدۃ للامام النسفی وشرحہ وذھب الشیخ الاشعری ومن تابعہ الی ان العفو عن الکفر یجوز عقلا کما فی التفسیر الکبیر للامام فخر الدین رازی وکشف الکشاف المسایرۃ للامام ابن الھمام استدل مشائخ الحنفیۃ بان حکمۃ اللہ تعالی توجب العقاب علی من اعتقد الکفر والتزمہ وان لیس فی الحکمۃ عفو عن مثلہ الخ ویا اللہ العجب من قوم یسند کون ھذا

جائے گا اور کہا رحمہ اللہ نے مشائخ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ قبیح ہی ہوگا اس واسطے مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا اور کفار کا ہمیشہ جنت میں رہنا ہمارے نزدیک عقلاً بھی جائز نہیں ہے اور شیخ اشعری اور اس کے تابعداروں کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال قبیح کے ساتھ وصف نہیں کئے جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ اس فعل قبیح کو کرے تو بھی اس کے ساتھ وصف نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر انبیاء کو ہمیشہ دوزخ میں اور کفار کو ہمیشہ جنت میں رکھے تو اسکو بھی اشعری کے نزدیک فعل قبیح نہ کہا جائیگا جیسا کہ تعدیل العلوم اور اسکی شرح صدر العلامہ اور عمدہ امام نسفی اور مسایرہ امام ابن الہمام میں ہے مشائخ حنفیہ اس بات کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں کہ نیکوکار اور بدکار کے تفرقہ کو حکمت الٰہی مقتضی ہے اور جو کچھ اقتضائے حکمت کے خلاف ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا اور کفار کا ہمیشہ جنت میں رکھنا وضع الشیٔ فی غیر موضعہ یعنی شئے کو اسکے اصل مقام پر نہ رکھنا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر مستحیل ہے ، اور مشائخ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ کفر سے معافی عقلاً جائز نہیں ہے ایسا ہی تاویلات شیخ علم الہدی ابی منصور ماتریدی اور عمدہ امام نسفی اور اسکی شرح میں ہے اور شیخ اشعری اور اسکے اتباع کا یہ مذہب ہے کہ کفر سے معافی عقلاً جائز ہے ، جیسا کہ کبیر امام رازی ، اور کشف الکشاف اور مسائرۃ ابن ہمام میں ہے مشائخ حنفیہ اس بات سے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں کہ جو کوئی کفر کا اعتقاد اور اسکا التزام کرے اس پر حکمت آلہی عذاب کو واجب کرتی ہے اور ایسی باتوں سے معافی حکمت میں جائز نہیں ہے

الآیات یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون یعذب من یشاء و یغفر لمن یشاء علی ان اللہ عزوجل لو خالف وعدہ الذی وعد المؤمنین بالجنۃ و اسکنھم ابدا فی النار لکان عدلا و نسطا وھذا غلط وغفلۃ منھم لانہ لیس فی الآیات المذکورۃ ما یدل علی ھذا بل المراد من الآیات ان اللہ یفعل ما یشاءہ و یحکم ما یریدہ ولا یسئل عما یفعلہ و مخالفۃ الوعد و ادخال المؤمنین فی النار و الظلم لا یشاءہ ولا یریدہ کما قال وما اللہ یرید ظلما للعلمین فلا یفعلہ ولا یحکم بہ ولا یسئل عنہ ففی الآیات ذکر ما یشاءہ و یریدہ و یفعلہ و یحکم بہ ولیس فیہ ذکر ما یشاءہ ولا یریدہ ولا یفعلہ ولا یحکم بہ وھذا لا اختلاف فیہ عند احد من المسلمین وھذا امر اخر غیر الذی کنا نصددہ و اما قولہ تعالی یعذب من یشاء و یغفر لمن یشاء فتفسیرہ یعذب من یشاء وھم الکفرۃ و المنافقون و یغفر لمن یشاء وھم المؤمنون ۔ لان اللہ عزوجل صرح فی کتابہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء وقال سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم

اور تعجب ہے اس قوم سے جو آیہ کریمہ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید اور آیہ کریمہ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون اور آیہ کریمہ یعذب من یشاء و یغفر لمن یشاء سے استدلال کرتے ہیں اس بات پر کہ اگر اللہ عزوجل اپنے وعدے سے مخالفت کرکے مومنوں کو ہمیشہ دوزخ میں رکھے اور اپنے وعیدات و اخبارات کے برخلاف کفرہ فجرہ کو ہمیشہ کے واسطے بہشت دیوے یہ عین عدل و انصاف ہے اور یہ ان کی غلطی اور غفلت ہے کیونکہ آیات مذکورہ میں اسکا ذکر ہی نہیں بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل جس چیز کو چاہتا ہے، اور ارادہ کرتا ہے اور اسکا حکم دیتا ہے اور جس چیز کو کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا اور اپنے وعدوں و اخبارات سے مخالفت اور ظلم اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا اللہ عزوجل انکو نہ چاہتا ہے اور نہ ان کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے (جیسا کہ آیہ کریمہ وما اللہ یرید ظلما للعلمین میں ہے) کہ اسکو کرے یا اسکا حکم دیوے یا اس سے پوچھا جاوے یہاں تو اس چیز کا ذکر ہے جو اللہ عزوجل کرتا ہے یا اسکا حکم دیتا ہے اور جس چیز کو نہ چاہتا ہے اور نہ اسکا ارادہ کرتا ہے اس کے کرنے یا حکم دینے یا پوچھا جانے کا ذکر کہاں اور یعذب من یشاء سے کفار مراد ہیں، اور یغفر لمن یشاء سے مراد مومن ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن شریف میں تصریح کے ساتھ فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء

لن یغفر اللہ لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر لھم وقال وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجرا عظیما والذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم فعلم ان المراد من جملۃ ویغفر لمن یشاء المؤمنون واما حدیث لن ینجو احد منکم بعملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ فلا یضرنا لانا لا نقول بوجوب الاجر والثواب علی اللہ تعالیٰ بالاعمال الصالحۃ بل ھو اوجب علی نفسہ بفضلہ وکرمہ الرحمۃ وحرم علی نفسہ الظلم کما نطق بہ الکتاب والسنۃ فی مثل قولہ تعالیٰ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ وقولہ وکان حقا علینا نصر المؤمنین وقولہ فی الحدیث الالٰھی الصحیح یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما واما ان العباد یوجبون علیہ او یحرمون علیہ فممتنع عند اھل السنۃ کلھم وفی ھذا کفایۃ لمن لہ بصارۃ وارجو من اللہ ان ینفع بہ کثیرا من المسلمین والحمد للہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین واٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اور فرمایا سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم اور فرمایا ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم اور فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیما اور فرمایا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم

پس آیات مذکورہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ جملہ یعذب من یشاء سے مراد مشرک و منافق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ میں مشرک کو کبھی نہ بخشونگا اور یغفر لمن یشاء سے مراد مومن ہیں کیونکہ قرآن مجید میں مومنوں کی مغفرت کے واسطے اللہ پاک کا وعدہ ہے اور حدیث لن ینجو احد منکم بعملہ ہمارے مضر نہیں کیونکہ ہم اپنے اعمالوں سے اللہ عزوجل پر وجوب حق کے قائل نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل کرم سے مومنوں کا حکم اپنے اوپر واجب کرلیا اور ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا جیسا کہ کتاب و سنت اسی پر ناطق ہے کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو فرض کرلیا وکان حقا علینا نصر المؤمنین نصرت مومنوں کی ہمارے اوپر حق ہے، یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما اے میرے بندوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کردیا اور تمہارے درمیان بھی حرام گردانا اور یہ بات کہ بندے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب کریں یا حرام کریں یہ تمام اہل سنت کے نزدیک ممتنع ہے والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین واٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

سوال:۔ (۲) انصار مدینہ کا پیشہ پارچہ بافی تھا اس لئے ہر مسلمان جس کا پیشہ پارچہ بافی ہے انصار کہلایا جا سکتا ہے دہلی جیسے مرکزی شہر میں جہاں تقریباً ہندوستان کے ہر صوبے کے اور ہر قوم کے افراد آباد ہیں اور سی طرح پارچہ باف برادری کے افراد بھی ہندوستان کے مختلف حصص سے آکر آباد ہو گئے ہیں، (بعض راجپوت ہیں اور بعض جاٹ وغیرہ ہیں بہت سے ہندو پارچہ بافوں کی اولاد میں سے ہیں جن کے آباؤ اجداد کسی زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے) اب سوال یہ ہے کہ کیا بغیر پورے ثبوت کے یہ لوگ اپنے تئیں انصار کہلوا سکتے ہیں؟ اور مَنْ نَسَبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ اور مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وغیرہ احادیث کا کیا مطلب ہے بینوا توجروا۔

جواب:۔ (۳) جواب صحیح ہے بے شک جو لوگ انصاری النسل سے نہیں ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے کو انصاری ظاہر کریں اور یہ دعویٰ کہ ہندوستان کے تمام پارچہ باف انصاری ہیں، بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب:۔ (۴) صحیح بلاشک وشبہ نسب اور نسل کا بدلنا حرام ہے پارچہ بافی اسلام میں کوئی حقیر پیشہ نہیں نہ پارچہ بافوں کو اسلام کوئی ذلت ہے سب انسان اسلام کے نزدیک ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں قرآن نے نسلی امتیاز اور پیشوں کی شرافت کا گلا گھونٹ دیا ہے ایک اصلی سید کا اور ایک جوتی گانٹھنے والے مسلمان کا اسلام میں ایک ہی حکم ہے ذات پات پر فخر یہ جاہلیت کا کام ہے پھر کسی برادری کو اپنا نصب نامہ گھڑنے کی کیا ضرورت؟ سوال میں جو حدیثیں ہیں اُن کی بنا پر نسب بدلنا حرام ہے واللہ اعلم۔

صورت مرقومہ ومسئولہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ محض پارچہ بافی انصار مدینہ کی اولاد ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی جو لوگ واقعی ان کی اولاد میں سے ہوں ان کے پاس اس کا ثبوت ہو وہ البتہ اپنے آپ کو اُن کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور جن لوگوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں محض پارچہ بافی کی بناء پر اپنے آپ کو ان کی اولاد میں محسوب کرتے ہیں یہ اُن کی ڈبل غلطی ہے جو شرعاً ہرگز جائز نہیں فقط حررہ العاجز۔ حررہ العاجز ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار

اس نسب نامہ کے گھڑنے کی وجہ دراصل ان مسلمانوں کی تعصب پرستی ہے جو ہندوؤں کی

صحبت میں رہ کر بالکل ہندو ہی بن چکے ہیں، جن کی نظر میں داعی اسلام کے اس فرمان لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلَی الْعَجَمِیِّ کے ہوتے ہوئے بھی کسی سید کی شادی کسی دھوبی سقہ جلاہے وغیرہ سے نہیں ہو سکتی دہلی کے ان نوجوانوں کو اپنے ڈاکٹری وغیرہ پیشوں کو چلانا تھا مسلمانوں میں حقارت کے خوف سے انہوں نے اپنے نسب نامہ بدلے بہرحال ان مومن حضرات کو اپنا نسب نامہ نہیں بدلنا چاہیے کیونکہ یہ فعل شرعاً گناہ ہے، واللہ اعلم۔ ابوالقاسم ایم اے رزاق منزل لال دروازہ دہلی۔ اخبار محمدی دہلی جلد ۱۸ ش ۲۲

سوال :۔ سائل یا مسافر یا پڑوسی یا قرابتدار جو غیر متعصب پرہیزگار حنفی ہوں یا بے نمازی ہوں یا تاڑی باز، شرابخور رہوں ان کے ساتھ کھانا کپڑا یا پیسہ غلہ وغیرہ کے ذریعہ سلوک اور احسان کرنے سے ثواب ملیگا یا نہیں؟

جواب :۔ نیک صالح غیر متبدع مسلمان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے سے ہر حال میں ثواب ملیگا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ (قرآن کریم) وَغَیْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰیَاتِ۔

اور فاسق فاجر یا بدعتی و مشرک کے ساتھ سلوک کرنے کا ثواب اس وقت ملیگا جب وہ خستہ حال مضطر و پریشان فاقہ زدہ ہو آنحضرت ؐ فرماتے ہیں فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ (بخاری)

عبیداللہ رحمانی محدث دہلی جلد ۹ شمارہ ۹

سوال :۔ کیا مندرجہ ذیل دو حکایتیں جن کو بعض مصنفین اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کسی معتبر روایت سے ثابت ہیں (۱) حضرت آدم ؑ کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو زمین میں بھیجا کہ مٹی لاوے وہ جب زمین میں آیا مٹی کہنے لگی کہ مجھے مت لیجاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے حضرت آدم ؑ کو بنائے گا اور ان کی اولاد گناہ کرے گی اس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا اس میں مجھے تکلیف ہوگی اسی طرح تین فرشتے آئے اور سب کے سب واپس گئے ان کے بعد عزرائیل آئے اور مٹی لے گئے کیونکہ ان کے دل میں رحم کم ہے،

جواب :۔ پہلی حکایت حسب ذیل کتابوں میں معمولی اختلاف اور فرق اور تفاوت کے ساتھ طول قصہ کے ضمن میں مذکور ہے، تفسیر فتح العزیز مولانا شاہ عبدالعزیز الدہلوی ص ۱۹ ج ۱ تفسیر روح

البیان، وتفسیر خازن صنہ ج ۳ (عن وہب بن منبہ التابعی قولہ) سعید بن منصور، وابن المنذر، وابن ابی حاتم (عن ابی ہریرۃ الصحابی موقوفاً علیہ) ابن جریر وکتاب والصفات للبیہقی ص وابن عساکر (عن ابن مسعود وناس من الصحابۃ موقوفاً علیہم) ابو الشیخ بسند صحیح (عن ابن زید مرفوعاً) تفسیر "در منثور للسیوطی صنہ ج ۷ ۲۸۰" تفسیر السدی (عن ابی مالک وعن ابی صالح عن ابن عباس

وعن مرۃ عن ابن مسعود وعن اناس من الصحابۃ مطولاً موقوفاً علیہم) قال ابن کثیر فی تفسیرہ ۱۳ ج ۱ بعد ذکرہ فھذا الاسناد الی ھؤلاء الصحابۃ مشھور فی تفسیر السدی ویقع فیہ اسرائیلیات کثیرۃ فلعل بعضھا مدرج لیس من کلام الصحابۃ او انھم اخذوہ من بعض الکتب المتقدمۃ واللہ اعلم انتہیٰ میرے نزدیک یہ حکایت اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور چونکہ قرآن وصحیح حدیث میں اس کی تفصیل سے سکوت ہے اور ان دونوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے نہ تکذیب اس لئے ہم ابھی نہ اس کی تکذیب کرنے لگے اور نہ تصدیق فلا نؤمن بہ ولا نکذب بہا۔ عبید اللہ رحمانی محدث دہلی شمار ۱۲

سوال:۔ چند سال سے ہندوستان کے کئی مقامات میں رجبی شروع ہونے لگی ہے یعنی ۲۷، ۲۸ رجب کو حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا حال پڑھا جاتا ہے اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور کثرت سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہ اسی مجلس میں بعد بیان معراج شریف قوالی ہوتی ہے اور حال آتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی ترقی ہے تو براہ مہربانی شریعت کے رو سے اس کے مضار ومنافع سے مطلع فرمائے کہ اس کا کرنے والا اور شریک ہونے والا اور مدد دینے والا داخل حسنات ہوگا یا موجب سیئات،

الجواب:۔ جلسہ بہئیت متعارفہ زمانہ ہذا میں جو منکرات مجتمع ہیں وہ ظاہر ہیں،

(۱) التزام مالا یلزم جس کی کراہت فقہاء کے کلام میں منصوص اور بہت فروع فقہیہ کو اس پر متفرع کیا ہے، کما لا یخفی علی الماہر۔

۲ کثرت:۔ روشنی میں اسراف کا ہونا جس کی ممانعت منصوص قرآنی سے ہے،

۳ اور س:۔ میں قوالی کا اہتمام جو تطوعات کے لئے مکروہ ہے اسی بناء پر جماعت نافلہ کو

مکروہ کہا ہے اور بجھی، جس قدرت منکرات کو محققین نے مجالس متعارفہ میلاد میں ذکر کیا ہے اکثر بلکہ کل مع شئی زائد اوس میں مجتمع ہیں، بالخصوص اگر اس کے ساتھ قوالی بھی ہو تو منکرات مضاعف ہو جاوئے گئے کیونکہ مجالس متعارفہ سماع میں شرائط اباحۃ محض مفقود ہیں اور عوارض مانعہ بکثرت موجود ہیں چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق متعارف پر منطق کرنے سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے بنا بروجوہ مذکورہ جلسہ مذکورہ کے داعی اور ساعی و بانی و معین و شریک سب کے سب شرعاً قابل ملامت و تشنیع ہونگے طالب حق کے لئے یہ مختصر کافی ہے اور مخاصم کے لئے دفتر غیر وافی ہیں،

سوال:۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ کو تعجب ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو ماں باپ سے بڑھ کر چاہتا ہے پھر کافروں کو خلود دائمی دوزخ میں کیوں فرمائے گا، اولاد چاہے کیسی ہی بُری سے بُری ہو، لیکن باپ اس کی تکلیف ہرگز گوارا نہیں کرتا، اور اس کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا۔

الجواب:۔ یہ سوال خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا حَیْثُ قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلٰی قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَہٗ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمر کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل اصطلاح مجملاً الفاظ میں یہ ہے کہ عباد گو عام ہے مگر دوسرے دلائل نے اس میں سے بعض کو خاص کر دیا ہے جو ملعون ہو کر دائرہ رحمت سے خود نکل گئے ہیں پس عباد دو قسم کے ہوئے ایک مرحومین اور ان پر اس قدر رحمۃ ہے کہ والدہ کو ولد پر نہیں دوسرے غیر مرحومین سو ان پر آخرت میں رحمت ہی نہ ہوگی پھر زیادتی کمی کا کیا ذکر یا یوں کہو کہ عبادہ عام نہیں ہے اضافت تخصیص کو مفید ہے یعنی بندگان خاص جیسے قرآن مجید میں عِبَادُ الرَّحْمٰنِ کو خاص کیا ہے موصوف بصفات خاصہ سے رہا یہ کہ والدہ کو تو سب اولاد پر رحمت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو سب عباد پر کیوں

نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت والدہ کی اضطراری ہے مشیت پر موقوف نہیں اس لئے عام ہے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جس کا سبب ظاہری اعمال صالحہ ہیں اس لئے آخرت میں خاص ہے البتہ دُنیا میں عام ہے رہا مرحومین کو تکلیف ہونا سو وہ تہذیب ہے تعذیب نہیں، فقط واللہ اعلم

سوال:۔ وہابی کی کیا تعریف ہے:۔

جواب: قاعدہ کی رو وہابی اس کو کہنا چاہیئے جو مجدد ملت شیخ الاسلام حضرت محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء – ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) کا مقلد اور پیرو ہو۔ جیسے چاروں اماموں کے مقلدین اور پیروؤں کو مالکی شافعی حنبلی حنفی کہا جاتا ہے لیکن نجد کے اس مجدد اور امام علمبردار توحید کی مبارک تحریک کے مخالفین نے سیاسی اغراض و مقاصد کی بنا پر دنیا کے سامنے اپنی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کے ذریعہ اس تحریک "وہابیت" اور "وہابی" کو نہایت بھیانک اور خوفناک صورت میں پیش کیا تاکہ دنیائے اسلام اس تحریک اور اس کے بانی اور حامیوں کی مخالف ہو جائے چنانچہ وہ اپنے ناپاک مقصد میں کسی قدر کامیاب بھی ہو گئے۔

ہندوستان میں ایک زمانہ "وہابیت" نام تھا حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء – ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک تجدید و امامت کا اور "وہابی" نام تھا اس مجاہدانہ تحریک کے بانیوں اور حامیوں کا حالانکہ ہندوستان میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک دعوت و تجدید کو نجدی وہابی تحریک سے دور کا تعلق بھی نہیں یعنی ایک نے دوسرے کی تعلیمات سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا (ملاحظہ ہو سیرت حضرت سید احمد شہید)

پھر ایک دوسرا دور آیا اس دور میں غلط فہمی سے "وہابیت" اور "وہابی" نام ہو گیا ہندوستان میں برٹش امپیریلزم سے "بغاوت" اور "باغی" کا اس غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں پہ وہ سب کچھ گذرا جس کے بیان کرنے کے لئے زبان میں طاقت نہیں اس کے بعد تیسرا موجود دور آیا اس میں "وہابیت" نام ہو گیا ہے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تقلید و اتباع کا اور تقویۃ الایمان پڑھنے پڑھانے کا اور ان غلط بیانیوں دروغ بافیوں افترا پردازیوں اور بے سروپا توں کا جن کا سلسلہ بریلوی حنفیوں نے اہل حدیثوں کو بدنام کرنے اور جاہل مریدوں کو اندھیرے میں

رکھنے کے واسطے جاری کر رکھا ہے اور اگر حقیقت اور واقعیت کا لحاظ کیا جائے تو انہوں نے وہابیت نام رکھا ہے "اہلحدیثیت" یعنی قرآن و حدیث کے اتباع اور اجتناب من البدعات کا اور "وہابی" نام رکھا ہے اس شخص کا جو بریلوی رضائی عقیدہ نہ رکھتا ہو اور ہر کسی قسم کی بدعتوں سے پرہیز کرتا ہوا تقلید سے الگ رہ کر صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہو حالانکہ اہلحدیث جس طرح کسی امام کے مقلد نہیں اسی طرح شیخ الاسلام ابن عبدالوہابؒ کے مقلد اور پیرو بھی نہیں اور نہ ان کی تحریک شیخ الاسلام کی تعلیمات سے ماخوذ ہے اگرچہ دونوں تحریکوں کا ماخذ اور مقصد ایک ہے اسی طرح ان کا دامن ان بہتانات اور خرافات سے بھی پاک اور منزہ ہے جو ان کی طرف ناپاک مقصد کی خاطر منسوب کی جاتی ہے کیونکہ وہ تو صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں اور بس پس ان کو وہابی کہنا انتہائی ظلم ہے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے صحیح حالات اور ان کی تحریک تجدید امامت کے مستند مفصل کوائف و نتائج معلوم کرنا چاہتے ہوں تو ذیل کی کتابوں کا مطالعہ کریں، کیجیئے

(۱) روضۃ الافکار والافہام لمرتاد حال الامام وتعداد غزوات ذوی الاسلام لابن غنام (عربی)

(۲) عنوان المجد فی تاریخ نجد لعثمان بن بشر النجدی (عربی)

(۳) الہدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوہابیۃ النجدیۃ لابن سحمان (عربی)

(۴) نبریتہ الشیخین الامامین (عربی)

(۵) حاضر العالم الاسلامی للامیر شکیب ارسلان (عربی)

(۶) تاریخ نجد، حافظ اسلم جیراجپوری (اردو)

(۷) سیرۃ محمد بن عبدالوہاب، مسعود عالم ندوی (اردو)

(۸) اس موضوع پر فلبی وغیرہ کی انگریزی تصنیفات

عبیداللہ رحمانی محدث دہلی جلد ۹ ش ۸

سوال :۔ زید صحیح العقیدہ ہے لیکن محض اس خیال سے کہ لوگ اس کی بات توجہ سے سنکر اس پر عمل کرتے ہیں اور اس سے نفرت نہیں کرتے بعض رسوم مروجہ مثلاً فاتحہ سوم دہم چہلم وغیرہ میں شریک ہو جاتا ہے زید کہتا ہے کہ ان بدعات میں اس نیت سے شرکت کرنے پر اگر کوئی گناہ ہوگا تو مجھ پر ہوگا میرے ان کاموں میں شریک ہونے کی وجہ سے میری تبلیغ

سے لوگ باز کیئے نہیں بلکہ تبلیغ کے نتیجہ میں شرکیہ کاموں سے بچ جائیں گے اور راہ راست پر آجائیں گے کیا یہ طرز عمل شرعاً جائز ہے:

جواب:۔ فاتحہ، سویم، دہم، بستم، چہلم، بڑے پیر کی گیارہویں وغیرہ رسوم مروجہ بلاشبہ کتب فقہ حنفی کی رو سے بھی بدعت ہیں اور ان متبدعین کا زید کی تبلیغ سے متاثر ہو کر امور شرکیہ (قبر پرستی، تعزیہ پرستی، پیر پرستی، نذر نیاز لغیر اللہ اہل قبور سے استمداد و استعانت وغیرہ) سے بچ جانا غیر قطعی بلکہ مشکوک ہے اس لئے محض اس وہم وخیال کی بنا پر امور بدعیہ میں شرکت جائز نہیں ہوگی زید کے اس طرز عمل سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ مداہنت فی الدین کا مرتکب ہے اور دنیا طلبی کے لئے اس چیز کو حیلہ اور بہانہ بنا رہا ہے۔ پس اس کو بدعات و منکرات سے الگ تھلگ رہ کر حکمت عملی سے پندو نصیحت کا وہ ڈھنگ اختیار کرنا چاہیئے کہ اس کی تبلیغ مفید و نتیجہ خیز ثابت ہو اور دین بھی مجروح نہ ہو۔

ہاں اگر زید کو اس امر کا قوی اور غالب گمان ہو کہ یہ متبدعین اس کی تبلیغ کے ذریعہ امور شرکیہ سے توبہ کرینگے اور ان کے عقائد کفریہ کی اصلاح ہو جائے گی تو اس شرط کے ساتھ ان رسوم غیر شرکیہ میں علی سبیل الکراہۃ شریک ہو سکتا ہے کہ مناسب موقعوں اور موزوں اوقات میں ان رسوم کا بدعت اور منکر ہونا بھی ان پر ظاہر کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ان رسوم بدعیہ کو بھی ترک کر دیں

عبید اللہ رحمانی محدث دہلی جلد ۹ شمارہ ۵

علماء حدیث کا عقیدہ

چونکہ عقیدے کی درستی اور صفائی تمام باتوں پر مقدم ہے اسی لئے علماء حدیث کے چند عقائد نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کئے جاتے ہیں انسان کو اس بات کا دل سے اعتقاد کرنا چاہئے کہ اس جہان فانی کا صانع اور موجد اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے عدم سے ایجاد کیا، اور قانون حکمت پر مرتب رکھا، جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ، اور فرمایا اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ صانع کے ثبوت صفات پر قرآن مقدس میں تقریباً پانچ سو آیتیں دلیل ہیں:،

عقیدہ نمبر ۱:۔ جس قدر مخلوقات ہیں، کیا عالم ملک واشباح اور کیا عالم ملکوت وارواح سب کو وہی عدم سے وجود میں لایا۔

عقیدہ نمبر ۲:۔ وہ تمام صفات وباکمال کے ساتھ متصف ہے مثلاً علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، تکوین، کلام، ترزیق، تخلیق وغیرہ ۲ سے اور اس کے سارے عوارضات اور زوال سے منزہ ہیں جیسے عجز وجہل کذب اور موت وغیرہ،

عقیدہ نمبر ۳:۔ وہ تمام جزئیات وکلیات ممکنات ومستحیلات معلومات کو جانتا ہے زمین کی تہہ سے آسمانوں کی چوٹی تک جو کچھ ہوتا ہے سب اسے معلوم ہے آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے چھپا نہیں، اگر اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہے تو وہ اسے بھی جانتا ہے ایک ذرہ اگر ہوا میں حرکت کرتا ہے تو وہ اس سے بھی خبردار ہے دل کی مخفی باتوں سے اور سینے کے خطروں کو جانتا ہے،

عقیدہ نمبر ۴:۔ تمام ممکنات پر اس کی قدرت چلتی ہے کوئی چیز بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں،

عقیدہ نمبر ۵:۔ تمام کائنات اس کے ارادے کے ساتھ وابستہ ہے یعنی تمام ملک وملکوت میں جو کچھ جاری ہے یا ہوتا ہے تھوڑا یا بہت نیک یا بد نفع یا نقصان، شیریں یا کہ تلخ، ایمان

یا کفر فوز یا خسران زیادت یا نقصان، طاعت یا عصیان، سب اللہ کے ارادے سے ہے، اس کی حکمت و تدبیر کے موافق مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ اگرچہ ساری کائنات جمع ہو کر ایک ذرے کو جنبش دے یا ٹھہرا دے کیا امکان وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

عقیدہ ۷ :۔ اس کا کوئی شبیہہ اور ضد اور ہمسر و مثل نہیں، جس نے کسی مخلوقات کے ساتھ اسے تشبیہہ دی کافر ہوا، سلف اس کی صفتوں کو ظاہر پر محمول کرتے اور اسے کسی سے تشبیہہ نہ دیتے تھے اور تاویل و تعطیل وغیرہ سے بچتے تھے،

عقیدہ ۷ :۔ وجوب وجود اور استحقاق عبادت اور خلق و تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں ہستی اسی کی باقی ہے سب کو فنا معبود وہی ہے باقی سب باطل، خالق و مدبر وہی ہے باقی سب مخلوق عاجز،

عقیدہ ۸ :۔ وہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا نہ غیر اس میں حلول کرتا ہے وہ عالم سے جدا عرش پر جلوہ افروز ہے وہ کسی غیر کے ساتھ متحد نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذات و افعال میں یکتا ہے

عقیدہ ۹ :۔ اللہ عرش پر ہے مگر اس فوق اور استوا کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہم اس پر ایمان لاتے اور کیفیت اور تاویل سے کچھ غرض نہیں رکھتے،

عقیدہ ۱۰ :۔ ایمان دار قیامت کے دن اللہ کو آنکھ سے دیکھیں گے جنت میں جانے کے بعد بھی اور پیشتر بھی، جیسے لوگ چودھویں رات کے چاند کو بے تکلف دیکھتے ہیں،

عقیدہ ۱۱ :۔ تمام کفر و معاصی، بڑے ہوں یا چھوٹے اسی کے خلق و ارادے سے ہیں گو وہ کفر و عصیاں سے ناراض اور اطاعت ایمان سے راضی ہوتا ہے کیونکہ ارادہ اور چیز ہے اور رضا اور شے وہ اپنی ذات و صفات میں سارے جہان سے بے نیاز ہے اس پر کوئی حکم نہیں بلکہ سب پر اس کا حکم چلتا ہے،

عقیدہ ۱۲ :۔ عقل کو اشیاء کے برے بھلے ہونے میں کچھ دخل نہیں نہ اس بات میں کہ فلاں کام ثواب کا باعث ہے اور فلاں عذاب کا موجب بلکہ ہر چیز کی برائی بھلائی اللہ کے قضا و قدر سے ہے اسی نے لوگوں کو اس کے ساتھ مکلف کیا ہے گو بعض چیزوں کی وجہ اور مصلحت و مناسبت کا ثواب و عذاب عقل سے دریافت ہو جائے اور نہ بعض باتوں کا ادراک رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے بغیر ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا ؛

عقیدہ نمبر ۱۳ ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر ذاتی و فعلی صفت واحد بالذات ہے نہ متکرر و متعدد، وہ ایک ہی فعل سے تمام مفعولات کرتا ہے، تکثر و تعدد جو سمجھ میں آتا ہے وہ تاثیرا سمائے صفات میں ہے نہ نفسِ صفات میں،

عقیدہ نمبر ۱۴ ۔ قرآن مقدس کلام اللہ ہے جو کہ پیغمبر عہد آخر الزماں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس پر حرف وصوت کا اطلاق کرنا صحیح ہے،

عقیدہ نمبر ۱۵ ۔ معاد جسمانی برحق ہے، اجسام کا حشر ہوگا، روح بدن میں ڈالی جائے گی یہی اجسام جو یہاں شرعاً و عرفاً ابدان کہلائے جاتے ہیں، وہاں ہونگے ؛۔

عقیدہ نمبر ۱۶ ۔ جزا کا ملنا، حساب و کتاب کا ہونا، پل صراط پر عبور کرنا، نامہ اعمال کا ملنا اعمال کا ترازو میں تلنا برحق ہے، جنت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں اور اپنے لوگوں کے سمیت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے ان میں کسی کو فنا نہیں، کسی نص سے صراحتاً یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جنت و دوزخ کو زمین کے نیچے بتایا گیا ہے دوزخ و جنت اور معادِ جسمانی کا ثبوت توریت و انجیل سے بھی ملتا ہے،

عقیدہ نمبر ۱۷ ۔ جن مسلمان سے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا بشرطیکہ خفی و جلی شرک سے بچ گیا ہو،

عقیدہ نمبر ۱۸ ۔ شفاعت برحق ہے مگر موحد صاحب کبیرہ کی ہو گی نہ کہ مشرک کی ؛۔

عقیدہ نمبر ۱۹ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل شافع اور اول مشفع ہیں شفاعت کا مستحق وہی گنہگار ہوگا جس نے سچے دل اور سچی زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دی ہو اور شرک و کفر سے الگ رہا ہو ؛۔

عقیدہ نمبر ۲۰ ۔ قبر کا عذاب و ثواب اور منکر نکیر کے سوال و جواب اور ضغطہ قبر برحق ہے علیٰ ہذا القیاس قبر میں روح کا اعادہ برحق ہے، موت کے بعد ہر روح کو اپنے جسم سے ایک طرح کا اتصال ہوتا ہے جس کی وجہ سے روح جسم سمیت راحت میں رہتی ہے یا عذاب میں موحد کی روح علیین میں رہتی ہے اور کفار اور منافقوں کی سجیین میں رہتی ہے شہیدوں کی روح عرش کے نیچے اور

جنت میں پھرتی ہے:۔

عقیدہ نمبر ۲۱:۔ اللہ کا ان رسولوں کو مخلوق کی طرف بھیجنا، اور بندوں کو امر و نہی کی تکلیف دینا حق ہے اللہ کے رسولؐ اور تمام لوگوں سے معجزات اور خارق عادات اور سلامت فطرت اور کمال اخلاق حسنہ وغیرہ وغیرہ باتوں میں ممتاز ہوتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۲۲:۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور اصرار علی الکفر سے معصوم بلکہ گناہگاروں سے بحسب اصل فطرت متنفر ہوتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۲۳:۔ ہمارے حضرتؐ خاتم النبیین ہیں اور آپ سے پیشتر کے تمام شرائع کے ناسخ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا آپ اللہ کے بندے اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں آپ نے کبھی نہ بت پوجا نہ شرک کیا نبوت سے پیشتر نہ بعد۔ نہ کسی صغیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے نہ کبیرہ کے آپ کی دعوت تمام جن و انس کو شامل ہے آپؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

عقیدہ نمبر ۲۴:۔ کرامات اولیاء برحق ہے اللہ تعالیٰ جس نیک بندے کو چاہتا ہے اس کی عزت و تکریم کرامات سے کرتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ مختص فرماتا ہے۔ ولی کی کرامت در حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے

عقیدہ نمبر ۲۵:۔ ہم عشرہ مبشرہؓ اور حضرت فاطمہؓ خدیجہؓ، عائشہؓ حسین علیہ السلام کے قطعی جنتی ہونے کی گواہی دیتے اور صحابہ و اہل بیت کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اسی طرح اہل بدر اور اہل بیعت رضوان کو جنتی کہتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۲۶:۔ اس بات کے ہم قائل ہیں کہ خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بیت، پھر اہل بدر پھر باقی اہل بیت رضوان پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم۔

عقیدہ نمبر ۲۷:۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبرؓ نے دو برس تین مہینے خلافت کی اور فاروق اعظمؓ نے ساڑھے دس برس

نمبر ا:۔ عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی حضرت سعدؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

اور حضرت عثمانؓ نے بارہ سال، اور حضرت علیؓ نے چار سال نو مہینے۔ یہ سب نبوت کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے

الارشاد کراچی جلد ۱۵ شمارہ ۱۹-۲۰

سوال: سمع موتی یعنی ہر ایک مردہ آدمی اور انتقال شدہ ولی وغیرہ دنیوی باتیں سن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید کے زمانہ نزول میں مشرکین عرب اور عیسائی وغیرہ جن جن بزرگوں کو پکارتے تھے ان میں نبی اور ولی بھی تھے ان سب کو ایک جا کر کے فرمایا: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ پ ۲۶ ع یعنی جو لوگ اللہ کے سوا لوگوں سے دعائیں کرتے ہیں ان سے بڑا گمراہ کون ہے؟ (حالانکہ وہ جن کو پکارا جاتا ہے) ان پکارنے والوں کی پکار سے بے خبر ہیں اور جب قیامت میں لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور ان کی عبادت ودعا سے انکار کر دیں گے۔"

یہ آیت صاف الفاظ میں بتا رہی ہے کہ اولیاء اور انبیاء کو اس دعا جیسے واقعات کا علم نہیں یہ انتہائی بات ہے کہ وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار سے بھی بے خبر ہیں اور قیامت کے روز جب ان کو خبر ہو گی تو وہ پکارنے والوں کے دشمن اور منکر ہو جائیں گے۔

اخبار اہلحدیث امرتسر
جلد ۳۲ شمارہ ۴۳

کِتَابُ العَقَائِدِ

بَابُ عَقِيدَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ فِي مَسْئَلَةِ الاستواءِ والمُبَايَنَةِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْأَعْلٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ مُعَاصِرِيْنَا رَسَائِلَ رَدَّ فِيْهَا قَوْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِنَّ اللّٰهَ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ عَلَى الْعَرْشِ بِذَاتِهِ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ بِعِلْمِهِ قَالَ إِنَّهُ مَعَنَا فِي الْأَرْضِ بِذَاتِهِ كَمَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَهٰذَا قَوْلٌ مُخْتَرَعٌ مُبْتَدَعٌ مُخَالِفٌ لِعَقِيْدَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْبَاعِثُ عَلَيْهِمْ أَمْرَانِ اسْتِنْكَافٌ عَنِ اتِّبَاعِ السَّلَفِ وَإِعْجَابٌ بِآرَائِهِمْ وَهُمَا دَاءَانِ مُهْلِكَانِ قَلَّ مَنِ ابْتُلِيَ بِهِمَا إِلَّا هَلَكَ وَمَنْشَأُ غَلَطِهِمْ قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّ مَعِيَّتَهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَقُرْبَهُ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ وَوَجْهَهُ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ مِنَ الْمُتَشَابِهَاتِ وَهٰذَا الْقَوْلُ وَإِنْ نُقِلَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریف اللہ بزرگ و برتر کی ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے بندوں پر جن کو پسند کیا۔ اما بعد ہم نے اپنے بعض معصروں کے رسائل میں دیکھا کہ انہوں نے اہل سنت کے اس قول کو (کہ اللہ مخلوق اپنی سے جدا ہے اور عرش پر ہے از روئے ذات اپنی کے اور ہر جگہ ہے از روئے علم اپنے کے) رد کیا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے از روئے اپنی ذات کے جیسا کہ عرش پر ہے اور یہ قول مخترع مخالف عقیدہ اہل سنت و جماعت کے ہے باعث ان کے اس قول پر دو امر ہیں، اتباع سلف سے ننگ رکھنا اور اپنی رائے کو پسند کرنا اور یہ دو مرض ہیں ہلاک کرنے والے جو شخص ان میں مبتلا ہوا ہلاک اور خراب ہوا اور ان کے اس غلط قول کا باعث یہ قول ہے جو بعض نے کہا کہ معیت اللہ برتر کی اس قول میں وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ اور قرب اس قول میں وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور وجہ اس قول میں فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ متشابہات میں سے ہیں اور یہ قول اگرچہ

عن بعض اهل العلم لكن المستدلين به غفلوا عن مرادهم وذهلوا عن مطلبهم فان مقصودهم من ذلك المتشابه المحتمل للمعاني لا المتشابه الذي لا يؤول ولا يفسر والمحتمل قسم من المتشابه عندهم كما صرح به الطيبي والقسطلاني والبغوي وغيرهم وحكم هذا النوع من المتشابه الرد الى المحكم الذي لا يحتمل الا معنى واحدا او على هذا اعدوا معيته وقربه ووجهه في هذه الآيات من المتشابه ثم فسروا المعية بالعلم والقرب بقرب الملئكة او العلم والوجه بالجهة او المرضاة وتوضيح ذلك ان لفظ مع كما يستعمل في قرب ذات الشيء بالشيء كذلك يستعمل في غيره كما في قوله عزوجل واذا خلوا الى شيطينهم قالوا انا معكم اى في الدين والعقيدة وقوله عزوجل ان الله مع الصابرين اى في العون والنصر وقوله صلى الله عليه وسلم ان بالمدينة اقواما ما سرتم مسيرا ولا قطعتم واديا الا كانوا معكم اى بالنصح والنية

بعض اہل علم سے منقول ہے لیکن اس قول کی دلیل لانیوالے اس قائل کے مطلب ومراد سے غافل وذاہل رہے، اُن کا مقصود اس متشابہ کہنے سے یہ ہے کہ یہ آیتیں معانی کثیرہ کی محتمل ہیں، نہ یہ کہ یہ آیتیں متشابہ ہیں ان کی تاویل وتفسیر نہ کی جائے اور محتمل ان کے نزدیک متشابہ کی ایک قسم ہے تصریح کی ہے اس کی طیبی اور قسطلانی اور بغوی وغیرہ نے اور حکم اس متشابہ محتمل المعانی کا یہ ہے کہ اس کو رد کیا جاوے محکم کے طرف جو ایک معنی کے سوا دوسرا احتمال نہ رکھے اسی بنا پر انہوں نے معیت اور قرب اور وجہ کو ان آیتوں میں متشابہ ٹھہرا کر معیت علم اور قرب ملائکہ یا علم اور وجہ کی جہت یا خوشی تفسیر کی ہے توضیح یہی ہے کہ لفظ مع کا استعمال جیسا قرب ذات الشئی بالشئی میں ہے غیر ذلک میں بکثرت مستعمل ہے جیسا خداوند عالم فرماتا ہے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ یعنی جب منافق اپنے سرداروں کے پاس اکیلے جاویں کہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں یعنی دین اور عقیدہ میں اور قول اللہ تعالیٰ کا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی مدد ویاری میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم الخ یعنی مدینے میں کئی قوم ہیں کہ نہیں سیر کرتے تم کوئی سیر اور نہیں طے

وَالدُّعَاءِ وَقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ اَيْ فِي الدَّرَجَةِ وَالثَّوَابِ وَيُسْتَعْمَلُ لِمَعَانٍ اُخَرَ بِحَسَبِ الْقَرِيْنَةِ وَالْمَقَامِ وَاَيْضًا ضَمِيْرُ جَمْعِ الْمُتَكَلِّمِ مُتَّصِلًا كَانَ اَوْ مُنْفَصِلًا كَمَا يَسْتَعْمِلُهُ الْمُعَظَّمُ الْمُطَاعُ لِنَفْسِهٖ كَذٰلِكَ يَسْتَعْمِلُهٗ فِيْ مَنْ اَرْسَلَهٗ وَيَجْرِيْ حُكْمُهٗ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ فَالْاِنْزَالُ وَالْاِحْيَاءُ وَالْاِمَانَةُ وَالْقَصَصُ وَالتِّلَاوَةُ وَالْقِرَاءَةُ وَالْكِتَابَةُ وَاِنْ كَانَ فِعْلَ الْمَلَكِ لٰكِنْ اَسْنَدَ اِلٰى نَفْسِهٖ لِاَنَّهُ الْاٰمِرُ الْحَاكِمُ فَكَذٰلِكَ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ وَاِنْ كَانَ قُرْبُ الْمَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْاَعْمَالَ وَيُفَسِّرُهَا الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ

کرتے تم کوئی جنگل گروہ تمہارے ساتھ ہیں یعنی ساتھ خیر خواہی اور زینت اور دعاء کے اور قول آنحضرت کا الماهر بالقراٰن مع السفرة الکرام یعنی جو شخص قرآن سے ماہر و واقف ہو وہ سفرہ کرام کے ساتھ ہے یعنی رتبہ و ثواب میں اور قرینہ اور مقام کے موافق دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہے اور بھی ضمیر جمع متکلم کو متصل ہو یا منفصل بزرگ اور مطاع لوگ جیسا اپنے نفس کے واسطے استعمال کرتے ہیں اپنے قاصدوں کے واسطے بھی استعمال فرماتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ و تقدس کے قول میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ تحقیق ہم نے اتارا ہے ذکر کو، وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ اور تحقیق البتہ ہم زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس اچھا بیان نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ ہم پڑھتے ہیں تیرے پاس موسیٰ اور فرعون کی خبر سے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پھر جب پڑھنے لگیں ہم اس کو تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ہم لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور ان کے پیچھے نشان رہے ان سب آیتوں انزال اور احیاء اور امانت اور قصص اور تلاوت اور قرأت اور کتابت اگرچہ فعل فرشتوں کا ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب فعلوں کا استناد اپنی ذات کی طرف کیا ہے اس واسطے کہ وہ حاکم اور امر ان سب کام کا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کو اس قول میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور ہم اسکے نزدیک ہیں۔ و بڑی رگ سے مراد اس سے قرب ملائکہ ہے جو اعمال لکھتے ہیں اور مفسر ہیں اسکی وہ آیت جو بعد اسکے ہے یعنی اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ جب لیتے

رقیب عتید وفی قوله ونحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون وان کان قرب الملئکة الموت کما یدل علیه سیاق الآیة وسباقها لکن اسنده الی نفسه بکونه الآمر الحاکم وبه قال بعض اهل العلم انه القرب بالعلم والقول الاول اصح واما قربه مع الداعین والذاکرین فی قوله تعالیٰ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔

وقوله تعالیٰ فاستغفروه ثم توبوا الیه ان ربی قریب مجیب وقوله علیه السلام ان الذی تدعونه اقرب الی احدکم من عنق راحلته وامثال ذلک فقرب خاص ذاتی فی بعض الاوقات کالنزول الی سماء الدنیا فانه ینزل کیف یشاء ویقرب من خلقه

جاتے ہیں وہ لینے والے راہنے بیٹھا نہیں بولتا کوئی بات مگر اس کے پاس ہے راہ دیکھتا تیار اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون اور ہم اس کے بہت نزدیک ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے اور مراد اس سے قرب ملائکہ موت ہے جیسا کہ آیت کے آگے پیچھے ملانے سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس قرب کی نسبت اپنی ذات کی طرف اس واسطے کی کہ وہی آمر اور حاکم ہے اس کا اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ مراد اس قرب سے علم ہے اور صحیح تر قول اول ہے اور قرب اللہ تعالیٰ کا دعا کرنیوالوں اور یاد کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب مجھ کو پکارتا ہے اور اللہ کے اس قول میں فاستغفروہ ثم توبوا الیه ان ربی قریب مجیب۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں۔ ان الذی تدعونه اقرب الی احدکم من عنق راحلته۔ تحقیق جس کو تم پکارتے ہو یعنی اللہ تمہارے بہت نزدیک ہے سواری کے اونٹ کی گردن سے اور ان کی امثال میں، قرب خاص ذاتی ہے بعض وقتوں میں جیسا اترنا سماء دنیا کی طرف پس اللہ تعالیٰ اترتا ہے جیسا چاہئے اور نزدیک ہوتا ہے اپنی خلق

كيف يشاء آمنا به كل من عند ربنا وايضا لفظ الوجه يجيئ بمعنى مستقبل كل شيئ ونفس الشيئ وسيد
القوم والجاه يجيئ بمعنى الجهة كما في القاموس والمختارة وبهذا المعنى فسر اهل العلم في تفاسيرهم قوله تعالى
فثم وجه الله اي جهة التي امرها قال العلامة التفتازاني في فاضحة الملحدين ثم ان اولئك الملاحدة
الذين هم اخوان الشياطين يخدعون الجاهلين بتمسكهم في ذلك الضلال بقوله تعالى ولله المشرق والمغرب
الاية بتفسيرهم وجه الله ههنا بذات الله موافقا لرأيهم لا بالجهة التي امرها ورضيها على ما هو الحق
المبين والمطابق لقواعد الدين ولاجماع علماء المسلمين انتهى . ولما كانت هذه الايات محتملة
للمعاني عدها البعض من المتشابه ثم فسرها هو وغيره من اهل السنة بالمعنى الذي لا يناقض
النصوص التي لا تحتمل الا معنى واحدا ولو كان هذا من المتشابه الذي لا يفسر ما فسروا والنصوص
التي لا تحتمل الا معنى واحدا قوله عز وجل اليه يصعد الكلم الطيب تعرج الملئكة والروح اليه يدبر الامر من السماء

سے جیسا چاہیے ہم کو اس کا ایمان ہے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نیز وجہ کا لفظ جیسا معنی
میں سامنے ہر چیز کے اور ذات چیز کے اور سردار قوم کے اور جاہ کے مستعمل ہے ویسا جہت کے معنے
میں بھی آتا ہے، جیسا قاموس اور مختارہ میں ہے اور اسی معنے سے تفسیر کیا ہے اہل علم نے اپنی تفسیر
میں قول اللہ تعالیٰ کو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وہیں ہی ہے وجہ اللہ کا یعنے جہت جو اللہ نے فرمائی، علامہ تفتازانی
نے فاضحۃ الملحدین میں کہا ہے کہ یہ ملحد سب جو شیطان کے بھائی ہیں فریب دیتے ہیں جاہلوں
کو اپنی گمراہی میں اللہ کے اس قول سے تمسک کرکے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ
اللّٰهِ یعنی وجہ اللہ کو ساتھ ذات اللہ کے تفسیر کرتے ہیں نہ ساتھ جہت کے جس کا اللہ نے حکم فرمایا
اور پسند کیا جیسا کہ حق و ظاہر ہے اور موافق قواعد دین کے اور اجماع علماء مسلمین کے ہے انتھی
اور چونکہ یہ آیتیں کئی معنے کی محتمل تھیں لہذا بعض نے ان کو متشابہ کہا اور پھر انھوں ہی نے اور
اوروں نے اہل سنت میں سے ان کی تفسیر ایسے معنے سے کی ہے جو مناقض نہیں ہے اُن نصوص
کے جن کے ایک ہی معنے ہیں اور یہ آیتیں اگر اس متشابہ سے ہوتیں جس کی تفسیر نہیں کیجاتی
تو ان کی بھی تفسیر نہ کرتے اور نصوص جن کے ایک ہی معنے ہیں یہ ہیں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
اسی کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ چڑھتے ہیں فرشتے اور
روح اس کی طرف اور يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ تدبیر سے اتارتا ہے کام

إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ
ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
عِبَادَتِهِ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ
أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلٰهِ مُوسٰى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى وَقَوْلُهُ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْمِعْرَاجِ فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى
أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ
فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسٰى حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ
يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ الْحَدِيثَ ۔

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابٍ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي

آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے طرف اس کی اور انی متوفیک ورافعک الی میں تجھ کو پھیر لونگا اپنی طرف
اور بل رفعہ اللہ الیہ بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ءَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ
الْأَرْضَ کیا نڈر ہوئے تم اس سے جو آسمان پر ہے وہ دھسا دے تم کو زمین میں اور فالذین عند ربک لایستکبرون
عن عبادتہ یخافون ربہم من فوقہم، جو لوگ پاس ہیں تیرے رب کے بڑائی نہیں کرتے اس کی بندگی
سے ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور وقال فرعون یاہامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب اسباب
السموات فاطلع الی الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذبا، اور بولا فرعون کہ اے ہامان بنا میرے واسطے ایک محل شاید میں
پہنچوں رستوں میں رستوں میں آسمان کے پھر جھانک کے دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ
جھوٹا ہے اور الرحمن علی العرش استوی وہ بڑی مہر والا ہے تخت کے اوپر قائم ہوا اور قول آنحضرت
کا حدیث معراج میں کہ پھر میں اترا موسیٰ کی طرف تو کہا کیا فرض کیا ہے تیرے رب نے تیری امت پر میں
نے کہا پچاس نمازیں ہر رات دن میں کہا پھر جا اپنے رب کی طرف اور تخفیف چاہا سو میں اپنے رب اور
موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ جب پانچ رہیں تو اللہ نے فرمایا کہ اے محمد یہ سب پانچ نمازیں
ہیں رات دن میں یعنی اس سے کم نہ ہوں گی انتہی قول، آنحضرت صلعم کا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا
کیا تو ایک کتاب میں جو عرش پر اس کے پاس ہے یہ لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَارِيَةِ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ وَجَارِيَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الشَّرِيدِ وَجَارِيَةِ عُكَاشَةَ وَجَارِيَةِ حَاطِبٍ وَجَارِيَةِ رَجُلٍ آخَرَ أَيْنَ اللهُ قُلْنَ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قُلْنَ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ قَالَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَعْتِقْهَا إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ وَكُلُّ هٰذَا وَقَائِعُ مُخْتَلِفَةٌ فِي مَجَالِسَ شَتَّى وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوا امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا۔ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْأَوْعَالِ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ وَفَوْقَ ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ أَسْفَلُهُ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ اللهُ فَوْقَ ذٰلِكَ۔

اور قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ اٹھایا جاتا ہے اللہ کی طرف رات کا کام دن کے کام سے پہلے اور دن کا کام رات کے کام سے پہلے اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ پھر چڑھتے ہیں وہ فرشتے جو رات کو تم میں رہے تھے تو ان سے رب ان کا پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا اتھا اور قول آنحضرت صلعم کا کیا تم مجھ کو امین نہیں جانتے حالانکہ مجھ کو امین جانتا ہے وہ جو آسمان پر ہے یعنی اللہ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاویہ بن حکم اور محمد بن شرید اور عکاشہ اور حاطب اور ایک شخص اور کی لونڈیوں سے کہ اللہ کہاں ہے سب نے کہا کہ آسمان پر فرمایا کہ میں کون ہوں سب نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ان کے ہر ایک مالک کو کہا کہ اس کو آزاد کر دے وہ مسلمان ہے اور یہ پوچھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف واقعات اور متفرق مجلسوں میں تھا اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہمارا پروردگار ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلاوے اور وہ انکار کرے تو عورت پر غصہ ہوتا ہے وہ جو آسمان پر ہے یعنی اللہ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اوعال یعنی حاملان عرش جو بز کوہی کی شکل میں ہیں ان کے کھر اور زانوؤں کے درمیان اسقدر مسافت ہے جیسا ایک آسمان تک سے دوسرے آسمان تک اور ان کی پیٹھ پر عرش ہے اس کا نیچا اور اوپر یعنی موٹا جیسا آسمان سے آسمان تک پھر اللہ اوپر اس کے ہے،

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُعَاءِ الْمَرِيضِ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُوحِ الْمُؤْمِنِ حِينَ تَقُولُ لَهَا الْمَلٰئِكَةُ اُخْرُجِي حَمِيدَةً وَابْشِرِي بِرُوحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى يَنْتَهِيَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللّٰهُ وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ أَنْ يُحْصٰى فِي هٰذِهِ الْوُرَيْقَاتِ وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْأَحَادِيثِ مَوْجُودٌ فِي الصِّحَاحِ وَغَيْرِهَا صَحَّحَهَا أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ وَمَا ذَكَرْنَا لَكَ مِنْ تَفْسِيرِ الْآيَاتِ الَّتِي اسْتَدَلُّوا بِهَا هُوَ قَوْلُ السَّلَفِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَخَلَفِهِمْ فَهٰذِهِ تَفَاسِيرُ أَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ لَدُنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هٰذَا كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ بِلِسَانٍ وَاحِدٍ مَعِيَّتُهُ تَعَالٰى فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ مَعِيَّةٌ عِلْمِيَّةٌ وَقُرْبُهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ قُرْبُ مَلٰئِكَتِهِ أَوْ قُرْبُ عِلْمِيٌّ إِلَّا الشَّوَاذَ النَّادِرَةَ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ كَالْمُلَّا جِيُونَ الْهِنْدِيِّ وَأَمْثَالِهِ وَبَعْضِ الصُّوفِيَّةِ مِمَّنْ لَا يُعْبَأُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِمْ فِي مُقَابَلَةِ السَّلَفِ قَالَ الْعَلَّامَةُ التَّفْتَازَانِيُّ فِي فَاتِحَةِ

اور قول آنحضرت صلعم کا مریض کی دعا میں کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے جو آسمان پر ہے اور قول آنحضرت صلعم کا روح مومن کے بیان میں جب فرشتے اسے کہتے ہیں کہ نکل تو اچھی ہے اور خوشخبری ہو تجھ کو ساتھ راحت اور رزق کے اور پروردگار غیر ناراض کے پس ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے اس کو یہاں تک کہ پہنچایا جاتا ہے اس آسمان تک کہ جس پر اللہ ہے اور امثال ان کے اس قدر کہ حصران کا ان چند ورقوں میں نہیں ہو سکتا اور جتنی حدیثیں کہ ہم نے ذکر کیں سب صحاح میں اور غیران کے میں موجود ہیں اور ائمہ حدیث نے ان کی تصحیح کی ہے اور جن آیتوں کو وہ دلیل لاتے ہیں ان کی تفسیر موافق سلف وخلف واہل سنت کے وہی ہے جو ہم نے ذکر کی لیجیے یہ تفسیریں ہیں اہل سنت کی زمانہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک کی سب متفق ہیں ایک زبان سے کہ معیت اللہ تعالیٰ کی وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ میں معیت علمی ہے اور قرب اللہ تعالیٰ کا وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ وَنَحْنُ أَقْرَبُ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ان دونوں آیتوں میں قرب ملائکہ ہے یا قرب علمی مگر شاذ ونادر بعض متاخرین جیسے ملا جیون ہندی اور مثل اس کے اور بعض صوفی جن کا اعتبار نہیں اور نہ سلف کے مقابلہ میں ان کا قول حجت ہو سکتا، علامہ تفتازانی فاتحہ

الملحدين المراد بالمعية ههنا على ما اجمع عليه المفسرون المعية بالعلم لا نفس الذات ولا تجد عن احد من السلف. قال ان الله معنا بذاته في الارض كما هو على العرش بل نقل كثير من حفاظ المحدثين كالحافظ ابي عمر الطلمكيني وابن عبد البر وابن بطه والحافظ ابي بكر الآجري وغيرهم من المحدثين اجماع اهل السنة ان معنى قوله وهو معكم علمه كما سنذكر اقاويلهم عنقريب، و مما استدلوا به ايضا قوله تعالى وهو الله في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم و هذه ايضا محتملة للمعاني قال محمد بن جرير الطبري وغيره ما حاصله الوقف على في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم جملة عليحدة قال الزجاج فيه تقديم وتاخيره تقديره وهو الله يعلم سركم وجهركم في السموات وفي الارض و قال بعض المفسرين عامل الظرف محذوف وهو المدبر اى وهو الله المدبر في السموات وفي الارض وقال الجمهور قوله في السموات وفي الارض متعلق بالخبر من حيث

الملحدین میں فرماتے ہیں کہ موافق اجماع مفسرین کے یہاں معیت سے معیت بالعلم مراد ہے نہ معیت بالذات اور سلف سے کسی کو نہ پاوے گا کہ اس نے کہا ہو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے اپنی ذات سے زمین میں جیسا وہ عرش پر ہے بلکہ بہت حفاظ محدثین مانند حافظ ابوبکر طلمکینی اور ابن عبدالبر اور ابن بطہ اور حافظ ابوبکر آجری وغیرہ محدثین نے اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے کہ معنے وھو معکم کے علمہ ہیں یعنے معیت علمی ہے جیسا کہ ان سب کی تقریریں عنقریب ذکر ہوں گی اور وہ لوگ یعنی بعض متاخرین اس آیت سے بھی دلیل لاتے ہیں وھو اللہ فی السموٰت وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم اور یہ آیت بھی کئی معنے کے محتمل ہے محمد بن جریر طبری وغیرہ نے کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سموات پر وقف ہے اور وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم جملہ علیحدہ ہے زجاج نے کہا اس میں تقدیم اور تاخیر ہے اصل یوں تھا وھو اللہ یعلم سرکم وجھرکم فی السموٰت وفی الارض اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عامل ظرف کا محذوف ہے کہ وہ مدبر ہے یعنی وہ اللہ مدبر ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جمہور نے کہا کہ فی السموات وفی الارض متعلق ہے ساتھ خبر کے کہ وہ لفظ

مُلَاحَظَۃِ الْوَصْفِ الَّذِیْ تَضَمَّنَہٗ وَھُوَ کَوْنُہٗ مَعْبُوْدًا فَھُوَ الْاَوْلٰی لِاَنَّ الْعِلْمَ یَعْمَلُ فِی الظَّرْفِ لِمَا تَضَمَّنَہٗ مِنَ الْمَعْنٰی قَالَ الرَّازِیْ وَکَلِمَۃُ ھُوَ اِنَّمَا تُذْکَرُ ھٰھُنَا لِاِفَادَۃِ الْحَصْرِ وَھٰذِہِ الْفَائِدَۃُ تَحْصُلُ اِذَا جَعَلْنَا لَفْظَ اللّٰہِ اِسْمًا مُشْتَقًّا فَاَمَّا لَوْ جَعَلْنَاہٗ اِسْمَ عَلَمٍ شَخْصٍ قَائِمٍ مَقَامَ التَّعْیِیْنِ لَمْ یَصِحَّ اِدْخَالُ ھٰذِہِ اللَّفْظَۃِ عَلَیْہِ، وَاِذَا جَعَلْنَا قَوْلَنَا اللّٰہُ لَفْظًا مُفِیْدًا صَارَ مَعْنَاہُ وَھُوَ الْمَعْبُوْدُ فِی السَّمَآءِ وَفِی الْاَرْضِ اِنْتَھٰی وَفِیْھَا وُجُوْہٌ اُخَرُ ذَکَرَھَا الْمُفَسِّرُوْنَ لٰکِنْ مَا رَاَیْتُ قَوْلَ اَحَدٍ مِنْ سَلَفِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَخَلَفِھِمْ یُوَافِقُ قَوْلَ شُوَاذِ اَھْلِ عَصْرِنَا فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَاسْتَدَلُّوْا اَیْضًا بِقَوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللّٰہِ قُلْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ لَمْ یَبْلُغْ دَرَجَۃَ الصَّحِیْحِ کَمَا قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ وَیُرْوٰی مِنْ اَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ وَعَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ قَالُوْا لَمْ یَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَکَیْفَ الْاِعْتِقَادُ عَلٰی ظَاھِرِھَا فِی الْاِعْتِقَادِ خُصُوْصًا اِذَا کَانَ ظَاھِرُہٗ

مبارک اللہ ہے باعتبار ملاحظہ کرنے اس وصف کے جس کو خبر شامل ہے یعنی اس کا معبود ہونا اور یہی تقریر بہتر ہے اس لئے کہ علم ظرف میں عمل کرتا ہے کیونکہ وہ معنے کو شامل ہے امام رازی نے کہا کہ لفظ ھو کا یہاں اس واسطے ذکر کیا گیا کہ حصر کا فائدہ دے اور یہ فائدہ جب حاصل ہو گا کہ لفظ اللہ کو اسم مشتق بناویں معبود کے معنے میں لیں اور اگر اس کو اسم علم شخصی قائم مقام تعین کے ٹھہراویں تو اس پر لفظ ھو کا داخل کرنا، صحیح نہ ہو گا اور جب لفظ اللہ کا مفید معنے ٹھہراویں تو معنے اس آیت کے یہ ہوں گے کہ وَھُوَ الْمَعْبُوْدُ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ انتہیٰ اور اس میں وجہیں اور بھی ہیں جو مفسرین نے ذکر کی ہیں لیکن ہم نے کسی سلف اور خلف اہل سنت کا قول نہیں دیکھا جو اس آیت میں ہمارے شواذ معاصرین کے قول کے موافق ہو اور اس حدیث کو بھی دلیل لاتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اگر تم سب سے نیچے کی زمین تک رسی کو پھینکو تو اللہ پر گرے گی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث درجہ صحیح کو نہیں پہنچی جیسا کہ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اس وجہ سے اور مروی ہے ایوب اور یونس بن عبید اور علی بن زید سے انہوں نے کہا کہ حسن ابوہریرہؓ سے نہیں سنا پس اعتقادیات میں اس حدیث کے ظاہر پر کیونکہ اعتقاد کیا جاوے، خصوصاً جب ظاہر اس کو

مخالفا للآيات القرآنية والاحاديث الصحيحة مع ان هذا الحديث رواه الترمذي وقال
قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم الآية تدل على انه اراد الهبط على علم الله
وقدرته وسلطانه وعلم الله وقدرته وسلطانه في كل مكان وهو على العرش كما وصف
نفسه في كتابه نقله عنه صاحب المشكوة وكذا ثناء الله في المظهري عن الترمذي ولو طالعت
رسائل معاصرين الذين ابتدعوا هذه المقالة ما وجدت فيها عن احد من السلف
قال في هذه الآيات ما قال هذه المخترعون مع انهم سودوا اوراقا كثيرة وجهدوا
في اثبات ما ادعوا جهدا بليغا واطنبوا اطنابا كبيرا بما لا مزيد عليه لكن ما اتوا بشيء يروي
غليلا او يشفي عليلا بل كلها اراءهم العليلة وافكارهم السقيمة التي لا تسمن ولا تغني من
جوع كيف لا وحسن نبات الارض من كرم البذر فاردت ان ابين للاخوة في الدين مذهب
اهل السنة والجماعة ناقلا عن ائمة الحديث والفقه كيلا تغرهم رسائل القوم ومزخرفاتهم

اقوال الصحابة ومذهبهم

مخالف ہو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے نیز امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ آنحضرت صلعم
کا آیت کو پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے رسی کا گرانا اللہ کے علم اور قدرت اور سلطان پر مراد
لیا ہے اور اس کا علم اور قدرت اور سلطان ہر مکان میں ہے اور وہ عرش پر ہے جیسا اس نے اپنی
کتاب میں اپنی ذات کی وصف کی ہے اس کو صاحب مشکوٰۃ اور قاضی ثناء اللہ نے تفسیر مظہری
میں ترمذی سے نقل کیا ہے اور اگر تو ہمارے معاصرین اس نئی بات گھڑنے والوں کے رسائل میں
دیکھے تو ان آیتوں کی تفسیر میں کسی سلف سے ان کا قول منقول نہ ہوگا حالانکہ انہوں نے بہت
ورقوں کو سیاہ کیا اور اپنے دعوی کے اثبات میں کوشش بلیغ کی اور بہت ہاتھ پاؤں پھیلائے اور
اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا لیکن تب بھی کوئی بات کام کی نہیں لائے جو بھوکے کو سیر کرے
یا بیمار کو شفا دے بلکہ سب کی سب رائیں ہیں بیمار اور فکریں ہیں ضعیف جن سے بھوک نہیں جاتی
موٹا ہونا تو بہت دور ہے یہ کیوں کر ہو اچھا پھل تو اچھے ہی بیج سے ہوگا پس میں نے چاہا کہ اپنے دینی
بھائیوں کیلئے اہل سنت وجماعت کا مذہب ائمہ حدیث وفقہ سے نقل کر کے بیان کروں تو کہ ان
کے رسائل کے مزخرفات بھائیوں کو دھوکے میں نہ ڈالیں۔ بیان صحابہ کے اقوال اور ان کے مذہب

فِي هٰذَا قَالَ أَبُو بَكْرِنِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ حَيٌّ لَا يَمُوتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ وَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِخَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ هٰذِهِ امْرَأَةٌ سَمِعَ اللّٰهُ شَكْوَاهَا مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ أَخْرَجَهُ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ حَدَّثَنَا مِنْ وُجُوهٍ عَنْ عُمَرَ مِثْلَهُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَلِمَ اللّٰهُ فَوْقَ عَرْشِهِ إِنِّي لَمْ أُحِبَّ قَتْلَ عُثْمَانَ أَخْرَجَهُ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رُوِّينَا مِنْ وُجُوهٍ صِحَاحٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ ؎

وَأَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاءِ طَافٍ   وَفَوْقَ الْعَرْشِ رَبُّ الْعَالَمِينَا

قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ وَاللّٰهُ فَوْقَ الْعَرْشِ وَيَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي رِسَالَةِ خَلْقِ أَفْعَالِ الْعِبَادِ۔

وَالدَّارِمِيُّ وَأَخْرَجَهُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ لَهُ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَالْعَسَّالُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاللَّالَكَائِيُّ

کا اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ جو کوئی محمد صلعم کو پوجتا تھا تو وہ فوت ہو گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو وہ آسمان پر زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ میں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا خولہ بنت حکیم کے حق میں کہ یہ عورت وہ ہے جس کا شکوی اللہ نے سنا ساتوں آسمان کے اوپر سے روایت کیا اس حدیث کو عثمان دارمی نے ابن عبدالبر نے کہا کہ حضرت عمر سے مثل اس کے کئی طریقوں سے ہمیں پہنچا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا کہ اللہ عرش کے اوپر جانتا ہے کہ میں عثمان رضؓ کے قتل کو نہیں چاہتی روایت کیا اس کو عثمان دارمی نے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ صحیح طریقوں سے ہمیں روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے کہا ؎

گواہی دیتا ہوں کہ پانی پر عرش رہیں ہے   اور عرش کے اوپر رب العالمین ہے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عرش پانی پر ہے اور اللہ اوپر عرش کے ہے، اور تمہارے سب حالات کو جانتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے اپنے رسالہ خلق افعال العباد میں اور دارمی نے اور روایت کیا اس کو عبداللہ بن امام احمد نے اپنی کتاب السنہ میں اور ابن منذر اور عسال اور طبرانی اور لالکائی اور نے

وَالطَّلمَكِينِي وَالبيهقي وَابْنُ عَبدِ الْبَرِّ فِي تَوَالِيفِهِم بِلَفْظِ الْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ وَاللهُ فَوقَ الْعَرْشِ وَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِكُمْ قَالَ الذَّهَبِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ هُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَعِلْمُهٗ مَعَهُمْ اَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَمَّا اُلْقِيَ اِبْرَاهِيْمُ فِي النَّارِ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ فِي السَّمَاءِ وَاحِدٌ وَاَنَا فِي الْاَرْضِ وَاحِدٌ عَبْدُكَ اَخْرَجَهُ الدَّارِمِيُّ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ قَالَهُ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيِّمِ وَقَالَ عَدِيُّ بْنُ عَمِيْرَةَ خَرَجْتُ مُهَاجِرًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ وَمَنْ مَعَهٗ يَسْجُدُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّ اِلٰهَهُمْ فِي السَّمَاءِ اَخْرَجَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ فِي مَغَازِيْهِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي التَّمْهِيْدِ وَعُلَمَاءُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ الَّذِيْنَ حُمِلَ عَنْهُمُ التَّاوِيْلُ قَالُوْا فِي تَاوِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ هُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَعِلْمُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَمَا خَالَفَهُمْ اَحَدٌ فِي ذٰلِكَ يُحْتَجُّ بِهٖ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ الْمَالِكِيُّ فِي شَرْحِ عَقِيْدَةِ الْاِمَامِ مَالِكٍ الصَّغِيْرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي زَيْدٍ

طلمکینی اور بیہقی اور ابن عبدالبر نے ان سب نے اپنی کتابوں میں ساتھ ان لفظوں کے کہ عرش اوپر پانی کے ہے اور اللہ عرش کے اوپر ہے اور اس پر تمہارے عملوں میں سے کچھ پوشیدہ نہیں کہا ذہبی نے کہ اسناد اس حدیث کی صحیح ہے اور ابن عباس نے اللہ تعالےٰ کے اس قول وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کی تفسیر میں کہا کہ اللہ اوپر عرش کے ہے اور علم اس کا ساتھ ان کے ہے روایت کیا اس کو ابن حاتم نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۔ نے کہا کہ جب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو کہا کہ یا اللہ تو آسمان پر ایک ہے اور میں زمین پر ہوں بندہ تیرا روایت کیا اس کو دارمی نے ساتھ اسناد پختہ کے کہا اس کو حافظ ابن قیم نے اور عدی بن عمرہ نے کہا کہ میں ہجرت کر کے پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اور آپ کے ساتھ کے منہ پر سجدہ کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ان کا معبود آسمان پر ہے روایت کیا اس کو یحیی ابن سعید نے اپنی کتاب مغازی میں اور ابن عبدالبر نے تمہید میں کہا کہ علماء صحابہ اور تابعین جن سے تفسیر اور تاویل لی جاتی ہے انہوں نے اللہ تعالےٰ کے اس قول مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر عرش کے ہے اور علم اس کا ہر مکان میں ہے اور اس میں ان کا کسی نے خلاف نہیں کیا جس کی حجت پیش کی جائے اور ابن وہب مالکی نے شرح عقیدہ امام مالک صغیر عبداللہ بن ابی

قول مالك مما فهمه من جماعة ممن ادرك من التابعين. مما فهموه عن الصحابة مما فهموه عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الله في السماء بمعنى فوقها وعليها وقال ابن بطه في كتاب الابانه وكان من كبار الائمة في المائة الرابعة اجمع المسلمون من الصحابة والتابعين ان الله على عرشه فوق سمٰوته بائن من خلقه فاما قوله وهو معكم فهو كما قالت العلماء علمه وقال الحافظ الذهبي في كتاب العلو مقالة السلف وائمة السنة بل الصحابة والله ورسوله والمؤمنين ان الله عزوجل في السماء وان الله فوق سمٰوته وانه ينزل الى السماء الدنيا وقالت الجهمية ان الله في جميع الامكنة تعالى الله عز قولهم بل هو معنا اينما كنا بعلمه۔

اقوال التابعين

قال الضحاك في قوله تعالى ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم هو على عرشه وعلمه معهم اخرجه العسال وابن بطه وابن عبد البر باسناد جيد، قال الذهبي وقال مقاتل بن حيان في

زبدہ میں کہا ہے کہ قول مالک کا جو اس نے تابعین سے سمجھا، انہوں نے صحابہ سے انہوں نے نبی صلعم سے یہ ہے کہ اللہ آسمان میں ہے یعنی اوپر اس کے ہے اور ابن بطہ نے جو چوتھی صدی کے ائمہ کبار سے کتاب ابانہ میں کہا ہے کہ اجماع کیا ہے صحابہ اور تابعین نے کہ اللہ اپنے عرش پر ہے اوپر آسمانوں کے اور مخلوق سے جدا ہے پس قول اللہ تعالیٰ کا وَھُوَ مَعَکُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی علم اس کا جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے اور حافظ ذہبی نے کتاب العلو میں کہا ہے کہ قول سلف کا اور ائمہ سنت کا بلکہ صحابہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور سب مومنوں کا یہ ہے کہ اللہ عرش پر ہے اور یہ کہ وہ اوپر آسمانوں کے ہے اور یہ کہ وہ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ہر مکان میں ہے پاک اور بلند ہے اللہ ان کے قول سے بلکہ وہ ہمارے ساتھ ہے جہاں ہم ہوں ساتھ علم اپنے کے۔ **تابعین کے اقوال ضحاک** نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ کی تفسیر میں کہا کہ وہ اوپر عرش اپنے کے ہے اور علم اس کا ساتھ ان کے ہے روایت کیا اس کو عسال اور ابن بطہ اور ابن عبدالبر نے ساتھ اسناد پختہ کے کہا اس کو ذہبی نے مقاتل بن حیان نے اللہ تعالیٰ کے اس قول

قولہ تعالےٰ وھو معھم یقول علمہ معھم اخرجہ البیہقی قال الذھبی ومقاتل ھذا ثقۃ امام ما ھو بابن سلیمان ذاک مبتدع لیس بثقۃ وقال محمد بن کثیر سمعت الاوزاعی یقول کنا والتابعون متوافرون نقول ان اللہ ذکرہ فوق عرشہ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات۔

وروی الاعمش عن ابراھیم قال کانوا فی کتاب سیر الفقہاء قال الحافظ ابن القیم ھو کتاب عزیز العلم وقال سلیمان التیمی لو سئلت این اللہ لقلت فی السماء اخرجہ ابن ابی خیثمۃ فی تاریخہ۔

اقوال تابع التابعین:۔ قال ابن القیم روی الدارمی والحاکم والبیہقی باصح اسناد الی علی ابن الحسن قال سمعت عبد اللہ بن المبارک یقول نعرف ربنا بانہ فوق سبع سموات علی العرش استوی بائن من خلقہ ولا نقول کما قالت الجھمیۃ قال الذھبی الجھمیۃ یقولون ان اللہ فی جمیع الامکنۃ تعالی اللہ عن قولہم بل ھو معنا اینما کنا بعلمہ وروی غیر واحد عن معدان

وھو معھم کی تفسیر میں کہا ہے کہ علم اس کا ان کے ساتھ ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے ذہبی نے کہا کہ یہ مقاتل ثقہ اور امام ہے نہ مقاتل بن سلیمان کہ وہ مبتدع ہے اور ثقہ نہیں ہے،

اور محمد بن کثیر نے کہا کہ میں نے اوزاعی سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اور بیشمار تابعین بھی کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اوپر عرش اپنے کے ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے اپنی کتاب الاسماء والصفات میں

اور اعمش نے ابراہیم سے نقل کیا کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعود کے اس کہنے کو کہ اللہ جہاں ہے اور اللہ ہر مکان میں ہے برا جانتے تھے روایت کیا اس کو یحییٰ بن ابراہیم نے کتاب سیر الفقہاء میں حافظ ابن قیم نے کہا کہ وہ کتاب کثیر العلم ہے اور سلیمان تیمی نے کہا کہ اگر میں پوچھا جاؤں کہ اللہ کہاں ہے تو کہوں کہ آسمان پر ہے روایت کیا اس کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی کتاب تاریخ میں تبع تابعین کے اقوال ابن قیم نے کہا کہ روایت کیا دارمی اور حاکم اور بیہقی نے صحیح تر اسناد سے علی بن حسن تک کہا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے رب کو یوں پہنچانتے ہیں کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر قائم ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے اور نہیں کہتے جیسے جہمیہ کہتے ہیں ذہبی نے کہا کہ جہمیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے پاک ہے اللہ ان کے اس قول سے بلکہ وہ اپنے علم سے ہمارے ساتھ ہے جہاں ہم ہوں اور کئی ایک نے معدان سے روایت کیا اس

قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ قَالَ عِلْمُهُ نَقَلَهُ الذَّهَبِيُّ فِي كِتَابِ الْعُلُوِّ۔ وَ قَالَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ قَالَ هُوَ كَمَا تَكْتُبُ إِلَى الرَّجُلِ إِنِّي مَعَكَ وَأَنْتَ عَنْهُ غَائِبٌ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مُسْنَدًا ثُمَّ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ لَقَدْ أَصَابَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيمَا نَفَى عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْكَوْنِ فِي الْأَرْضِ وَأَصَابَ فِيمَا ذَكَرَ مِنْ تَأْوِيلِ الْآيَةِ۔

وَتَبِعَ مُطْلَقَ السَّمْعِ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي السَّمَاءِ كَذَا فِي كِتَابِ الْعُلُوِّ لِلذَّهَبِيِّ وَالْجُيُوشِ لِابْنِ الْقَيِّمِ۔ وَقَالَ الْإِمَامُ مَالِكٌ۔ اَللّٰهُ فِي السَّمَاءِ وَعِلْمُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ أَخْرَجَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِي كِتَابِ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي التَّمْهِيدِ۔ وَقَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ۔ اَلَّتِي أَنَا عَلَيْهَا وَرَأَيْتُ أَصْحَابَنَا عَلَيْهَا مِثْلَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ وَغَيْرِهِمَا الْإِقْرَارُ بِأَنَّ اللّٰهَ عَلَى عَرْشِهِ فِي سَمَائِهِ يَقْرُبُ مِنْ خَلْقِهِ كَيْفَ يَشَاءُ وَإِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كَيْفَ شَاءَ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ۔

نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری سے اللہ کے اس قول وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کی تفسیر پوچھی تو کہا کہ علم اس کا ساتھ تمہارے ہے نقل کیا اس کو ذہبی نے کتاب العلو میں اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے نہ زمین پر تو ایک آدمی نے کہا کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کا آپ کیا جواب دیتے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ ایسا محاورہ ہے کہ جیسا تم ایک آدمی کو لکھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں حالانکہ تم اس سے غائب ہوتے ہو روایت کیا اس کو بیہقی نے اپنی اسناد سے پھر بیہقی نے کہا ٹھیک کہا ابوحنیفہ نے جو نفی کی اسبات کو اللہ زمین میں ہے اور آیت کی تفسیر میں ہے ٹھیک کہا اور بغیر تاویل کے قبول کیا اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے ایسا ہی مذکور ہے ذہبی کی کتاب العلو اور ابن قیم کی کتاب جیوش میں اور امام مالکؒ نے کہا کہ اللہ آسمان پر ہے اور علم اس کا ہر مکان میں ہے روایت کیا اس کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اور ابن عبدالبر نے تمہید میں اور امام شافعی نے کہا کہ طریقہ میرا اور میرے استادوں کا مثل سفیان ثوری اور مالک وغیرہ کا یہ ہے کہ اقرار کرتے ہیں اس کا کہ اللہ آسمان پر اپنے عرش کے اوپر ہے قریب ہوتا ہے اپنی مخلوق سے جیسا چاہئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اترتا ہے آسمان دنیا کی طرف جس طرح چاہے روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے اور

وقال الامام احمد

فی عقیدتہ فان احتج مبتدع او مخالف بقولہ تعالیٰ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ وبقولہ عز وجل وھو معکم اینما کنتم او بقولہ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ونحو ھذا من متشابہ القرآن قیل انما یعنی بذلک العلم واخرج الخلال فی کتاب السنۃ قیل لاحمد ابن حنبل ربنا تبارک وتعالیٰ فوق السماء السابعۃ علی عرشہ بائن من خلقہ وقدرتہ وعلمہ بکل مکان قال نعم ھو علی عرشہ ولا یخلوا شئ عن علمہ وقال ابو طالب سألت احمد بن حنبل عن رجل قال اللہ معنا وتلا ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم۔ فقال قد ھذا یاخذون باخر الایۃ ویدعون اولھا ھلا قرأت علیہ الم تر ان اللہ یعلم نعلمہ معھم کذا فی کتاب العلو للذھبی وقد اطال احمد بن حنبل فی ھذا فی کتابہ الرد علی الجھمیۃ فمن شاء فلیطالعہ فانہ

امام احمدؒ نے اپنے عقیدہ میں کہا کہ اگر کوئی بدعتی یا مخالف دلیل پکڑے ساتھ اس قول اللہ تعالیٰ کے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یا وھو معکم اینما کنتم یا ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم اور مانند اس کے متشابہ قرآن سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے علم ان کا ہے اور خلال نے کتاب السنہ میں روایت کیا کہ احمد بن حنبل کو کہا گیا کہ رب ہمارا ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کی قدرت اور علم ہر مکان میں ہے تو کہا کہ ہاں وہ اپنے عرش پر ہے اور علم اس کے سے کوئی چیز الگ نہیں اور ابو طالب نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ ایک شخص کہتا ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس آیت ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم۔ دلیل لاتا ہے کہا کہ بیشک وہ شخص جہمی ہوا یہ لوگ آخر آیت کو لیتے ہیں اور اول آیت کو چھوڑتے ہیں تو نے اس شخص کو اول سے کیوں نہیں پڑھ سنایا کہ الم تر ان اللہ یعلم پس علم اس کا ساتھ ان کے ہے ایسا ہی مذکور ہے ذہبی کی کتاب العلو میں اور امام احمدؒ نے اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس مسئلہ کو بہت طول سے بیان کیا ہے جس کو خواہش ہوا سے مطالعہ کرے وہ ایک بہت

كِتَابٌ مُفِيدٌ جِدًّا وَقَدْ طُبِعَ فِي الدِّهْلِي ضَمِيمَةً لِجَامِعِ الْبَيَانِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهٰذَا الْإِمَامُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ تَابِعِي التَّابِعِينَ لٰكِنْ ذَكَرْتُهُ تَبَعًا لِلْأَئِمَّةِ الثَّلٰثَةِ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِي أَخْبَرَنِي صَالِحُ ابْنُ الْمُرَيْسِ قَالَ جَعَلَ عَبْدُ اللّٰهِ يَضْرِبُ رَاسَ قَرَابَةٍ لَهُ يَرىٰ بِرَأْيِ جَهْمٍ فَرَأَيْتُهُ يَضْرِبُ بِالنَّعْلِ عَلٰى رَاسِهِ وَيَقُولُ لَا حَتّٰى تَقُولَ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوىٰ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَقَالَ الْخِفَافُ جَاءَ بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى الْقَاضِي أَبِي يُوسُفَ فَقَالَ بِشْرُ الْمَرِيسِي وَعَلِيُّ الْأَحْوَلُ وَفُلَانٌ يَقُولُونَ اللّٰهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ فَقَالَ أَبُو يُوسُفَ عَلَيَّ بِهِمْ فَانْتَهَوْا إِلَيْهِمْ وَقَدْ قَامَ بِشْرٌ فَجِيءَ بِعَلِيِّ الْأَحْوَلِ وَبِالْآخَرِ شَيْخٌ فَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَنَظَرَ إِلَى الشَّيْخِ لَوْ أَنَّ فِيكَ مَوْضِعَ أَدَبٍ لَأَوْجَعْتُكَ وَضَرَبَ الْأَحْوَلَ وَطُوِّفَ بِهِ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ قُلْتُ لِأَبِي إِنَّ بِشْرًا الْمَرِيسِي يَقُولُ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ.

ہی مفید کتاب ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ دہلی میں تفسیر جامع البیان کے ساتھ چھپ چکی ہے اور یہ امام اگرچہ تبع تابعین سے نہیں ہیں لیکن ائمہ ثلاثہ کے ساتھ اس کا ذکر بھی مناسب سمجھا اور محمد بن یحییٰ ذہلی نے کہا کہ مجھ کو صالح بن فریس نے خبر دی کہ عبداللہ اپنے ایک رشتہ دار کو جو جہم کا مذہب رکھتا تھا جوتی سے پیٹ رہا تھا اس کے سر پر جوتے لگاتا تھا اور کہتا تھا کہ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو قائل ہو اس کا کہ اللہ عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے اور خفاف نے کہا کہ بشر بن ولید قاضی ابو یوسف کی طرف آیا اور کہا کہ بشر مریسی اور علی احول اور علی حول اور فلانا شخص یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر مکان میں ہے ابو یوسف نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ جب ان کے پاس لئے گئے تو بشر وہاں سے چل دیا اور علی احول اور دوسرے کو جو بوڑھا تھا لائے ابو یوسف نے بوڑھے کی طرف دیکھ کر کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت ہوتی تو میں تجھے پٹواتا اور شہر میں پھرواتا روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے اور یحییٰ بن علی بن عاصم نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ بشر مریسی کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَهٗ فِی الْاَرْضِ وَكَلَامًا ذَكَرْتُهٗ فَمَا رَاَيْتُهٗ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا اشْتَدَّ فِیْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ مَخْلُوْقٌ ذَكَرَهٗ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ كِتَابِ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

اقوال اتباع تابعی التابعین

قَالَ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ الْخُزَاعِیُّ شَيْخُ الْبُخَارِیِّ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ مَعَكُمْ مَعْنَاهُ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ بِعِلْمِهٖ اَخْرَجَهُ ابْنُ مَخْلَدٍ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ سُئِلَ عَلِیُّ بْنُ الْمَدِيْنِیِّ وَاَنَا اَسْمَعُ مَا قَوْلُ اَهْلِ الْجَمَاعَةِ قَالَ يُؤْمِنُوْنَ بِالرُّؤْيَةِ وَبِالْكَلَامِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ عَلٰى عَرْشِهِ اسْتَوٰى فَسُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ فَقَالَ اقْرَأْ مَا قَبْلَهٗ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَخْرَجَهٗ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ الْهَرَوِیُّ عَلِیُّ ابْنُ الْمَدِيْنِیِّ شَيْخُ الْبُخَارِیِّ قَالَ الْبُخَارِیُّ مَا اسْتَصْغَرْتُ نَفْسِیْ اِلَّا بَيْنَ يَدَیِ ابْنِ الْمَدِيْنِیِّ وَقَالَ خَالِدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ السَّمْنِيَّةُ لِجَهْمٍ

اور اللہ زمین میں اس کے ساتھ ہے، اور دوسری باتیں اس کی ہیں نے ذکر کیں تو اس قدر اس کی کسی بات سے خفا نہ ہوئے جس قدر کہ ان دو باتوں سے خفا ہوئے ایک یہ کہ اللہ اس کے ساتھ زمین میں ہے دوسری یہ کہ قرآن مخلوق ہے ذکر کیا اس کو ابن ابی حاتم نے کتاب الرد علی الجہمیہ ہیں، اتباع تبع تابعین کے اقوال نعیم بن حماد خزاعی استاذ بخاری نے وَھُوَ مَعَکُمْ کی تفسیر میں کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں روایت کیا اس کو ابن مخلد نے اور حسن بن محمد نے کہا کہ علی بن مدینی سے کسی نے پوچھا اور میں سنتا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا ان مسائل میں کیا مذہب ہے کہا کہ ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کا دیدار ہوگا اور اللہ کلام کرتا ہے اور اللہ اوپر آسمانوں کے اپنے عرش پر ہے پھر سائل نے یہ آیت مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ان کے پیش کی جواب میں کہا کہ اس کے پہلے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ کو پڑھو یعنی ماقبل دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے علم ہے روایت کیا اس کو ابو اسمٰعیل ہروی نے علی بن مدینی امام بخاری کے استاذ ہیں، بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کو کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا مگر علی بن مدینی کے سامنے اور خالد بن سلیمان نے کہا کہ سمنیہ نے جہم سے کہا کہ

صِفْ لَنَا رَبَّكَ الَّذِي تَعْبُدُهُ فَقَالَ هُوَ هٰذَا الْهَوِيّ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَخْلُو مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ خَالِدُ بْنُ سُلَيْمَانَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ۔ وقال اسحاق بن راهويه قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ وَيَعْلَمُ كُلَّ شَيْءٍ فِي أَسْفَلِ الْأَرْضِ السَّابِعَةِ قَالَ حَرْبُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قُلْتُ لِإِسْحٰقَ بْنِ رَاهْوَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ كَيْفَ تَقُولُ فِيهِ قَالَ حَيْثُ مَا كُنْتَ فَهُوَ أَقْرَبُ إِلَيْكَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ وَهُوَ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ ثُمَّ ذَكَرَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَوْلَهُ هُوَ عَلٰى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ أَخْرَجَهُمَا الْخَلَّالُ وَقَالَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ نَعْرِفُ رَبَّنَا فِي السَّمَاءِ عَلٰى عَرْشِهِ أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ اسْمَعْ وَيْحَكَ إِلٰى هٰذَيْنِ الْإِمَامَيْنِ كَيْفَ نَقَلَا الْإِجْمَاعَ عَلٰى هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ قَالَ مُوسَى الطَّرْطُوسِيُّ قُلْتُ لِسُنَيْدِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ هُوَ عَلٰى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ قَالَ نَعَمْ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَهُ تَعَالٰى

وصف بیان کر اپنے رب کے جس کو تو پوجتا ہے کہا وہ یہ ہوا ہے ہر چیز کے ساتھ اور ہر چیز میں اور اس سے کوئی چیز خالی نہیں تو خالد نے کہا جھوٹا ہے، اللہ کا دشمن تحقیق اللہ تعالے اوپر آسمانوں کے عرش پر ہے، روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے اور اسحٰق بن راہویہ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رحمٰن عرش پر قائم ہوا اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور ہر چیز کو ساتویں زمین کے نیچے تک جانتا ہے، حرب بن اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے اسحٰق بن راہویہ سے پوچھا کہ آپ اللہ کے اس قول مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ میں کیا فرماتے ہیں کہا کہ جہان تو ہو وہ شاہرگ سے بھی تیرے قریب ہے (یعنی ساتھ علم کے) اور وہ مخلوق سے جدا ہے پھر ابن مبارک کا یہ قول ذکر کیا کہ وہ اپنے عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے روایت کیا ان ہر دو اثر کو خلال نے اور قتیبہ بن سعید نے کہا کہ ایمہ مسلین اہل سنت وجماعت کا یہ قول ہے کہ ہم اپنے رب کو آسمانوں پر عرش کے اوپر جانتے ہیں روایت کیا اس کو حاکم نے افسوس تم پر بھلا ان دو اماموں کے قول تو گوش ہوش سے سنو کہ انہوں نے اس مسئلہ میں کیسا اجماع نقل کیا ہے موسیٰ طرطوسی نے کہا کہ میں نے سنید بن ابی داؤد سے پوچھا کیا اللہ اپنے عرش پر مخلوق سے جدا ہے کہا کہ ہاں کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالے

وَتَرَى الْمَلٰئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ اَخْرَجَهُ اَبُوْحَاتِمٍ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ بِاَسَانِيْدِهِمَا اَنَّ هِشَامَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيْ حَبَسَ رَجُلًا فِي التَّجَهُّمِ فَتَابَ فَجِيْئَ بِهٖ اِلٰى هِشَامٍ لِيَمْتَحِنَهٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى التَّوْبَةِ۔

فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهٖ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ وَلَا اَدْرِيْ مَا بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهٖ فَقَالَ رُدُّوْهُ اِلَى الْحَبْسِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَتُبْ بَعْدُ قَالَ الْحَافِظُ الذَّهْبِيْ هِشَامُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ مِنْ اَئِمَّةِ الْفِقْهِ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ تَفَقَّهَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ كَانَ ذَا جَلَالَةٍ عَجِيْبَةٍ وَ حُرْمَةٍ عَظِيْمَةٍ بِبَلَدِهٖ وَقَالَ اَصْبَغُ وَهُوَ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ وَ بِكُلِّ مَكَانٍ عِلْمُهٗ وَ اِحَاطَتُهٗ وَ اَصْبَغُ مِنْ اَصْحَابِ مَالِكٍ وَاَفْقَهِهِمْ نَقَلَهُ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيِّمِ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ صَاحِبُ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيْ فِيْ كِتَابِ النَّقْضِ عَلٰى بِشْرٍ وَاللّٰهُ فَوْقَ سَمٰوٰتِهٖ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهٖ

کے اس قول کو وَتَرَى الْمَلٰئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ روایت کیا اس کو ابوحاتم نے اور روایت کیا ابن ابی حاتم اور شیخ الاسلام نے اپنی سندوں کے ساتھ کہ ہشام عبداللہ رازی نے ایک شخص کو بسبب جہمی ہونے کے قید کیا پھر جب اس نے توبہ کی اور ہشام نے آزمانے کو اپنے پاس بلوایا تو کہا کہ سب تعریف کو ہے جس نے تم کو توبہ کی توفیق دی ہشام نے پوچھا کیا تو اقرار کرتا ہے کہ اللہ عرش پر ہے، اور اپنی مخلوق سے جدا ہے کہا کہ اقرار کرتا ہوں کہ اللہ عرش پر ہے لیکن اس کا اقرار نہیں کرتا کہ اپنی مخلوق سے جدا ہے ہشام نے حکم دیا کہ اس کو قید خانہ میں پھیرے جاؤ ابھی تک اس نے مذہب جہم سے توبہ نہیں کی حافظ ذہبی نے کہا کہ ہشام ابوحنیفہ کے مذہب میں فقہ کا امام ہے امام محمد بن حسن سے فقہ کو حاصل کیا اپنے شہر میں اس کی بڑی جلالت اور عزمت تھی اور اصبغ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور علم اور احاطہ اس کا ہر مکان میں ہے اور اصبغ امام مالک کے شاگردوں میں سب سے بڑا فقیہہ تھا نقل کیا اس کو حافظ ابن قیم نے اور عثمان بن سعید دارمی صاحب یحیی بن معین اور علی بن مدینی نے اپنی کتاب النقض علی بشر میں کہا کہ اللہ آسمانوں پر اپنی مخلوق سے جدا ہے

فَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ ذٰلِكَ لَمْ يَعْرِفْ إِلٰهَهُ الَّذِي يَعْبُدُهُ وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا وَلٰكِنَّا نَقُولُ إِلٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلَى عَرْشٍ عَظِيمٍ مَخْلُوقٍ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ دُونَ مَا سِوَاهَا مِنَ الْأَمَاكِنِ مَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ بِذٰلِكَ كَانَ كَافِرًا بِهِ وَبِعَرْشِهِ قَالَ الذَّهَبِيُّ قَالَ أَبُو الْفَضْلِ الْقُرَّاتُ مَا رَأَيْنَا مِثْلَ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ وَلَا رَأَى هُوَ مِثْلَ نَفْسِهِ قُلْتُ وَمَا هُوَ فِي الْعِلْمِ بِدُونِ أَبِي مُحَمَّدٍ الدَّارِمِي السَّمَرْقَنْدِي انْتَهٰى وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ شَيْخُ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِي وَالنَّسَائِي مَنْ زَعَمَ أَنَّ اللّٰهَ هٰهُنَا فَهُوَ جَهْمِيٌّ خَبِيثٌ إِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَرْشِ وَعِلْمُهُ مُحِيطٌ بِالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ صَحَّ ذٰلِكَ عَنْهُ حَكَاهُ عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ فِي رِسَالَتِهِ فِي الْفَوْقِيَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أُصُولِ الدِّينِ وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ وَمَا يَعْتَقِدَانِ فِي ذٰلِكَ فَقَالَا أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَمِصْرًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ

جس نے یہ نہ پہچانا اس نے اپنے معبود کو نہ پہچانا اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ لیکن ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں، کہ معبود آسمان اور زمین والوں کا عرش پر ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے ساتوں آسمان سے اوپر اور سوائے عرش کے اللہ اور کسی مکان میں نہیں ہے جو کوئی اس کو اس طرح نہیں پہچانا وہ منکر ہے اس کا اور اس کے عرش کا ذہبی نے کہا کہ ابوالفضل نے کہا کہ ہم مثل عثمان بن سعید کے کوئی نہیں دیکھا اور نہ اس نے اپنے جیسے کسی کو دیکھا میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ وہ علم میں ابو محمد دارمی سمرقندی سے کم نہ تھا اور عبدالوہاب وراق استاذ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے کہا کہ جو کوئی قائل ہو اس کا کہ اللہ اس جگہ (زمین میں) ہے وہ جہمی خبیث ہے تحقیق اللہ اوپر عرش کے ہے اور علم اس کا دنیا اور آخرت کو محیط ہے ابن قیم نے کہا کہ یہ روایت صحیح ہے حکایت کیا اس کو اس سے محمد بن عثمان نے اپنے رسالہ فوقیت میں اور عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے باپ ابوحاتم سے اور ابوزرعہ سے پوچھا کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے ائمہ اور زمانہ حال علماء کا جمیع شہروں میں کیا مذہب ہے اور کیا عقیدہ رکھتے ہیں دونوں نے کہا کہ حجاز اور عراق اور مصر اور شام اور یمن سب شہروں میں جن علماء کو ہم نے پایا سب کا یہی مذہب تھا کہ اللہ تبارک

وتعالی علی عرشه بائن من خلقه کما وصف نفسه بلاکیف احاط بکل شیء علما
اخرجه ابو اسمعیل الانصاری واخرج ایضا عن ابی زرعة الرازی انه قال
هو علی عرشه وعلمه فی کل مکان من قال غیر هذا فعلیه لعنة الله واخرج ایضا
عن یحیی بن معاذ الرازی ان الله علی العرش بائن من خلقه احاط بکل شیء
علما لا یشذ عن هذه المقالة الا جهمی کان یحیی ابن معاذ وابو حاتم من طبقة
البخاری قال الذهبی ابو زرعة امام اهل الحدیث فی زمانه بحیث ان احمد قال
ما عبر جسر بغداد احفظ من ابی زرعة وکان من الابدال الذین یحفظ بهم الارض وابو
حاتم من کبار ائمة اهل الاثر حدث عنه ابوداود والکبار ثم قال الحاکم وجدت بخط ابی
عمرو المستملی سئل محمد بن یحیی الذهلی عن حدیث لیعلم العبد ان الله معه
حیث کان قال یرید ان الله علمه محیط بکل مکان وهو علی العرش انتهی وکان
الذهلی شیخ ارباب الصحاح الستة وقال اسماعیل بن یحیی المزنی انبل تلامذة الشافعی
فی رسالته فی السنة عال علی عرشه بائن من خلقه وقال ایضا فیها

وتعالی اپنے عرش پر ہے۔ اور اپنی مخلوق سے جدا ہے جیسا کہ اس نے اپنی ذات کو بلاکیف بیان کیا ہے۔ احاطہ کیا اس نے ہر چیز کا
ساتھ علم اپنے کے روایت کیا اس کو ابو اسماعیل انصاری نے اور نیز اس نے روایت کیا۔ ابوزرعہ رازی سے کہ اس نے کہا اللہ اپنے عرش پر
ہے اور علم اس کا ہر مکان میں ہے جو کوئی سوائے اس کے کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور نیز اسی نے روایت کیا یحیی بن معاذ رازی
نے کہ اللہ عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، احاطہ کیا اس نے ہر چیز کا از روئے علم کے کوئی اس قول سے اعراض نہیں
کرتا مگر جہمی یحیی بن معاذ اور ابوحاتم طبقہ بخاری سے ہیں۔ ذہبی نے کہا کہ ابوزرعہ اپنے زمانے کے اہل حدیث کا امام ہے
چنانچہ امام احمد نے کہا کہ پل بغداد پر کسی نے عبور نہیں کیا جو ابوزرعہ سے احفظ ہو اور وہ ابدال سے ہے جن کے سبب
سے زمین محفوظ ہے اور ابوحاتم ائمہ کبار سے ہے ابوداؤد اور بڑے لوگوں نے اس سے حدیث اخذ کی ہے حاکم نے کہا میں
نے عمرو مستملی کا لکھا ہوا دیکھا کہ کسی نے محمد بن یحیی ذہلی سے اس حدیث کے معنے پوچھے لیعلم العبد ان اللہ
معہ حیث کان تو کہا معنے اس کے یہ ہیں کہ اللہ کا علم ہر مکان کو محیط ہے اور وہ عرش پر ہے انتھی
اور ذہلی سب صحاح ستہ والوں کا استاذ ہے اسماعیل بن یحیی مزنی شاگرد رشید امام شافعی نے اپنے
رسالہ سنت میں کہا کہ اللہ عرش سے بلند ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اسی میں کہا کہ اپنے عرش پر

عَالٍ عَلٰی عَرْشِہٖ وَاَنْ بِعِلْمِہٖ مِنْ خَلْقِہٖ وَاَیْضًا قَالَ فِیْہٖ قَرِیْبٌ بِالْاِجَابَۃِ عِنْدَ السُّوَالِ بَعِیْدٌ بِالْبُعْدِ لَا یُنَالُ عَلٰی عَرْشِہٖ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِہٖ وَذَکَرَ سَائِرَ الْمُعْتَقِدِ ثُمَّ قَالَ وَھٰذِہٖ مَقَالَاتٌ اَجْمَعَ عَلَیْھَا الْمَاضُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنْ اَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَبِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ اِعْتَصَمَ بِہِ التَّابِعُوْنَ قُدْوَۃً وَرِضًا قَالَ اِبْرَاھِیْمُ الْحَرْبِیُّ فِیْمَا صَحَّ عَنْہُ۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ وَسُئِلَ عَنْ عِلْمِ اللّٰہِ فَقَالَ عِلْمُ اللّٰہِ مَعَنَا وَھُوَ عَلٰی عَرْشِہٖ۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ کِتَابِ الْعَرْشِ لَہٗ فَسَّرَتِ الْعُلَمَاءُ وَھُوَ مَعَکُمْ یَعْنِیْ عِلْمَہٗ ثُمَّ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰی عَلَیْہِ فَوْقَ الْعَرْشِ مُتَخَلِّصًا مِنْ خَلْقِہٖ بَائِنًا مِنْھُمْ۔

اَقْوَالُ اَئِمَّۃِ الْحَدِیْثِ وَالْفِقْہِ وَالتَّصَوُّفِ وَالْکَلَامِ بَعْدَ الْمِائَۃِ الثَّالِثَۃِ اِلٰی تَمَامِ الْمِائَۃِ السَّادِسَۃِ

قَالَ حَمَّادُ بْنُ ھَنَّادٍ ھٰذَا مَا رَاَیْنَا عَلَیْہِ اَھْلَ الْاَمْصَارِ وَمَا دَلَّتْ عَلَیْہِ

بلند ہے اور اپنے علم کے ساتھ مخلوق سے قریب ہے اور اسی میں کہا کہ از روئے قبول کرنے سوال کے قریب ہے اور ساخت میں بعید ہے ایسا کہ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اپنے عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے اور دیگر اعتقادیات کو بیان کرکے کہا کہ یہ باتیں جو ہم نے ذکر کی ہیں ان پر پہلے لوگوں ائمہ ہدیٰ (یعنی صحابہ) کا اتفاق ہے اور اللہ کی توفیق سے تابعین نے بھی جو مقتدا اور برگزیدہ ہیں اس کے ساتھ اعتصام کیا ہے اور ابراہیم حربی نے کہا کہ احمد بن نصر اللہ کے علم سے پوچھے گئے تو کہا کہ علم اللہ کا ہمارے ساتھ ہے اور وہ عرش پر ہے اور محمد بن ابی شیبہ اپنی کتاب العرش میں فرماتے ہیں کہ اہل علم نے وھو معکم میں معیت کی علم سے تفسیر کی ہے اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے عرش کو پیدا کیا پھر اس پر قرار پکڑا تو وہ اوپر عرش کے اپنی مخلوق سے علیحدہ اور جدا ہے ائمہ محدثین اور فقہاء اور اہل تصوف اور اہل کلام جو بعد تیسری صدی کے آخر چھٹی صدی تک گذرے ہیں ان کے اقوال کا بیان حماد بن ھناد نے کہا کہ ہم نے سب شہروں کے علماء اہل سنت کو اس طریق اور

مَذَاهِبِهِمْ وَنَبِيِّهِ وَإِيضَاحُ مِنْهَاجِ الْعُلَمَاءِ وَصِفَةِ السُّنَّةِ وَأَهْلِهَا إِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ عَلَى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ وَعِلْمِهِ وَسُلْطَانُهُ وَقُدْرَتُهُ بِكُلِّ مَكَانٍ أَخْرَجَهُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْهَرَوِيُّ، وَأَخْرَجَ الْحَاكِمُ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ وَفِي تَارِيخِ نَيْسَابُورَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْإِمَامَ الْأَئِمَّةَ أَبَا بَكْرِ بْنَ خُزَيْمَةَ يَقُولُ مَنْ لَمْ يُقِرَّ بِأَنَّ اللّٰهَ عَلَى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ فَهُوَ كَافِرٌ يُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهُ وَأُلْقِيَ عَلَى مَزْبَلَةٍ لِئَلَّا يَتَأَذَّى بِرِيحِهِ أَهْلُ الْقِبْلَةِ وَأَهْلُ الذِّمَّةِ كَانَ ابْنُ خُزَيْمَةَ رَأْسًا فِي الْحَدِيثِ رَأْسًا فِي الْفِقْهِ مِنْ دُعَاةِ السُّنَّةِ قَالَ الذَّهَبِيُّ وَكَفَى لَهُ مَنْقَبَةً إِنِ اشْتَهَرَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ بِإِمَامِ الْأَئِمَّةِ وَقَالَ زَكَرِيَّا السَّاجِي الْقَوْلُ فِي السُّنَّةِ الَّتِي رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَصْحَابَنَا أَهْلَ الْحَدِيثِ الَّذِينَ لَقِينَاهُمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلَى عَرْشِهِ فِي سَمَائِهِ يَقْرُبُ مِنْ خَلْقِهِ كَيْفَ شَاءَ أَخْرَجَهُ ابْنُ بَطَّةَ قَالَ الْحَافِظُ الطَّبْرَانِيُّ الَّذِي قَالَ فِيهِ الذَّهَبِيُّ مُحَدِّثُ الدُّنْيَا انْتَهَى إِلَيْهِ عُلُوُّ الْإِسْنَادِ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ لَهُ بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِوَاءِ اللّٰهِ عَلَى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ فَسَاقَ حَدِيثَ الْأَوْعَالِ وَغَيْرَهُ فِي الْبَابِ

مذہب پر پایا کہ اللہ ساتویں آسمان پر اوپر عرش کے مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم غلبہ اور قدرت ہر مکان میں ہے روایت کیا اس کو شیخ الاسلام ہروی نے اور حاکم نے علوم الحدیث اور تاریخ نیشاپور میں محمد بن صالح سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے تو وہ کافر ہے اس سے توبہ کرے تو نبہا ورنہ قتل کر کے گندگی کی جگہ ڈال دیا جاوے تو اس کی بدبو سے اہل قبلہ اور ذمی ایذا نہ پاویں ابن خزیمہ رئیس تھے حدیث میں اور رئیس تھے فقہ میں سنت کی طرف بلانے والے تھے کہا اس کو ذہبی نے اور ان کی بزرگی کے لیے یہی کافی ہے جو اہل اسلام میں امام الائمہ کے لقب سے مشہور ہیں ذکریا ساجی نے کہا کہ قول موافق سنت کے جس پر میں نے اپنے اصحاب اہل حدیث کو پایا اور ان سے ملاقات کی یہ ہے کہ اللہ عرش پر ہے آسمان کے اوپر قریب ہوتا ہے مخلوق سے جس طرح چاہے روایت کیا اس کو ابن بطہ نے حافظ طبرانی جن کے حق میں ذہبی نے کہا کہ وہ استاذ حدیث ہیں سب لوگوں کے علم اسناد انہیں کی طرف منتہی ہے وہ کتاب السنہ میں فرماتے ہیں کہ یہ باب ہے اس بیان میں کہ اللہ عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے پھر اس باب میں حدیث بکری کی۔

وقال الحافظ ابوبکر الآجری امام عصرہ فی الحدیث والفقہ فی کتاب السنۃ فان قیل فای شئی معنی قولہ مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم قیل علمہ واللہ علی عرشہ وعلمہ محیط بہا کذا فسرہ اھل العلم والآیۃ یدل اولہا واٰخرھا علی انہ العلم وھو علی عرشہ ھذا قول المسلمین قال الحافظ ابو نعیم صاحب الحلیۃ فی عقیدتہ وانہ سبحانہ بائن من خلقہ وخلقہ بائنون منہ بلا حلول ولا ممازجۃ ولا اختلاط ولا ملاصقۃ لانہ البائن الفرد وقال ایضا طریقنا طریق السلف المتبعین للکتاب والسنۃ واجماع الامۃ وساق ذکر اعتقادھم ثم قال ومما اعتقدوہ ان اللہ فی سمائہ دون ارضہ وقال البیہقی فی کتاب المعتقد لہ وفیما کتبنا من الآیات دلالۃ علی ابطال قول من زعم من الجہمیۃ بان اللہ بذاتہ فی کل مکان وقولہ وھو معکم اینما کنتم انما اراد بعلمہ لا بذاتہ شہرۃ البیہقی وجلالتہ تغنی عن التعریف ـ

(جو پہلے مذکور ہو چکی ہے) اور کئی حدیثیں بیان کیں حافظ ابو بکر آجری جو اپنے زمانہ میں حدیث اور فقہ کے امام تھے کتاب السنہ میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ آیہ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ کے کیا معنے ہیں تو کہا جاوے گا کہ علم اُس کا ساتھ ان کے ہے اور وہ عرش پر ہے اور علم اس کا سب کو محیط ہے اہل علم نے اس کی اس طرح تفسیر کی ہے اور آیت کا اول اور آخر بھی دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے علم ہے اور وہ عرش پر ہے یہی قول ہے مسلمانوں کا حافظ ابو نعیم صاحب حلیہ اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں کہ وہ مخلوق سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے کسی طرح کا دونوں میں نہ حلول ہے اور نہ ملاؤ اور نہ اختلاط اور اجماع کیونکہ وہ جدا اکیلا ہے اور اسی میں کہا کہ ہمارا طریقہ وہی ہے جو متبعین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت کا تھا اور ان کے اعتقاد کو ذکر کیا پھر کہا ان کے اعتقادوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ آسمان پر ہے نہ زمین پر اور بیہقی نے اپنی کتاب المعتقد میں کہا کہ ہم نے جو آیتیں لکھی ہیں اس پر دال ہیں کہ جہمیہ کا یہ قول کہ اللہ بذاتہ ہر مکان میں ہے باطل ہے اور اس پر دال ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ میں معیت علمی مراد ہے نہ ذاتی بیہقی کی شہرت اور بزرگی ایسی ہے جو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔

وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ اللَّالْكَائِیُّ فِیْ كِتَابِ شَرْحِ اِعْتِقَادِ اَهْلِ السُّنَّةِ فَدَلَّتْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ اَنَّهٗ فِی السَّمَاءِ وَعِلْمُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ رَوٰى ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ رَبِيْعَةَ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ وَمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَالثَّوْرِیُّ وَاَحْمَدُ وَقَالَ اَبُوْ عُمَرَ الطَّلْمَنْكِیُّ الْمَالِكِیُّ فِیْ كِتَابِ الْوُصُوْلِ اِلٰى مَعْرِفَةِ الْاُصُوْلِ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى اَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَنَّهٗ عِلْمُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ السَّمٰوٰتِ بِذَاتِهٖ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ وَقَالَ الْاِمَامُ مَالِكُ الصَّغِيْرِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زَيْدٍ فِیْ كِتَابِهِ الْمُفْرَدِ فِی السُّنَّةِ فَصْلٌ فِيْمَا اجْتَمَعَتْ عَلَيْهَا الْاُمَّةُ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيَانَةِ فَذَكَرَ سَائِرَ الْمُعْتَقِدِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَنَّهٗ فَوْقَ سَمٰوٰتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ دُوْنَ اَرْضِهٖ وَاَنَّهٗ فِیْ كُلِّ مَكَانٍ بِعِلْمِهٖ ثُمَّ قَالَ وَكُلُّ مَا قَدَّمْنَا ذِكْرَهٗ فَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَئِمَّةِ النَّاسِ فِی الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ وَكُلُّهٗ قَوْلُ مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ زَمْنِيْنَ الْمَالِكِیُّ فِیْ كِتَابِ اُصُوْلِ السُّنَّةِ

ابو القاسم لالکائی کتاب شرح اعتقاد اہل السنہ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ آسمان پر ہے اور علم اُس کا ہر مکان میں ہے یہی مروی ہے حضرت عمر اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ام سلمہ سے اور تابعیوں میں ربیعہ اور سلیمان تیمی اور مقاتل بن حیان سے اور یہی قول ہے مالک اور ثوری اور احمد کا ابو عمر طلمنکی مالکی کتاب الوصول فی معرفت الاصول میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور مانند اس کے اور آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ علم اُس کا ان کے ساتھ ہے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر بذاتہ ہے اور امام مالک صغیر۔ یعنے عبداللہ بن ابی زید اپنی کتاب المفرد فی السنہ میں فرماتے ہیں فصل ان مسائل دینی کے بیان میں جن پر امت کا اجماع ہے پس ذکر کیا سب معتقدات کو یہاں تک کہ کہا اللہ اوپر آسمانوں کے عرش پر ہے نہ زمین پر اور وہ اپنے علم کے ساتھ ہر مکان میں ہے پھر کہا کہ یہ سب مسائل جو ہم نے ذکر کئے اہل سنت کا مذہب ہے اور ائمہ محدثین اور فقہاء اسی پر ہیں اور امام مالک کا بھی قول ہے۔ اور ابن ابی زمنین مالکی کتاب اصول السنہ میں فرماتے ہیں

مِنْ قَوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ إِنَّ اللهَ تَعَالَى بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ مُحْتَجِبٌ عَنْهُمْ بِالْحُجُبِ تَعَالَى اللهُ عَمَّا
يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا وَقَالَ إِمَامُ الشَّافِعِيَّةِ أَبُوْ بَكْرٍ التَّيْمِيُّ لَا أُصَلِّي خَلْفَ مَنْ يُنْكِرُ الصِّفَاتِ
وَلَا خَلْفَ مَنْ لَمْ يُثْبِتِ الْقُرْآنَ فِي الْمُصْحَفِ وَلَا يُقِرُّ بِأَنَّ اللهَ فَوْقَ عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ
رَوَاهُ الْحَافِظُ عَبْدُ الْقَادِرِ مُسْنَدًا وَقَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمَوْصِلِيِّ الشَّافِعِيُّ فِي كِتَابِ سَيْفِ
السُّنَّةِ فِي قَطْعِ رِقَابِ الْجَهْمِيَّةِ إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدْ بَيَّنَ فِي الْقُرْآنِ غَايَةَ الْبَيَانِ
أَنَّهُ فَوْقَ سَمٰوٰتِهِ وَأَنَّهُ مُسْتَوٍ عَلَى عَرْشِهِ وَأَنَّهُ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ وَإِنَّ الْمَلٰئِكَةَ
تَعْرُجُ إِلَيْهِ وَأَنَّهُ رَفَعَ الْمَسِيْحَ إِلَيْهِ وَأَنَّهُ يَصْعَدُ إِلَيْهِ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ إِلَى سَائِرِ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ النُّصُوْصُ
مِنْ مُبَايَنَتِهِ لِخَلْقِهِ وَعُلُوِّهِ عَلَى عَرْشِهِ وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ إِمَامُ الْأَشْعَرِيَّةِ فِي الْإِبَانَةِ
وَرَأَيْنَا الْمُسْلِمِيْنَ جَمِيْعًا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِذَا دَعَوْا نَحْوَ السَّمَاءِ لِأَنَّ اللهَ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ الَّذِيْ
هُوَ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ فَلَوْلَا أَنَّ اللهَ عَلَى الْعَرْشِ لَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ نَحْوَ الْعَرْشِ وَقَدْ قَالَ قَائِلُوْنَ
مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْحَرُوْرِيَّةِ أَنَّ مَعْنَى اسْتَوٰى اسْتَوْلٰى وَأَنَّهُ تَعَالَى فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَجَحَدُوْا

کہ اہل سنت کا یہ قول ہے اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہے اور کئی حجابوں میں ان سے دور ہے پاک
ہے اور برتر ہے اللہ اس بات پر جو ظالم لوگ (یعنے جہمیہ) کہتے ہیں اور ابوبکر تیمی امام الشافعیہ نے کہا کہ میں
منکر صفات کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ اور نہ اس کے پیچھے جو قرآن کو اس مصحف میں نہیں جانتا اور نہ
اس کے پیچھے جو اقرار نہیں کرتا اس کا کہ اللہ اپنے عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے روایت کیا اس
کو حافظ عبدالقادر نے سند سے اور امام محمد بن موصلی شافعی کتاب سیف السنۃ فی قطع رقاب الجہمیہ میں
فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں بہت واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ اوپر آسمانوں
کے ہے، اور وہ عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے۔ اور یہ کہ فرشتے اس کی طرف چڑھتے ہیں اور یہ کہ
مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا اور یہ کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں اور کئی آیتیں جو دلالت کرتی ہیں کہ وہ
مخلوق سے جدا ہے اور عرش کے اوپر ہے اور ابوالحسن اشعری امام اشعریہ ابانہ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے
سب مسلمانوں کو دیکھا کہ دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے
نحو آسمانوں کے اوپر ہے۔ اگر اللہ عرش پر نہ ہوتا تو اپنے ہاتھ عرش کی طرف نہ اٹھاتے اور معتزلہ اور جہمیہ
اور حروریہ یہ کہتے ہیں کہ معنے استوی کے استولیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور انکار کرتے ہیں

أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ أَهْلُ الْحَقِّ وَقَالَ فِيْهِ أَيْضًا وَمِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ جَمِيْعًا
إِذَا هُمْ رَغِبُوْا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْأَمْرِ النَّازِلِ بِهِمْ يَقُوْلُوْنَ جَمِيْعًا يَا سَاكِنَ الْعَرْشِ وَمَنْ
خَلْفَهُمْ جَمِيْعًا لَا وَالَّذِيْ احْتَجَبَ بِسَبْعِ سَمٰوٰتٍ۔

قُلْتُ فِيْهِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ سَمٰوٰتٍ سَبْعًا فَاخْتَارَ الْعُلْيَا فَسَكَنَهَا
وَأَسْكَنَ سَمٰوٰتِهٖ مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهٖ أَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ كِتَابِ التَّوْحِيْدِ قَالَ
الذَّهَبِيُّ هُوَ حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَفِيْهِ دُعَاءُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ
يَا عَامِرَ السَّمَاءِ نَظَرَ الْعَبِيْدِ إِلٰى أَرْبَابِهَا يَا سَاكِنَ السَّمَاءِ وَصَلَهُ الذَّهَبِيُّ إِلٰى
ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَالَ إِسْنَادُهُ صَالِحٌ وَفِيْهِ دُعَاءُ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَيِّدِيْ
فِي السَّمَاءِ مَسْكَنُكَ وَفِي الْأَرْضِ قُدْرَتُكَ وَعَجَائِبُكَ فِيْ سَنَدِهٖ أَبُوْ حُذَيْفَةَ
الْبُخَارِيُّ كَذَّابٌ قَالَ الذَّهَبِيُّ حَدِيْثٌ بَاطِلٌ فَمِثْلُ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ
لَا يَصْلُحُ لِلْاِحْتِجَاجِ فَاِطْلَاقُ هٰذَا اللَّفْظِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهٗ عِنْدِيْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

اس کے عرش ہونے کا جیسا کہ اہل حق کہتے ہیں اور اس میں کہا کہ سب اہل اسلام وقت نزول بلا کے
اللہ کی طرف رغبت کر کے اس کو اس طرح پکارتے ہیں کہ اسے رہنے والے عرش کے اور قسم ان سب
کی یہ ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جو سات آسمانوں کا حجاب رکھتا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس میں حدیث
مرفوع بھی ابن عمر سے مروی ہے، کہ اللہ نے سات آسمان بنائے پھر سب سے بلند پر سکونت اختیار
کی اور آسمانوں میں خلقت بسائی روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں ذہبی نے کہا کہ
یہ حدیث منکر ہے اور اسی کی اطلاق سکونت میں ہے دعاء داؤد کی کہ تیری طرف اٹھایا میں نے سر اپنے
کو اے آباد کرنے والے آسمان کے مانند نظر بندوں کی طرف مالکوں اپنوں کے اے رہنے والے
آسمان کے وصل کیا اس کو ذہبی نے ثابت بنانی تک اور کہا کہ اسناد اس کی صالح ہے اور اسی
میں ہے دعاء یونس کی کہ اے سردار میرے آسمان پر ہے جائے سکونت تیری اور زمین پر ہے قدرت
تیری اور عجب نمونے قدرت تیری کے اس کی سند میں ابوحذیفہ بخاری کذاب ہے ذہبی
نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے پس ایسی روایتیں حجت کے لائق نہیں اور حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ

مَاخُوْذٌ مِنَ الْاِسْتِوَاءِ کَالْاِسْتِقْرَارِ فَالْاِسْتِوَاءُ وَالْاِسْتِقْرَارُ وَالسُّکُوْنُ بِمَعْنًی وَقَالَ اَبُوالْحَسَنِ الطَّبَرِیُّ تِلْمِیْذُ الْاَشْعَرِیِّ فِیْ کِتَابِ مُشْکِلِ الْاٰیَاتِ فِیْ بَابِ قَوْلِهِ الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ فِی السَّمَاءِ فَوْقَ کُلِّ شَیْءٍ مُسْتَوٍ عَلٰی عَرْشِهٖ بِمَعْنٰی اَنَّهٗ عَالٍ عَلَیْهِ وَمَعْنَی الْاِسْتِوَاءِ الْاِعْتِلَاءُ کَمَا تَقُوْلُ الْعَرَبُ اِسْتَوَیْتُ عَلٰی ظَهْرِ الدَّابَّةِ وَاسْتَوَیْتُ عَلَی السَّطْحِ بِمَعْنٰی عَلَوْتُهٗ وَاسْتَوَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رَاْسِیْ وَاسْتَوَی الطَّیْرُ عَلٰی قِمَّةِ رَاْسِیْ بِمَعْنٰی عَلَا فِی الْجَوِّ فَوُجِدَ فَوْقَ رَاْسِیْ اِلٰی اَنْ قَالَ فَاِنْ قِیْلَ فَمَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ قَوْلِهٖ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ۔

قِیْلَ لَهٗ اِنَّ بَعْضَ الْقُرَّاءِ یَجْعَلُ الْوَقْفَ فِی السَّمٰوٰتِ ثُمَّ یَبْتَدِئُ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ وَکَیْفَ مَا کَانَ فَلَوْ اَنَّ قَائِلًا قَالَ فُلَانٌ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ مَلِكٌ لَدَلَّ عَلٰی اَنَّ مُلْکَهٗ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ لَا اَنَّ ذَاتَهٗ فِیْهِمَا قَالَ الذَّهَبِیُّ الطَّبَرِیُّ رَاْسٌ فِی الْمُتَکَلِّمِیْنَ وَقَالَ ابْنُ کُلَابٍ وَلَا وَجَدْنَا اَحَدًا غَیْرَ الْجَهْمِیَّةِ یَسْاَلُ عَنْ رَبِّهٖ

خوب جانتا ہے لیکن لفظ سکونت کا اللہ تعالیٰ پر مانند استقرار کے استواء سے ماخوذ ہے پس استواء اور استقرار اور سکون کے ایک ہی معنے ہیں اور ابوالحسن طبری شاگرد اشعری نے مشکل الایات میں بیچ باب آیۃ الرحمٰن علی العرش استوٰی کے کہا ہے کہ جان اور یقین کر اس بات کا کہ اللہ آسمانوں پر ہر چیز سے بلند عرش پر مستوی یعنی بلند ہے اور استواء کے معنی اعتلاء یعنی بلندی کے ہیں جیسا عرب بولتے ہیں کہ میں دابہ کی پیٹھ پر مستوی ہوا یعنی اس پر چڑھا اور چھت پر مستوی ہوا یعنی چڑھا اور سورج میرے سر پر مستوی ہوا یعنی سر کے برابر چڑھ آیا اور جانور میرے سر کی چوٹی پر مستوی ہوا یعنی اوپر خلا میں میری چوٹی کے برابر قائم ہوا آگے چل کر کہا کہ اگر کوئی کہے کہ اس آیت وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ میں کیا کہتے ہو کہا جاوے گا کہ اول تو بعض قراء فی السموات پر وقف کرتے ہیں اور فی الارض یعلم کو ماقبل سے علیحدہ کر کے پڑھتے ہیں ثانیاً اگر وقف نہ بھی کیا جائے تو بھی اگر کوئی کہے کہ فلان شام اور عراق میں بادشاہ ہے تو اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بادشاہی اس کی شام اور عراق میں ہے نہ یہ کہ اس کی ذات ان میں ہے ذہبی نے کہا کہ طبری متکلمین میں سردار ہے اور ابن کلاب نے کہا کہ ہم نے سوائے جہمیہ کے کسی کو نہیں پایا جو اپنے رب سے

فیقول فی کل مکان کما یقولون وھم یدعون انھم افضل الناس کلھم فتاھت العقول وسقطت الاخبار واھتدی جھم وخمسون رجلا معہ نعوذ باللہ من مضلات الفتن نقلہ ابن فورک فیما جمع من مقالاتہ وقال شیخ الصوفیۃ الامام العارف معمر الاصبہانی احببت ان اوصی اصحابی بوصیۃ من السنۃ واجمع ما کان علیہ اھل الحدیث واھل التصوف والمعرفۃ فذکر اشیاء الی ان قال وان اللہ استوی علی عرشہ بلا کیف ولا تشبیہ ولا تاویل والاستواء معقول والکیف مجھول وانہ بائن من خلقہ والخلق بائنون منہ فلا حلول ولا ممازجۃ ولا ملاصقۃ نقلہ الحافظ الذھبی وقال شیخ الاسلام الانصاری امام الصوفیۃ فی کتاب الصفات لہ باب اثبات استواء اللہ علی عرشہ فوق السماء السابع بائنا من خلقہ من الکتاب والسنۃ فساق حججا من الایات والحدیث الی ان قال وفی اخبار شتی ان اللہ فی السماء السابعۃ علی العرش بنفسہ وینظر کیف تعملون وعلمہ وقدرتہ واستماعہ ونظرہ ورحمتہ فی کل مکان قال العارف عبدالقادر جیلانی فی الغنیۃ وھو بائن من خلقہ ولا یخلو من علمہ مکان ولا یجوز وصفہ بانہ فی کل مکان بل

پوچھا جاوئے تو کہے کہ وہ ہر مکان میں ہے جیسا کہ یہ کہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ہم سب سے افضل ہیں سب کی عقلوں پر پردہ آگیا اور سب حدیثیں ساقط ہو گئیں اور ایک جہم اور اس کے ساتھ پچاس آدمی ہدایت والے ہوئے اللہ ان گمراہیوں سے پناہ میں رکھے نقل کیا اس کو ابن فورک نے اس مجموعہ میں جس میں مقالات ابن کلاب کو جمع کیا اور شیخ صوفیہ امام عارف معمر اصبہانی نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے یاروں کو وصیت کروں سنت کی اور جس پر اہل حدیث اور اہل تصوف اور معرفت چلے آتے ہیں۔ پس ذکر کیا کئی چیزوں کو یہاں تک کہ کہا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے سوائے کیفیت اور تشبیہ اور تاویل کے استواء معلوم ہے کیفیت اس کی نامعلوم اور وہ مخلوق سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے پس نہ حلول ہے اور نہ ملاؤ اور پیوندی نقل کیا اس کو ذہبی نے اور شیخ الاسلام انصاری امام صوفیہ کے اپنی کتاب الصفات میں فرماتے ہیں کہ باب اس بیان میں کہ اللہ کا عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہونا اور اس کا مخلوق سے جدا ہونا ہر دو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں پھر کہا آیتوں اور حدیثوں کو یہاں تک کہا کہ کئی حدیثوں میں ثابت ہے کہ بذاتہ ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے جیسا کچھ کرتے ہو اور اس کا علم اور قدرت اور سننا اور رحمت ہر مکان میں ہے عارف شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اللہ مخلوق سے جدا ہے۔ اور اس کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں۔ اور جائز نہیں یہ کہنا کہ وہ ہر مکان میں ہے بلکہ یہ کہا جاوے کہ وہ آسمان پر عرش کے اوپر ہے اور

يُقَالُ إِنَّهُ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ وَكَوْنُهُ عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلَى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ بِلَا كَيْفٍ انتهى مختصرًا وقال إسماعيل التيمي في كتاب الحجة قال علماء السنة إن الله عز وجل على عرشه وبائن من خلقه وقالت المعتزلة هو بذاته في كل مكان وقد صرح بفوقيته تعالى على العرش ومباينته عن المخلوق ابن وهب المالكي في شرحه لرسالة ابن أبي زيد وأبو عثمان الصابوني في رسالته المشهورة في السنة وامام الصوفية محمد بن عثمان المكي في كتابه آداب المريدين ويحيى ابن عمار في رسالته والقرطبي في شرحه والقاضي أبو بكر الباقلاني في كتاب التمهيد وغيرهم ممن يطول بذكرهم الوصف وهذا باب لا يمكن استيعابه لكثرة ما يوجد من كلام أهل السنة فيه وقد ذكرت منه أنموذجًا ليكون سمة على ما سواه المصنف يكفيه هذا القليل والمتعصب محروم وإن أتممت عليه القرآن والتورية والإنجيل وما نقلت في هذه الوريقات فأكثرها من كتاب

اس کا عرش پر ہونا بلاکیفیت کے سب کتابوں میں جو اللہ نے پیغمبروں پر نازل فرمائیں مذکور ہے اور اسمٰعیل تیمی کتاب الحجۃ میں فرماتے ہیں کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے اور مخلوق سے جدا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ بذاتہ ہر مکان میں ہے اور فوقیت اللہ تعالیٰ کی عرش پر اور مباینت اُس کی مخلوق سے ان ہر دو امر کی تصریح کی ہے ابن وہب مالکی نے شرح رسالہ ابن ابی زید میں اور ابو عثمان صابونی نے اپنے رسالہ سنت میں اور قرطبی نے اپنی شرح میں اور قاضی ابو بکر باقلانی نے کتاب التمہید میں اور بہت علماء نے جن کے ذکر میں دفتر چاہیئے اس مسئلہ میں کلام اہل سنت کا اس کثرت سے ہے جو استیعاب اس کا ممکن نہیں اور میں نے بطور نمونہ بہت ہی قلیل نقل کیا ہے تو کہ باقی کے لئے یہ مشتے نمونہ از خروارے ہو اور منصف کو یہ قلیل بھی کافی ہے اور متعصب حق سے محروم ہے اگرچہ اس کو سب قرآن اور تورات اور انجیل پڑھ سنائیں اور میں نے جو کچھ ان چند ورقوں میں نقل کیا ہے بس اکثر تو کتاب حافظ

الحافظ الذهبي والحافظ ابن القيم وبعضها من غيرهما وقليل ما هو قائل لا ۔ قال الحافظ الذهبي في كتاب العلو اما تكفير من قال بخلق القرآن فقد ورد عن سائر ائمة السلف في عصر مالك والثوري ثم عصر ابن المبارك و وكيع ثم عصر الشافعي وعفان ثم عصر احمد بن حنبل وعلي بن المديني ثم عصر البخاري وابي زرعة الرازي ثم عصر محمد بن نصر المروزي والنسائي ومحمد بن جرير وابن خزيمة انتهى ۔

حرره عبد الجبار بن عبد الله الغزنوي عفي الله عنهما

ذہبی اور ابن قیم سے ماخوذ ہے اور بعض اور اہل علم سے اور وہ قلیل ہے، فائدہ: حافظ ذہبی نے کتاب العلو میں کہا کہ تکفیر اس شخص کی جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے ثابت اور منقول ہے سب ایمہ سلف سے زمانہ مالک اور ثوری میں پھر زمانہ ابن مبارک اور وکیع میں پھر زمانہ شافعی اور قعنبی میں پھر زمانہ احمد بن حنبل اور علی بن مدینی میں پھر زمانہ بخاری اور ابو زرعہ رازی میں پھر زمانہ محمد بن نصر مروزی اور نسائی اور محمد بن جریر اور ابن خزیمہ میں ،

مسئلہ: کتب الٰہیہ واحادیث نبویہ واقوال صحابہ اور ایمہ اربعہ جمیع اہل سنت سے اللہ عزوجل کا ہونا عرش پر ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال میں اس کا مفصل ذکر ہے فتاویٰ مذکور سے بخوبی ثابت ہوا کہ مولوی محمد شاکر صاحب کا رسالہ (جس میں اللہ عزوجل کے عرش پر ہونے سے انکار ہے) برخلاف اہل سنت وجماعت ہے معتزلہ اور جہمیہ کی طرز پر ہے ایسے رسائل قابل جلانے دلائق تلف کرنے کے ہوئے ہیں صاحب رسالہ نے تو صحابہ کرام اور سلف صالحین وایمہ اربعہ وتمام اہل سنت کو گویا ذاباللہ کافر بنایا کیونکہ یہ سب اللہ کے عرش پر بلا کیف ہونے کے قائل ہیں حدیث شریف میں ہے جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے پس جو کوئی اعتزال وجہمیت کا طریق پسند کرے جمیع اہل سنت کا فر بناوے اس کا کیا ٹھکانا ہے محمد بن خزیمہ جس کو محدثین امام الایمہ کہتے ہیں اس شخص کے حق میں اللہ عزوجل کے عرش پر بلا کیف ہونے سے منکر ہے لکھتے ہیں کہ وہ کافر ہے اگر توبہ نہ کرے واجب القتل ہے مقابر مسلمانوں میں دفن نہ کیا جائے بلکہ اروڑی پر ڈالا جاوے ۔

أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ وَفِي تَارِيخِ نَيْسَابُورَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْإِمَامَ الْأَئِمَّةَ أَبَا بَكْرِ بْنَ خُزَيْمَةَ يَقُولُ مَنْ لَمْ يُقِرَّ بِأَنَّ اللّٰهَ عَلَى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ فَهُوَ كَافِرٌ يُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهُ وَأُلْقِيَ عَلَى مَزْبَلَةٍ لِئَلَّا يَتَأَذَّى بِرِيحِهِ أَهْلُ الْقِبْلَةِ وَأَهْلُ الذِّمَّةِ

قال الامام ابو عمرو بن عبد البر فی شرحہ علی الموطا اهل السنة مجمعون علی الاقرار بالصفات الواردة كلها فی القرآن والایمان بها وحملها علی الحقیقة لا علی المجاز الا انهم لا یكیفون شیئا من ذلك ولا یحدون فیه صفة مخصوصة واما اهل البدع الجهمیة والمعتزلة والخوارج فكلهم ینكرونها ولا یحملون منها شیئا علی الحقیقة ویزعمون ان من

امام ابن عبد البر شرح موطا میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا اجماع ہے اس بات پر کہ صفات باری کے معنے حقیقی ہیں نہ مجازی ہاں معنے حقیقی کر کے بلا کیف کہے اور معتزلہ اور جہمیہ اور خوارج صفات باری کے حقیقی معنے نہیں کرتے ہیں مجازی معنے لیتے ہیں اس واسطے اہل سنت ان کو اللہ عزوجل کے نفی کرنے والے کہتے ہیں اور وہ اہل سنت کو مشبہ کہتے ہیں۔

حاکم نے علوم الحدیث اور تاریخ نیساپور میں محمد بن صالح سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ کو یہ فرماتے سنا کہ جو کوئی اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالےٰ اپنے عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے وہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جاوے اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ اس کی گردن مار کر اروڑی پر ڈالا جاوے تاکہ اس کی بدبو سے اہل قبلہ اور ذمی ایذا نہ پاویں عبد الودود عفی عنہ۔

امام عمرو بن عبد البر نے اپنی شرح موطا میں کہا کہ اہل سنت (اللہ تعالیٰ کی) جتنی صفات قرآن شریف میں وارد ہیں سب کے ساتھ اقرار کرنے اور ایمان لانے اور ان کو مجاز چھوڑ کر حقیقت پر حمل کرنے پر مجتمع ہیں مگر وہ ان میں سے کسی کی کیف بیان کرتے ہے خلاف اہل بدع جہمیہ اور معتزلہ اور خوارج کے وہ سب کے سب (اللہ تعالیٰ کی) صفات سے منکر ہیں اور ان میں کسی ایک کو بھی حقیقت پر حمل نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی (اللہ تعالیٰ کی)

أَقَرَّ بِهَا مُشَبِّهٌ وَهُمْ عِنْدَ مَنْ يُقِرُّ بِهَا نَافُونَ لِلْمَعْبُودِ وَالْحَقُّ فِيمَا قَالَهُ الْقَائِلُونَ بِمَا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَهُمْ أَئِمَّةُ الْجَمَاعَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔
قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الرَّحْمٰنَ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى عَلٰى خِلَافِ مَا يُقِرُّ فِي قُلُوبِ الْعَامَّةِ فَهُوَ جَهْمِيٌّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ مَنْ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ عَلٰى عَرْشِهِ فَهُوَ كَافِرٌ ۔
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ إِدْرِيسَ هٰؤُلَاءِ (جهمية) لَا يُصَلّٰى خَلْفَهُمْ وَلَا يُنَاكَحُونَ وَعَلَيْهِمُ التَّوْبَةُ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ (البخاري) نَظَرْتُ فِي كَلَامِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوسِ فَمَا رَأَيْتُ أَضَلَّ

صفات کا اقرار کرے وہ مشبہ ہے اور وہ اُن لوگوں کے نزدیک جو اللہ کی صفات کا اقرار کرتے ہیں معبود سے منکر ہیں اور حق بات انہی کی ہے جنہوں نے موافق منطوق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے کہا اور وہ ایمہ اہل سنت والجماعت ہیں، والحمد للہ رب العلمین ۔
اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ جو کوئی اللہ عزوجل کے اوپر ہونے سے انکار کرے وہ اپنے معبود رب العالمین کی نفی کرنے والا ہے اور یہی مذہب ہے جہمیہ اور معتزلہ کا امام بخاری اپنی کتاب خلق افعال العباد میں یزید بن ہارون سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کوئی اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، بلند ہوا عرش پر کے معنے جو عامہ کے فہم میں آتا ہے اس سے برخلاف سمجھے وہ جہمی ہے اور محمد بن یوسف سے روایت کرتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کوئی اللہ عزوجل کو عرش پر نہ جانے وہ کافر ہے، یزید بن ہارون نے کہا کہ جو کوئی الرحمٰن علی العرش کے معنے اُن معنے کے برخلاف کرے جو عوام کے دلوں وہ جہمی ہے اور محمد بن یوسف نے کہا کہ جو کہے کہ اللہ اپنے عرش پر نہیں وہ کافر ہے، اور عبداللہ بن ادریس سے روایت کرتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جہمیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں عبداللہ بن ادریس نے کہا کہ ان جہمیوں کے پیچھے نہ نماز جائز ہے نہ ان سے نکاح جائز ہے اور ان پر توبہ کرنی لازم ہے امام بخاری خود بھی جہمیہ کو کافر کہتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہے اور ان کے ذبائح کو حلال نہیں جانتے ہیں اپنی خلق افعال العباد میں لکھتے ہیں، کہ جو شخص جہمیوں کو کافر نہ جانے وہ جاہل ہے، ابو عبداللہ بخاری نے کہا کہ میں نے یہود اور نصاریٰ اور مجوس کی کلام کو دیکھا پس میں نے ان کے کفر میں ان سے بڑھ

فِي كُفْرِهِمْ بِهِمْ وَإِنِّي لَا مُتَجَهِّلٌ مَنْ لَا يُكَفِّرُهُمْ وَقَالَ مَا أُبَالِي صَلَّيْتُ خَلْفَ الْجَهْمِي وَالرَّافِضِي أَمْ صَلَّيْتُ خَلْفَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَلَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِمْ وَلَا يُعَادُوْنَ وَلَا يُنَاكَحُوْنَ وَلَا يُشْهَدُوْنَ وَلَا يُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ حررہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفا اللہ عنہما (فتاوی غزنویہ ص۱۲۳)

عرش مخلوق ہے اور اس کی مخلوقیت پر یہ حدیث دلیل صریح ہے

عَنْ أَبِي رَزِيْنِ الْعُقَيْلِي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ قَالَ كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَمَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِي وَابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ كَذَا قَالَ الْإِمَامُ الذَّهَبِي وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ خَلَقَ اللهُ أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ بِيَدِهِ الْعَرْشَ وَالْقَلَمَ وَآدَمَ وَجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ لِسَائِرِ خَلْقِهِ كُنْ فَكَانَ قَالَ الْإِمَامُ الذَّهَبِي إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ۔

اگر کوئی نہیں دیکھا اور میں اس شخص کو جاہل سمجھتا ہوں جو ان کو کافر نہ کہے میں پرواہ نہیں کرتا خواہ جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھوں یا یہود اور نصاری کے اور نہ ان پر سلام ڈالا جاوے اور نہ ان کی بیمار پرسی کیجاوے اور نہ ان سے نکاح کیا جاوے اور نہ ان جنازہ پڑھا جاوے اور نہ اُن کا ذبیحہ کھایا جاوے،، امام ابو احمد کرجی نے اپنی مشہور کتاب "عقیدہ کرجی" میں اہل اسلام کے عقائد میں سے یہ عقیدہ لکھا ہے:۔

ترجمہ:۔ ابو رزین عقیلی سے روایت ہے، کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارا رب زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا آپ نے فرمایا عماء میں، یعنی کوئی چیز ساتھ نہ تھی جس کے اوپر اور نیچے دونوں طرف خلو ہے پھر عرش کو پیدا کیا اور پھر بلند ہوا عرش پر اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کی اسناد حسن ہے، امام ذہبی نے ایسا ہی کہا اور مجاھد سے روایت ہے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ کے ساتھ چار چیزیں پیدا کیں، عرش، اور قلم، آدمؑ، اور جنت پھر باقی مخلوق کو فرمایا کہ ہو جا بس ہو گئی امام ذھبی نے کہا اس کی اسناد کھری ہے،،

كَانَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا شَيْءَ مَعَهٗ وَلَا مَكَانَ يَحْوِيْهِ فَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهٖ وَخَلَقَ الْعَرْشَ لَا لِحَاجَةٍ إِلَيْهِ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ۔

امیر المومنین قادر باللہ کا بھی ایک معتقد مشہور ہے جو بغداد کے اماموں اور عالموں کے سامنے پڑھا گیا اور وہی ہے عقیدہ اہل سنت اور جماعت کا اس معتقد میں لکھا ہے:۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الْعَرْشَ لَا لِحَاجَةٍ وَاسْتَوٰى عَلَيْهِ كَيْفَ شَاءَ لَا اسْتِوَاءَ رَاحَةٍ۔

ت۔ ہمارا رب عزوجل اکیلا ہی تھی نہ کوئی چیز اس کے ساتھ تھی نہ کوئی مکان اس کا حاوی تھا پس اس نے ہر چیز کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور عرش کو پیدا کیا بغیر احتیاجی کے طرف اس کا پھر اس پر بلند ہوا۔

ت۔ اللہ تعالےٰ نے عرش کو باوجود عدم احتیاج کے پیدا کیا اور اس پر جس طرح چاہا بلند ہوا نہ قرار پکڑنا راحت کا۔

تفسیر قرطبی میں ہے:۔

وَلَمْ يُنْكِرْ اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ اَنِ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ حَقِيْقَةً وَخَصَّ عَرْشَهٗ بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَعْظَمُ مَخْلُوْقَاتِهٖ۔

اللہ تعالےٰ کے عرش پر قائم ہونے کا سلف صالح سے کسی ایک نے انکار نہیں کیا اور عرش کو اس کے لئے اس واسطے خاص کیا کہ وہ اس کی سب سے بڑی مخلوق ہے، حافظ ابن ابی شیبہ کتاب العرش میں لکھتے ہیں:۔

تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ فَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ۔

متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عرش کو پیدا کیا پھر اس پر بلند ہوا پس اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے، کل اہل اسلام کا اتفاق ہے، کہ اللہ عزوجل قدیم ہے، جو شخص غیر اللہ کے قدم کا قائل ہو جاوے، وہ غیر اللہ عرش ہو یا آسمان وزمین یا غیرہ وہ شخص مشرک کافر ہے کیونکہ قدم صفت مختص باری تعالےٰ ہے اس کو غیر کے واسطے ثابت کرنا شرک اور کفر ہے تعجب ہے آج کل کے نوخیز مفسروں سے ایک (چکڑالوی)، تو کہے کہ عرش صفت باری قدیم غیر مخلوق ہے اور ایک (دنتوی) کہتا ہے، کہ عرش آسمان وزمین سے بھی پیچھے پیدا ہوا یہ دونوں حضرات بہت باتوں میں

اہل اسلام سے علیحدہ چال چلتے ہیں، ہداہما اللہ تعالٰے الی صراط مستقیم۔

حررہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفا اللہ عنہما، فتاوی غزنویہ ص ۵۵

بَابٌ فِيْ مَنِ ادَّعَى الصُّحْبَةَ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ

حافظ ابن حجر در نخبۃ الفکر نوشتہ اَلصَّحَابِيُّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ ودر شرحش کہ از ماتن است نوشتہ وَيُعْرَفُ كَوْنُهٗ صَحَابِيًّا بِالتَّوَاتُرِ اَوِ الْاِسْتِفَاضَةِ اَوِ الشُّهْرَةِ اَوْ بِاِخْبَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَوْ بَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ اَوْ بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ اِذَا كَانَتْ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ تَدْخُلُ تَحْتَ الْاِمْكَانِ۔ ملا علی قاری در شرح الشرح در تشریح تحت الامکان نوشتہ اَيِ الْاِمْكَانُ الْعَادِيُّ وَالْاِمْكَانُ الشَّرْعِيُّ فَمَنِ ادَّعٰى صُحْبَتَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَعْدَ مُضِيِّ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْ وَفَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ دَعْوَاهُ لِمَا صَحَّ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ اَرَاَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّهٗ عَلٰى رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَيْهَا اَحَدٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ۔ وعلامہ جلال الدین سیوطی در تدریب الراوی شرح تقریب النووی نوشتہ فَاِنِ ادَّعٰى بَعْدَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْ وَفَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَا يُقْبَلُ وَاِنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهٗ قُبِلَ ذٰلِكَ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں رسول اللہ سے ملاقات کی ہو اور فوت بھی اسلام پر ہوا ہو، اور اس کی شرح میں جو کہ ماتن نے کی ہے لکھا ہے صحابی کا صحابی ہونا خبر متواتر سے معلوم ہوتا ہے یا شہرت سے یا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے یا بعض ثقہ تابعین رحمہم اللہ کی خبروں سے یا وہ اپنے صحابی ہونے کی خود بخود خبر دیوے مگر جب کہ اس کا دعوٰی امکان میں داخل ہو، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح الشرح میں تحت الامکان کی تشریح میں لکھا ہے کہ امکان سے امکان عادی اور امکان شرعی مراد ہے پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو سال بعد صحابی ہونے کا دعوٰی کیا تو اس کا دعوٰی نہ قبول کیا جاوے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فِي الْحَدِيثِ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّهُ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ انْخِرَامَ ذٰلِكَ الْقَرْنِ قَالَ ذٰلِكَ سَنَةَ وَفَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی شرح تقریب النووی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ ہرگز قبول نہ کیا جاوے اگرچہ اس دعوے سے پہلے اس کا عادل ہونا بھی ثابت ہو کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہاری اس رات سے خبر دوں کہ آج سے سو سال تک جو کوئی روئے زمین پر ہے کوئی زندہ نہیں رہے گا مراد رکھتے تھے آپ انقطاع اس قرن کا اور آپ نے اپنی وفات کے سال میں یہ فرمایا تھا،

وشیخ عبدالحی الکھنوی در شرح مختصر سید شریف جرجانی نوشتہ :-

فَلَوِ ادَّعٰى أَحَدٌ بَعْدَ مُضِيِّ عَشَرٍ بَعْدَ الْمِائَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ

لَمْ تُقْبَلْ وَكَذَا قَالَ الذَّهَبِيُّ فِي مِيزَانِ الْاِعْتِدَالِ

رَتَنُ الْهِنْدِيُّ وَمَا أَدْرَاكَ مَا رَتَنُ الْهِنْدِيُّ

شَيْخٌ دَجَّالٌ ظَهَرَ بَعْدَ سِتِّمِائَةٍ فَادَّعٰى

الصُّحْبَةَ وَالصَّحَابَةُ لَا يَكْذِبُونَ

سے حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے کہ آپ نے اپنی اخیر عمر میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں تم کو تمہاری اس رات کی خبر دیتا ہوں کہ اس رات سے سو سال تک جو کوئی آج روئے زمین پر ہے کوئی باقی نہ رہے گا اس حدیث کو ابن عمرؓ سے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے،

اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے شرح مختصر میں لکھا ہے کہ جو کوئی ہجرت سے ایک سو دس سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ نہ قبول کیا جاوے اسی واسطے ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ میں تجھ کو رتن ہندی کی کیا خبر دوں وہ شیخ دجال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال بعد ظاہر ہوا پھر اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اور صحابہ کرامؓ سے کذب نہیں صادر ہوتا اس

وهذا اجرئ على الله ورسوله شیخ محمد طاہر مکی در مجمع البحار نوشتہ نوع فيمن ادعى الصحبة من المعمرين كذبا فمنهم سرتابك ملك الهند في بلد قنوج قال لي سبع مائة وخمس وعشرون سنة وادعى رؤيته صلى الله عليه وسلم ومات سنة ثلث وثلاثين وثلثمائة ومنهم جابر بن عبد الله اليمامي حدث ببخارى بعد المائتين عن الحسن البصري وقال حملوني الى النبي م منهم جبير بن الحرب ومنهم رتن الهندي شيخ دجال ظهر بعد الستة مائة فادعى الصحبة وحدث باحاديث رتنيات وتسمى بابي الرضا رتن بن نصر قال كنت في زفاف فاطمة - وهو اما منى لم يخلق او شيطان بدى في صورة بشر او شيخ ضال كذاب وقد اتفقوا على ان آخر من مات في جميع الارض من الصحابة ابو الطفيل عامر بن واثلة سنة مائة واثنين بمكة وقد ثبت انه قال قبل موته بشهر او نحوه فان على راس مائة سنة لا يبقى على وجه الارض احد فانقطع المقال

نے اللہ اور اس کے رسول پر جرأت کی ہے، شیخ محمد طاہر مکی نے مجمع البحار میں لکھا ہے کہ یہ نوع ان شخصوں کے بیان میں ہے کہ معمرین میں سے جنہوں نے صحابی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ایک ان میں سے سرتابک ہے جو کہ ملک ہند کے شہر قنوج میں ہوا ہے اس نے کہا کہ میری سات سو پچیس سال کی عمر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کا بھی دعویٰ کیا اور تین سو تینتیس ۳۳۳ سنہ ہجری میں فوت ہو گیا اور ایک ان میں سے جابر بن عبداللہ یمامی ہے اس نے ہجرت کے دو سو سال بخاری میں حسن بصری سے حدیث سنائی کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھا کر لے گئے اور ایک ان میں سے جبیر بن حرب ہے اور ایک ان میں سے رتن ہندی ہے جو کہ شیخ دجال چھ سو سال کے بعد ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اور احادیث رتنیات بیان کیں اور اپنا نام ابی الرضا رتن بن نصر ظاہر کیا اور یہ بھی کہا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حاضر تھا اور وہ یا تو منی ہو گا، کہ ابھی پیدا نہ ہوا ہو یا شیطان ہو گا کہ انسان کی صورت میں ظاہر ہوا ہو یا بڈھا کذاب اور گمراہ ہے اور اس پر اتفاق کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے تمام روئے زمین پر سب سے پیچھے ابو الطفیل عامر بن واثلہ ایک سو دو ہجری میں مکہ معظمہ میں فوت ہوئے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ یا کچھ کم زیادہ پیشتر اس بات کی خبر دی ہے کہ آج سے سو سال تک ان لوگوں میں سے کوئی روئے زمین پر نہ رہے گا، پس فیصلہ ہو گیا

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَقَدْ وَقَعَ نَحْوُهُ فِي الْمَغْرِبِ اَخْبَرَنِي اَبُو الْبَرَكَاتِ بْنُ زَيْدٍ مُكَاتَبَةً قَالَ صَافَحَنِي وَالِدِي وَقَدْ عَاشَ مِائَةً قَالَ صَافَحَنِي اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَاشَ مِائَةً وَثَلٰثِيْنَ قَالَ صَافَحَنِي اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُعَمَّرٌ وَكَانَ عُمُرُهُ اَرْبَعَمِائَةِ سَنَةٍ قَالَ صَافَحَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لِي فَقَالَ عَمَّرَكَ اللّٰهُ يَا مُعَمَّرُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَهٰذَا كُلُّهُ لَا يَفْرَحُ بِهٖ مَنْ لَهٗ عَقْلٌ قَالَ الْقَاضِي مُحَمَّدُ الشَّوْكَانِيُّ وَمِنْهُمْ جَعْفَرُ بْنُ نَسْطُوْرَا ادَّعٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لَهٗ بِطُوْلِ الْعُمُرِ وَعَاشَ ثَلٰثَمِائَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ فِي الذَّيْلِ لَا وُجُوْدَ لَهٗ وَهُوَ اَحَدُ الْكَذَّابِيْنَ الَّذِيْنَ ادَّعَوُا الصُّحْبَةَ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ اِنْتَهٰى۔

ابن حجر نے کہا کہ ملک مغرب میں بھی ایسا ہی ظہور میں آیا ہے، مجھ کو ابوالبرکات بن زید نے بذریعہ خط خبر دی اور کہا کہ میرے سے میرے والد نے مصافحہ کیا اور وہ سو سال زندہ رہے اس نے کہا کہ میرے سے ابوالحسن بن علی بن خطاب نے مصافحہ کیا ہے اور وہ ایک سو تیس سال زندہ رہے اس نے کہا کہ میرے سے ابوعبداللہ معمر نے مصافحہ کیا اور ان کی عمر چار سو سال کی تھی اس نے کہا کہ میرے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ کیا اور میرے لئے دعا کی پھر آپ نے تین دفعہ فرمایا، کہ اے معمر اللہ تیری عمر میں برکت کرے جس کو اللہ نے عقل عنایت فرمائی ہے وہ ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا قاضی محمد شوکانی نے کہا ہے کہ ایک ان (کذابین) میں سے جعفر بن نسطورا ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے طول عمر کی دعا کی اور وہ تین سو چالیس سال زندہ رہا ذیل میں کہا کہ اس کا کوئی وجود نہیں اور وہ ان کذابوں میں سے ہے جنہوں نے دو سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ اجماع اہل سنت است کہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ آخر جمیع صحابہ است در وفات وبعد از وکسے در اطراف واکناف زمین از صحابہ نماندہ وحدیث صحیح متفق علیہ شاہد ایں معنی است کہ تا صد سال از سال وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسے بر روئے زمین نخواہد ماند پس حیوٰۃ ابوسعید معمر حبشی تا مائۃ ثامنہ کہ عصر امیر سید علی ہمدانی است چگونہ ممکن است کہ دریں رد حدیث صحیح متفق علیہ واجماع امت است جناب امیر کبیر ہمعصر مخدوم جہانیان جہان بود ولادت مخدوم صاحب در سنہ سبع وسبع مائۃ ووفات او در سنہ خمس

وَمِمَّا یَرُدُّ دَعَاوِیْ ھٰؤُلَاءِ اِجْمَاعُ اَھْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ اٰخِرَ الصَّحَابَۃِ مَوْتًا فِیْ جَمِیْعِ الْاَوْطَانِ اَبُو الطُّفَیْلِ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَۃَ الْجُھَنِیُّ وَکَانَ مَوْتُہٗ سَنَۃَ اِثْنَیْنِ وَمِائَۃٍ بِمَکَّۃَ۔

وثمانین وسبعمائۃ در تقصار نوشتہ چنین شنیدہ شدہ کہ امیر سید علی ہمدانی بدیدن مخدوم جہانیان جہان رفت و بر در حجرہ مخدوم نشست خادم خبر کرد سید علی ہمدانی نشستہ مخدوم فرمود ہمدان غیر علام الغیوب کسے نیست ایں راگفت وایشان را در درون نطلبید انتھٰی جمیع اہل علم اس پر متفق ہیں کہ تمام روئے زمین پر صحابہ کرام میں سے سب سے بعد ایک سو دو ہجری میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ جہنی مکہ میں فوت ہوئے ہیں اور اس اجماع سے ان کل کذابوں کے دعوی باطل ہوجاتے ہیں چونکہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ اخیر صحابہ میں سے ہیں ان کی وفات کے بعد روئے زمین کی اطراف میں کوئی صحابہ زندہ نہیں رہا اور انہی معنے کی متفق علیہ کی صحیح حدیث شہادت دیتی ہے کہ رسول کریم کی وفات سے سو سال بعد ان لوگوں میں سے جو اس وقت روئے زمین پر تھے کوئی باقی نہیں رہے گا، پس ابو سعید معمر حبشی کی حیات جو کہ امر سید علی ہمدانی کا ہم عصر ہے آٹھ سو سال تک کس طرح ممکن ہے کہ اس میں متفق علیہ کی صحیح حدیث کا اور اجماع امت کا رد ہوتا ہے جناب امیر کبیر مخدوم جہانیان جہان کے ہم عصر تھے، مخدوم صاحب سات سو سات ہجری میں پیدا ہوئے اور آپ نے سات سو پچاسی میں وفات پائی ہے. تقصار میں لکھا ہے، کہ سنا گیا ہے کہ ایک دفعہ امیر سید علی ہمدانی مخدوم جہانیان جہان کی زیارت کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور مخدوم صاحب کے حجرہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے خادم نے خبر کی کہ سید علی ہمدانی بیٹھے ہیں، مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہمہ دان علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں ہے یہ کہا اور ان کو اندر نہ بلایا ہو ایضا در تقصار نوشتہ میر سید اشرف سمنانی در سیاحت رفیق علی ہمدانی بود غرض کہ ایں ہم از اکابر مائۃ ثمانیہ اند پس نظر بر حدیث صحیح متفق علیہ و اجماع امت صحابی بودن معمر حبشی کذاب است و زور ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب:

حررہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما۔ فتاوی غزنویہ ص۱۵۶

اور تقصار میں لکھا ہے کہ میر سید اشرف سمنانی سیاحت میں علی ہمدانی کا رفیق تھا غرضیکہ یہ سب آٹھویں صدی کے اکابروں میں سے ہیں پس متفق علیہ کی صحیح حدیث اور اجماع امت پر نظر کرنے سے معمر حبشی کا صحابی ہونا باطل معلوم ہوتا ہے۔